

Novel Hi Novel & Online Web Channel

بن کہے

نمل خان

ناول ہی ناول "اور" آن لائن ویب چینل

ناول ہی ناول "اور" آن لائن ویب چینل

NovelHiNovel.Com & OnlineWebChannel.Com

+923155734959

NovelHiNovel@Gmail.Com

OnlineWebChannel @Gmail.Com

عنوان

لکھاری

پلیٹ فارم

پبلیشر

ویب سائٹ

واٹس ایپ

جی میل

انتباہ !

یہ ناول "ناول ہی ناول" اور "آن لائن ویب چینل" کی ویب سائٹ نے لکھاری کی

فرمائش پر آپ سب کے لیے پیش کیا ہے۔

اس ناول کا سارا کریڈٹ رائٹر کو جاتا ہے۔ اس ناول میں غلطیاں بھی ممکن ہیں کیونکہ

انسان خطا کا پتلا ہے تو اس ناول کی غلطیوں کی ذمہ دار ویب نہیں ہوگی صرف اور صرف

رائٹر ہی ہوگا ویب نے صرف اسے بہتر انداز سے سنوار کر آپ سب کے سامنے پیش کیا

ہے۔ اس ناول کو پڑھیے اور اس پر تبصرہ کر کے رائٹر کی حوصلہ افزائی کیجیے۔

اپنے ناولوں کا پی ڈی ایف بنوانے کے لیے واٹس ایپ پر رابطہ کریں

+923155734959

اس ناول کے تمام رائٹس "ناول ہی ناول"، "آن لائن ویب چینل" اور لکھاری کے پاس محفوظ ہیں۔ لکھاری یا ادارے کی

اجازت کے بغیر ناول کاپی کرنا یا کسی حصہ کو شائع کرنا قانوناً مجرم ہے،

السلام علیکم !

ناول ہی ناول" اور "آن لائن ویب چینل آپ کے لیے لایا ایک سنہری موقع

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنے قلم کی آواز کو لوگوں تک پہنچانا چاہتے ہیں، تو اپنی لکھی گئی کوئی بھی تحریر (حمد، نعت، ناول، افسانہ، آرٹیکل، ریسپی، نظم، غزل، اقوال) یا جو بھی آپ کے ذہن میں ہو اور آپ لکھنا چاہتے ہیں، ہم تک پہنچائیں۔ **ناول ہی ناول" اور "آن لائن ویب چینل** بنے گا وہ سبھی جو آپ کو آپ کی پسندیدہ ویب سائٹ تک پہنچانے کا ذریعہ بنے گا۔ اگر آپ اپنی تحریریں **ناول ہی ناول"** اور "آن لائن ویب چینل کی ویب سائٹ میں دینا چاہتے ہیں تو رابطہ کریں۔ **ناول ہی ناول"** اور "آن لائن ویب چینل آپ کو آپ کے عین مطابق پلیٹ فارم مہیا کر رہا ہے تو جلدی سے قلم اٹھائیں اور لکھ ڈالیں جو آپ کے ذہن میں مرکوز ہے۔ شکریہ !
اپنی تحریریں ہمیں اس پتے پر ارسال کریں۔



NovelHiNovel.Com & OnlineWebChannel.Com



NovelHiNovel & OWC Official



NovelHiNovel@Gmail.Com



OnlineWebChannel @Gmail.Com



03155734959

بن کہے

نمنل خان کے قلم سے

این ایچ این اور اوڈیلیوسی پبلیشرز

Ist couple.

اچانک ہی شیشوں کے ٹوٹنے کی آواز پہ وہ مڑا جہاں سامنے کا منظر دیکھ اس کی دماغ کی شریانیں تن گئی۔ اس کی گاڑی کے شیشے ٹوٹے تھے اور جو مزید توڑے جا رہے تھے۔ ہاتھ میں لوہے کا راڈ لے کر وہ لڑکی بڑے آرام سے اس کی گاڑی کا حشر خراب کر رہی تھی اور بس وہ اپنے گارڈز کی اس کی طرف پیش قدمی کو اشارے سے روک کر ہونٹ بھینچے اس کی جرت کو دیکھ رہا تھا۔

اور یہ تماشا دیکھنے کے لیے لوگوں کی بڑی تعداد موجود تھی۔ لمبے سیاہ بالوں کو کھلا چھوڑے جو قدرتی ہلکے کرلی تھے ہلکے گلابی رنگ کے پلین ڈھیلے ڈھالے سوٹ میں گلے میں اسکارف ڈالے وہ پرکشش نقوش والی لڑکی بغیر کسی نتیجے کی پروا کیے اپنے کام میں مصروف تھی۔

گاڑی کا اچھے سے بربادی کر کے وہ اپنی گاڑی کے اوپر رکھی نوٹوں کی گدی لے کے اس مغرور شخص کے سامنے آئی۔ اور نوٹ اس کی طرف ہوا میں اوچھال دیے۔

اب ایسا کریں یہ پیسے آپ خود رکھ لیں آپ کو بھی مرمت کی ضرورت ہے میرا مطلب آپ کی گاڑی کو ایک آنکھ ونک کر کے سرد تاثرات دکھا کے ڈرائیور کو گاڑی ٹھیک کروا کے آنے کا اشارہ کرتی وہ خود ٹیکسی کرا کے چلی گئی۔

جبکہ وہی پہ کھڑے نواب زادہ رافع سکندر جو کے سیاہ شلوار قمیض پہ سیاہھی چادر کندھوں پہ ڈالے اب سرد تاثرات کے ساتھ اپنے راپٹ مین کو اس لڑکی کا پتا کرواؤ کہتا پر اسرار خاموشی کے ساتھ پلٹ گیا۔

2nd couple.

کسی کی دھاڑ کی آواز آفس کے پرسکون مصروف ماحول میں گونجی تو سب آفس کی طرف دیکھنے لگے جہاں سے ان کی ایک امپلاے روتے ہوئے نکلی اور بغیر کسی کی طرف دیکھے اپنا سامان لیتی وہ ماڈرن لڑکی منہ میں کچھ بڑبڑاتے وہاں سے چلی گی۔

یہ اس کی جاب کے تیسرے مہینے کا دوسرا واقعہ تھا جب باس نے کسی لڑکی کو ڈانٹ کے نکال دیا تھا باقیوں کی نسبت وہ خاموشی سے اپنا کام کرتی رہی۔ بڑی سے سیاہ چادر میں جس سے بامشکل اس کے کپڑے نظر آتے تھے۔

نقاب کے ساتھ وہ خود کو اچھے سے ڈھانپنا جانتی تھی ارد گرد سے ب نیاز وہ جانتی تھی کہ اپنے کام سے کام رکھنے والے افراد کو مسائل کا سامنا کرنا پڑتا اور ایسا ہی تھا ان تین مہینوں میں نہ کسی کو اس سے شکایت تھی نہ ہی اسے وہ ایک مڈل کلاس گھرانے سے تعلق رکھتی تھی

جو اپنی تعلیم مکمل کر کے اب باقی دو بہن اور بھائی کی تعلیم کے لیے اپنے بابا کا ہاتھ بٹانا چاہتی تھی اس جاب سے اور وہ ایسا کر رہی تھی وہ اپنی زندگی سے مطمئن حیات زاہرہ تھی جس نے انتہائی مہذب اور شکر کرنے والے گھرانے میں آنکھ کھولی تھی جو اپنے مسئلے خود حل کرنا پسند کرتی تھی اور دوسروں کے بھی اور پھر وہ ایک شخص کے مسئلوں میں ہی پھنس کے رہ گئی۔

جو تھا یا رولی خانزادہ اور وہ شخص دنیا سے بے نیاز تھا۔ اور حیات زاہرہ کا باس تھا۔ اندر افس میں بیٹھا یا رولی اب پر سکون بیٹھا تھا جیسے کچھ ہو انہ ہو وہ اپنی اس نی امپلاے کو اس کی اوقات یاد دلا چکا تھا۔

اس کے لیے اس دنیا میں بس اس کی پانچ سال کی بیٹی اہم تھی اور کوئی رشتہ تھا بھی نی وہ اس کے اگے ہر چیز فراموش کر سکتا تھا افس میں جاتی وہ پیاری بچی جو کسی گڑیا کی طرح تھی

ہمیشہ کی طرح اس کی توجہ اپنی طرف کر گئی اور بے اختیار حیات کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

جسے اتنے دیکھ یا ورولی اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کی طرف دوڑا اس کی بیٹی اس کی زندگی تھی۔ عینہ جو اپنے بابا کے پیار کرنے پر اب ہنسے جا رہی تھی۔

زویا شاہ اس امیر زادے کی گاڑی کا حشر کرنے کے بعد اب پر سکون تھی حالانکہ وہ جانتی تھی اس کی گاڑی کا نقصان کرنے والا وہ نہیں بلکہ یہ اس کے ڈرائیور کی غلطی تھی اسے گاڑی کے نقصان کا افسوس بھی نہ تھا۔

اسے اس وقت بس اس امیر زادے کے اس مغرور رویے پہ غصہ آیا تھا جس نے معذرت کی بجائے نوٹوں کی گڈی اس کی گاڑی پر پھینک کر اس کا دماغ خراب کر دیا تھا۔

شاید اسے جلدی تھی پر ایسی بھی کیا جلدی کے بندہ تہذیبھی بھول جائے خیر وہ بھی اچھا سبق سکھا کہ ای تھی۔ ہوتا رہے وہ امیر وہ بھی ملک کے امیر ترین بزنس مین رحمت شاہ کی

اکلوتی اولاد تھی جو بد تمیز نہ تھی اصول پسند پر یکٹیکل لڑکی تھی۔

جسکی یہ خوبی تھی یا خامی کہ آسے کسی چیز سے ڈرنہ لگتا تھا وہ کر گزرنے والی تھی۔

نواب زادہ رافع سکندر کو آج وہ چھٹانک بھر کی لڑکی اچھا خاصہ ڈسٹرب کر گئی تھی جس نے
انجسٹرک پراس کا تماشا بنانے کے رکھ دیا تھا اور وہ اپنی سیاسی پوزیشن کی وجہ سے اسے فوری
سبق بھی نہ سکھاسکا

مگر وہ اس کی عقل ٹھکانے رکھنے کا ارادہ رکھتا تھا ایک گھنٹے میں اس لڑکی کی ساری معلومات
اس کی میز پر تھی وہ اس لڑکی کے اچھے خاصے بیک گراؤنڈ کے باوجود بھی اسے اغوا
کروانے کا حکم دے چکا تھا اس کی آنکھوں کی وحشت اس وقت اس کے عملے کو گونگا کیے
ہوئے تھے سب جانتے تھے اگر کسی سے کوئی بات ہوئی تو اس لڑکی کا سارا غصہ رافع
سکندر اس پہ نکالے گا لہذا سب بس اپنے کام میں مصروف اس کی طرف سے خود کو محفوظ
رکھنے کے لیے ورد کر رہے تھے۔

زویا جو کہ اپنے حلیے سے کہیں سے بھی امیر زادی نہ لگتی تھی نہ ہی اس میں لڑکیوں والی
کوئی خوبی گھی وہ اپنی ذات میں ملنگ لڑکی جی جان سے سوشل ورک میں مصروف رہتی
تھی۔

اج بھی وہ تیار خود ڈرائیو کرتی اپنے این جی او کی جانب گامزن تھی جب آگے پیچھے سے دو گاڑنے اس کا راستہ روک لیا اور بغیر سنبھلنے کا موقع دیے نقاب پوش اسے اپنے ساتھ لے گئے۔

رافع سکندر جو اپنے کام میں مصروف تھا مطلوبہ میسج کے فون پر ملتے طنزیہ مسکراتے ہوئے بولا تو مس زویا شاہ ملاقات کا وقت ہو اچاھتاھے اس کا ارادہ اسے ایک دن قید میں رکھ کر ڈرا کر معافی منگوا کر اس کی اکڑ ختم کر کے چھوڑنے کا تھا تو وہ کل اس سے ملنے کا سوچتا دوبارہ کام میں مصروف ہو گیا اسے کبھی لڑکیوں میں دلچسپی نہ لی تھی اس کا کافی چڑھتی تھی۔

ان سے اس لیے وہ ہمیشہ ان سے فاصلہ رکھتا مگر اپنی طاقت کا غرور اسے کسی کو بھی نہ بخشنے دیتا تھا۔ ادھر زویا شاہ کو مطلوب جگہ پہنچا دیا گیا جہاں وہ خود کو چھڑانے کے لیے مزاحمت کے ساتھ موجود لوگوں کو خوب دھمکائے جا رہی تھی تبھی اسے ایک کمرے میں بند کر دیا گیا۔

وہ روز کی طرح آج بھی اپنے کام میں مصروف تھی۔ آفس میں کم لوگ تھے کیونکہ یہ لُنچ ٹائم تھا کہ اسے اسے عینہ کی آواز آئی جو رو رہی تھی شاید حیات زاہرہ کو پریشانی ہوئی تو اسے دیکھنے کے لیے اٹھی آواز کین سے آرہی تھی جبکہ یاورولی تو میٹنگ روم میں تھا تو پھر عینہ کس کے پاس تھی یہ دیکھنے کے لیے جیسے اس نے آفس کا دروازہ کھولا اس کے چہرے پہ ناگواریت ابھری۔

آفس کا کلرک عینہ کو بار بار اپنے پاس بلا رہا تھا جبکہ عینہ روتی اس سے دور بھاگ رہی تھی

نونا نونا مجھے نی آنا آپ کے پاس بابا پاس جانا ہے۔

حیات کو دیکھ وہ اس کے پاس بھاگی راس کے گلے لگ گئی۔ اور حیات کو دیکھ کلرک کارنگ ا

اور وہ سر میں ہاتھ مارتا کچھ بولنے ہی لگا تھا کہ حیات عینہ کو اٹھائے اس غصے سے دیکھتے چلی

گئی۔ اپنے کین میں آنے کے بعد اس نے عینہ کو گود میں بیٹھا کے اس کے آنسو صاف کیے۔

"ہے ہے ڈول کیا ہو کیوں رو رہی میری جان روتے نہیں دیکھو ادھر"

- یہ اس کی عینہ سے پہلی ملاقات تھی مگر وہ بچی اس سے ایسے لگے بیٹھی تھی جیسے کب سے جانتی ہو حالانکہ وہ اپنے باپ کے علاوہ کسی سے اتنی مانوس نئی تھی۔
علی انکل گندے

He pinched me

اس نے اپنا بازو دیکھا یا جو لال ہو گیا تھا۔ حیات کو کلرک سے زیادہ اس کے بابا پہ غصہ آیا کے وہ شخص کیسے اپنی بچی کے معاملے یوں ہی کسی پہ بھروسہ کر سکتا ہے۔
ڈول آپ کو ان کے پاس نئی جانا چاہیے تھانہ

میں تو نئی گی تھی بابا کی چیر پہ ہی بابا کا wait کر رہی تھی۔ وہ ائے تو بولے میں ان سے friend ship کر لوں تو وہ میرے ساتھ گیمنز کھیلا کریں گے۔ میں ان کے پاس گی تو انہوں نے pinch کر دیا۔

وہ منہ کے زاویے بگاڑ کے بولے جارہی تھی۔ حیات کو اس پہ پیار بھی آیا اور ہمدردی بھی ہوئی۔

ڈول ایسے تو کسی کے پاس نی چلے جاتے ہیں اور کسی کو ٹچ نہیں کرنے دیتے۔ اپ کو بس بابا کے پاس رہنا چاہیے اور وہ جس سے کہیں بس ان سے بات کرنی چاہیے آپ میری بات سمجھ رہی ہونہ۔

جبکہ عینہ اس کی بات کو غور سے سنتی سرہاں میں ہلا دیا۔
اس کے یوں منہ کھول کے فرمانبرداری سے ہاں کہنے پہ حیات کو اس پہ بہت پیار آیا کہ اس نے چٹا چٹ اس کے گال چوم لیے۔ اس کے اس طرح پیار کرنے پہ عینہ کھل کھلا کے ہنس دی۔

بابا بھی ایسے پیار کرتے۔ اس کے بتانے پہ حیات نے منہ اوو کی شکل میں کھولا۔
بچے شروع سے اس کی کمزوری تھے۔ اس کے بہن بھائیوں کے بڑے ہونے کے بعد اکثر پڑوسیوں کے بچے ان کے گھر پائے جاتے تھے۔ اسے بچوں کے ساتھ وقت گزارنا اچھا لگتا تھا۔

اس کے نزدیک دنیا کی سب سے بڑی خوبصورتی بچے ہوتے ہیں جن کے ساتھ وقت گزار ان کے ساتھ کھیل کے انسان اپنی پریشانیاں بھول جائے۔

مگر وہ یہ سوچ رہی تھی کہ اس حوالے سے باس کو بتانا ضروری ہے کہ وہ آئندہ کے لیے احتیاط کریں۔

عینہ سارہ وقت اس سے باتیں کرتی رہی اسے وہ لڑکی بہت اچھی لگی۔ کیونکہ اس نے سے اپنے ساتھ کھانا کھلایا تھا تو اس نے حیات کا چہرہ دیکھا تھا۔ مگر وہ معصوم اسے دوست بننے کا نہ کہہ سکی۔ کیونکہ ابھی تو اس پیاری لڑکی نے سمجھایا تھا کہ بابا سے پوچھے بغیر کسی سے دوستی نہیں کرنی۔

اس نے عینہ کو اپنے پاس ہی بٹھائے رکھا۔ جب تک میٹنگ کا وقت ختم نہ ہو گیا۔

رافع سکندر مطلوبہ جگہ اس لڑکی کو دیکھنے پہنچا ہی تھا کہ اسے زویا شاہ کے بھاگنے کی اطلاع ملی۔ اس کی لوگ اس کے ڈر سے اسے یقین دلایا۔

سر وہ بلڈنگ میں ہی ہے چھپی ہوئی ہے ہم ڈھونڈ لیں گے وہ باہر نہیں نکلی۔ ادھے گھنٹے ان کے عذر سن کے وہ ان سب کی کلاس لیتا واپس پپٹا کہ کسی کے لیے کسی بھی وجہ سے خود کو خوار نہیں کر سکتا تھا۔

پارکنگ ایریا میں اچانک سے کوئی سامنے آیا اور بغیر اسے سنبھلنے کا موقع دیے ایک چھوٹا چا

قواس کے سینے میں پیوست ہو چکا تھا۔

وہ کتنی دیر اپنے سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھتا رہا جو اسے خاصا ذخمی کر اب بے تاثر چہرے کے

ساتھ اسے دیکھ رہی تھی۔

رافع سکندر کے چہرے کا رنگ خطرناک حد تک سرخ ہوا تھا۔

"یہ کیا کیا تم نے"

وہ اتنی زور سے دھاڑا تھا کہ اس کی طرف بھاگتے اس کے آدمی بھی اپنی جگہ سے نہ ہل

سکے۔

بس فرق نہ پڑا تھا تو اس سامنے کھڑی لڑکی کو۔ جو اس کی طرح ہی چلائی تھی۔

"چلاؤ مت"۔۔۔۔۔

دونوں غیض و غضب لیے ایک دوسرے کے روبرو تھے۔

کہ زویا بولی

کیوں کیا ہوا غصہ آرہا ہے۔ تمہیں کیا لگتا ہے تم اپنے پالتوں سے مجھے اغوا کر کے ڈرا لو گے۔ یہ

گھٹیا حرکت کر کے تم نے مجھے بہت مایوس کیا ہے۔ میں ذرا دشمن بھی لیول کا بناتی ہوں جس کا

مورال ہائی ہو لیکن یہاں تو ایک ایسے شخص سے پالا پڑ گیا۔۔۔ خیر چھوڑو میں بھی کس سے کہہ رہی۔

وہ اس کے سامنے کھڑی اس کی برداشت کا امتحان لے رہی تھی۔ اسے زخم سے فرق نہیں پڑا تھا جتنا سامنے والی کی زبان درازی وہ برداشت کر رہا تھا۔

تو تم نے اپنے آدمیوں سے کہہ کے مجھے اٹھوایا سبق سکھانا ہو گا مجھے آخر کسی کی سوکا لڈ آنا ڈرے آگی ہوگی۔ ایک تو مردوں کی انا عورت کی عزت سے بھی زیادہ نازک ہوتی ہے۔

اس نے انتہائی بے زار انداز میں کہہ کے مقابل کو تپایا۔

کیوں اکیلے میرا مقابلہ نہیں کر سکتے جاہلوں والے ہتھکنڈے استعمال کیوں کر رہے ہو کیا ڈر گئے ہو مجھ سے کے میرا مقابلہ کرنے کے لیے فوج بلا لی۔

اس دفعہ اس کے گرد گھومتے ہاتھ پہ ہاتھ مار کے تمسخر اڑاتی ہنسی سے کہا۔

رافع سکندر کا زخم گہرا نہ تھا مگر خون بہہ بہہ کے اس کی شرٹ بھگور رہا تھا۔

اچانک ہی اس کے ایک فٹ کے فاصلے پر اپنے قدم روک اس نے اس لڑکی کا بازو دبوچ کے قریب کیا۔

تم خود کو سمجھتی کیا ہو۔ اس وقت تمہارا کیا حشر کر سکتا ہوں یہ تم خود بھی اندازہ لگا سکتی ہو۔ ایک ایک لفظ کو دانت پیستے غصے کی شدت سے کہا گیا

لہذا سوچ سمجھ کے بات کرو۔

غلط آدمی سے پنگالے لیا۔۔۔۔۔

اس کی بات سنتے رافع کے چہرے پہ طنزیہ مسکراہٹ آگئی۔ اس کے بازو کی گرد گرفت کم ہوئی۔ ابھی وہ اسے چھوڑتا کے وہ مزید بولی۔

اپنے آدمیوں کے ساتھ تمہیں لگتا ہے کے بڑا تیر مار لیا تم نے ہے نہ۔ اکیلے تو تم کچھ نہیں ہو۔۔۔۔۔ بس ان کے دم پہ اتنا غرور ہے تمہیں۔۔۔۔۔؟

اس کی کی جانے والی بار بار تزلزل بس سے باہر ہوئی تو اسے بالوں سے پکڑا اس کا چہرہ اپنے قریب کر لیا۔ جہاں وہ ابھی بھی استہزایہ مسکراہٹ ہی تھی۔۔۔۔۔ یہ پہلی لڑکی تھی جسے وہ انجانے میں اپنے قریب کیے ہوئے تھا۔ وگرنہ ان سے ہمیشہ دور رہنا پسند کرتا تھا۔

کہنا کیا چاہ رہی ہو لڑکی۔۔۔۔۔؟

وہ جو اس سے معافی منگوانے کا ارادہ رکھتا تھا اب اس کے ساتھ ایک نئی بحث میں پڑ گیا تھا۔ بس یہی کے تم اکیلے کچھ نہیں۔۔۔۔۔

میرا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ مجھے ان چیزوں سے کبھی ہرا نہیں سکتے۔

نجانے وہ ضدی لڑکی بھی کیوں بات کو بڑھائے جا رہی تھی۔۔۔۔۔

ان کے جھگڑے کی بنیاد چھوٹی تھی مگر ان کی لڑائی بڑی ہو گئی تھی۔ یا شاید قدرت ہی انہیں ایک دوسرے میں الجھائے جا رہی تھی۔۔۔۔۔

رافع نے جھٹکے سے اس کے بال چھوڑے تھے کے وہ نیچے جا گری۔

اور یہ خوش فہمی کب ہوئی تمہیں اس کے لہجے میں طنز تھا۔

یہ حقیقت ہے ہاں اگر تمہیں غلط فہمی ہے تو کیا کیا جاسکتا ہے وہ آرام سے سیدھے ہو کے بیٹھ گی۔
چاہو تو ثابت کر لیں۔۔

احسان کرنے والے طریقے سے کہا گیا۔۔۔

جاؤ لڑکی گھر جاؤ میرا دماغ نہ کھاؤ۔ بس آئندہ میرے سامنے نہ اناور نہ میں معاف نہیں کروں گا۔
ڈر گئے نہ۔؟۔۔۔ وہ پلٹا ہی تھا جب وہ ہاتھ جھاڑتی اٹھتی مگن لہجے میں بولی۔۔۔

اور اگر میں تمہیں غلط ثابت کروں تو۔۔۔۔۔

نہ جانے کیا سوچ وہ جاتے جاتے پلٹ کر کہنے لگا۔۔۔

یہ باتیں وہاں کھڑے لوگوں کے لیے نی تھی کیونکہ اسے بولنا بحث کرنا پسند نہ تھا اور کہاں وہ اس
لڑکی کو جواب دے رہا تھا۔۔ وہ اس کے بولنے کے انتظار میں تھا۔

تم ایک دن بھی اپنے ان پروٹوکول کے بغیر نہیں رہ سکتے رہنے دو۔۔۔۔۔ تم سے نہ ہوگا۔

اس کا اندازا سے بار بار تپا رہا تھا۔

ایک ہفتے کے بعد تم اور میں جنگل ٹرپ پہ ہوں گے۔ اور وہاں سیلف سروائور بن کے ایک ہفتہ

گزاریں گے۔ بولو منظور ہے۔۔۔۔۔

مقابل کی خاموشی دیکھ۔۔۔۔۔ وہ پلٹ کر چل پڑا۔۔۔۔۔ جواب جو جانتا تھا۔ کہ وہ کبھی ہاں نہ کہے

گی۔

منظور ہے۔۔۔۔۔ چند قدم لیے تھے کہ وہ بولی۔۔۔۔۔

اور اگر وہاں تمہاری یہ اکڑ ختم ہوگی تو جو میں کرنے کو کہوں گا وہ کرنا پڑے گا وہ واپس چلتے مقابل آ
ٹھہرا۔۔۔۔۔

دونوں کی آنکھوں میں ایک دوسرے کو دیکھتے چہلچہا۔
اور اگر میں نے تمہارا غرور ختم کر دیا تو جو میں کہوں گی وہ کرنا پڑے گا۔
منظور ہے۔

دونوں رخ پھیر ایک دوسرے کے مخالف چل پڑے۔ اگے قسمت میں کیا تھا کون جانتا تھا۔
پلیز اچھے رویوز دیا کریں اور اپنا پوائنٹ اف ویو بھی لکھنے کے
لیے ہمت ملتی ہے۔۔۔۔۔



وہ آفس ٹائم ختم ہوتے ہی اٹھی اور عینہ کو ساتھ لیا کہ سامنے ہی یا ورولی انتہائی اضطرابی حالت میں
پہنچ گیا۔ عینہ فوراً ہی اپنے بابا کے پاس بھاگی جسے اس نے فوراً ہی اٹھا لیا۔
میری جان کہاں چلی گئی تھی بابا پریشان ہو گئے تھے۔

سوری بابا وہ اس کے منہ پہ اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھ رکھ کر اس کو پیار کرتے ہوئے بولی۔
آفس میں رہنے کو کہا تھا بابا نے باہر کیوں آئی آپ۔۔۔۔۔

وہ دونوں باپ بیٹی خود سے بات کرنے میں مصروف تھے جب حیات بول پڑی۔

میں لائی ہوں انہیں یہاں۔۔۔

آواز سن کے یاورولی اس طرف متوجہ ہوا جسے اس نے مکمل نظر انداز کیا ہوا تھا۔ ماتھے پہ بل پڑے۔

کیوں انداز سرد تھا۔

حیات نے بنا اثر لیے وجہ بتادی جسے سنتے یاورولی کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔ وہ عینہ کو خود میں بھینچ گیا۔ آفس میں لوگ موجود تھے کوئی بھی اس کے جانے سے پہلے نہ جانتا تھا۔

سر اپنی اولاد کے معاملے میں کسی پہ بھی بھروسہ نہیں کرتے سوائے اپنے اور نہ ہی اس سے یوں لا پرواہی اختیار کرتے ہیں۔ حیات کو جو بات بری لگی تھی وہ اس نے آرام سے بول دی یہ جانے بنا کے سامنے والے شخص کے لیے اس کی بیٹی کیا ہے۔

یاورولی نے ایک نظر اسے دیکھا چہرے پہ اشتعال نمایاں تھا اور اپنہ روم کی طرف چل پڑا۔ وہ بھی اپنا سامان سمیٹنے لگی۔ وہ عینہ کو روم میں بٹھا کر واپس آ گیا اور دھاڑا۔
کلرک کو بلاؤ"

اس کا سیکرٹری جو اس کے ساتھ ہی رہتا تھا فوراً بھاگا۔

دومنٹ میں کلرک سامنے تھا جو نظریں جھکائے کانپ رہا تھا اس کو اندازہ نہ تھا کہ اس کی حرکت کی خبر باس تک پہنچ جائے گی۔

یاورولی دو قدم اس کے قریب گیا تو وہ بے ساختہ پیچھے ہوا۔

یہ سارا منظر حیات اپنے کین سے دیکھ رہی تھی۔ وہ دیکھ سکتی تھی اس شخص کے چہرے پر کتنا غضب ہے اس کی لال ہوتی انکھیں اسے وہی سے نظر آرہی تھی۔

یاور کچھ نہ بولا بس سرخ آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ پورا آفس اس وقت اس کے غصے کے سبب سانس روکے تھا کسی کو سمجھ نہ آرہی تھی کہ ہوا کیا ہے۔ اس وقت آفس میں ہوکا عالم تھا اور اس خاموشی کو کلرک کی گھٹی گھٹی آواز نے توڑا۔

"سوری س۔ س۔ سر میں ب۔ بس۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

اس کی بات ابھی منہ میں ہی تھی کہ یاور نے اگے بڑھ ایک ہی جست میں اس کو دبوچ اس کا دایاں بازو توڑ دیا۔ ہڈی چٹخنے کی آواز سب نے سنی۔

ادھر کلرک کی دھاڑ نکلی وہ فرش پر گر گیا اس کی چیخوں سے باقی سٹاف بھی اکٹھا ہو گیا۔ جب یاور نے دوسرا بازو بھی دبوچ کے توڑ دیا۔

کلرک اب گڑ گڑا کے باقاعدہ معافیاں مانگنے لگا۔

حیات جو منہ پہ ہاتھ رکھ کر پہلی کاروائی کو ہضم کرنے کے کوشش کر رہی تھی۔ اس بار اپنی پھٹی پھٹی آنکھوں سے یاور ولی کو دیکھنے لگی جس کو روکنے کی کسی میں ہمت نہیں تھی۔

لے جاؤ اسے اور اب میرے سامنے نہ آنا ورنہ اگلی بار ذندہ نہیں بچو گے۔ وہ کہتا اپنے روم میں جا چکا تھا۔

"بابا میں دوست بنا لوں" عینہ اپنے بابا کی گود میں بیٹھی کارٹون دیکھ رہی تھی۔ جب اچانک بولی۔

بابا عینہ کے دوست ہیں نہ تو اسے اور دوست کیوں چاہیے۔

وہ جو ایک طرف لیپ ٹاپ رکھے کام کرتا اس کی طرف متوجہ ہوا۔

نہیں ایک اور دوست بھی چاہیے۔

اچھا بتائیں کون دوست چاہیے۔۔۔؟

وہ حیات آنی میں ان سے دوستی کر لوں۔

یاورولی کے ماتھے پہ بل پڑے۔ یاد آیا کے کیسے اس لڑکی نے اس کی اپنی بیٹی کے لیے فکر کونج کیا

تھا۔

اس نے گہرا سانس لیا۔

"مجھے لگا وہ اب تک آپ کی دوست بن گئی ہوں گی"

وہ اس کے بالوں کو سنوار کے ان پہ اپنے لب رکھتا ہوا بولا۔

"امم ہم نہیں ہوئی انہوں نے بولا تھا جب تک بابا نہ پر میشن دیں کسی سے فرینڈ شپ نہیں کرنی

"

یہاں یاورولی نے حیرت سے بھنویں اچکائی۔

"اچھا اور کیا کیا کہا انہوں نے"

تو عینہ ساری باتیں بتانا شروع ہو گئی بے شک وہ بہت ذہین بچی تھی۔

"اور بس۔۔۔"

اس کی ساری باتیں سن وہ واقعی قائل ہوا تھا اسے واقعی عینہ کو یہ باتیں سمجھانی چاہیے تھی جو مس حیات نے سمجھائی تھی۔ وہ بہت کچھ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ صبح والے واقعے کو یاد کر اس نے پھر سے عینہ کو بھیج لیا۔

اگلے دن آفس میں سب معمول پر تھا۔ حیات تھوڑا لیٹ ہو گی تھی وہ جیسے اپنے کین میں آئی اسے اطلاع ملی کہ سریارولی نے اسے بلایا ہے۔ یہ پہلی مرتبہ تھا۔ کل والے سریارولی کے روپ کو یاد کر کے اس نے بے ساختہ جھر جھری لی۔ اور خود کو پر سکون کر کے ان کے روم کی طرف چل دی۔

دروازہ ناک کیا۔

"آجائیں"

اندر داخل ہوئی تو یارولی کو گلاس وال کے پاس کھڑا پایا۔

"مس حیات زاہرہ رائٹ"

"رائٹ سر"

"مممم" بیٹھیں وہ اسے ایک طرف رکھے صوفوں کی طرف اشارہ کر کے خود دوسری طرف آ کے

بیٹھ گیا۔

"کچھ لیں گی"

"نو سر تھینک یو"

"عینہ کی اچھی دوستی ہو گئی ہے آپ سے" انداز سنجیدہ ہی تھا۔

"جی شاید" اس نے بھی نارمل انداز میں جواب دیا۔

"چلیں آپ کے ورکنگ اور زبڑھاتے ہیں اور پے بھی۔"

"جی میں کچھ سمجھی نہیں"

"آپ آفس کے علاوہ عینہ کو ٹائم دیں گیں۔ مگر اسے اپنی عادت نہیں لگنے دیں گی۔ اسے اس طرح سے ڈیل کریں گی کہ وہ ہرٹ بھی نہ ہو اور اسے آپ سے نہ مل کے بھی برانہ لگے۔ میری بیٹی نے کل آپ سے فرینڈ شپ کے لیے پرمیشن مانگی ہے۔ ظاہر ہے آپ اسے پسند آئی ہیں۔ میں منع کرتا تو وہ ہرٹ ہوتی۔ لیکن میں یہ بھی نہیں چاہتا وہ میرے علاوہ کسی سے اٹیچ ہو۔ آپ سمجھ رہی ہیں نہ بس ایک مہینے کی بات ہے۔"

وہ اپنی بات بغیر لچک کے کہہ کے خاموشی ہو گیا البتہ حیات آنکھیں کھول انہیں مسلسل پٹیٹا کے سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ آخر یہ بندہ کہنا کیا چاہ رہا ہے۔

"مطلب" اس کے منہ سے نکلا تو فقط اتنا۔

جہاں یاور نے اسے گھوری سے نوازا۔

"اتنی کوئی مشکل بات بھی نہیں کی میں نے کہ آپ کو سمجھ نہیں آئی۔ آپ نے خود ہی تو کہا تھا کہ

اپنی بیٹی کے معاملے میں مجھے کسی پہ بھروسہ نہیں کرنا چاہیے تو میں کسی اور کو کیسے اس کی عادت

بننے دوں"۔" وہ عینہ کے معاملے میں بہت حساس تھا یہ تو وہ جان گئی تھی۔

"جی سمجھ گی مشکل ہے مگر میں کر لوں گی۔ مگر میری ایک شرط ہے۔"
شرط لفظ سن یا اور استہزایہ مسکرا اٹھا۔ اور انتہائی بے زار انداز میں بولا۔
"کہیں"

"میں آفس ٹائم سے بس ایک گھنٹہ زیادہ دے پاؤں گی۔ اور مجھے ایکسٹراپے بھی نہیں چاہیے جتنی
ہے اتنی رہنے دیں"

اس کی بات پہ یا رولی کے ماتھے پہ بل پڑے۔

"اور آپ مجھے یہ فیور دے کیوں رہی ہیں آپ کو یہ کام کا حصہ ہی سمجھنا چاہیے میں کسی کا احسان
نہیں رکھتا یا اور کوئی بات ہے۔"

"یہ کوئی اتنا بڑا کام نہیں جس کے پیسے لوں۔ عینہ کے ساتھ جو ٹائم سپینڈ کروں گی وہ کافی ہو گا بچوں
کے ساتھ وقت گزارنے میں جو ذہنی سکون ملتا اس کا کوئی متبادل نہیں بلکہ شکریہ اپ اپنی اتنی
پیاری عینہ کچھ وقت کے لیے ہی سہی مجھ سے شیئر کر رہے۔"

"شیئر نہیں کر رہا بس اس کا شوق پورا کر رہا ہوں۔"

اس کے فوراً جواب پر حیات کو ہنسی آگئی جسے اس نے نقاب میں ہونے کی وجہ سے کنٹرول کیا مگر
مقابل نے اس کی آنکھوں کو دیکھ لیا جو واضح ہنس رہی تھیں۔

"اوکے سوری بٹ سٹارٹ کا پورا ہفتہ وہ بس انجوائے کرے گی اس پلین پر بعد میں عمل کیا جائے"

گا "

یاورولی نے اس کی بات پہ محظ سر ہلا دیا۔ حیات کھڑی ہوئی تو وہ بھی کھڑا ہو گیا۔

رافع سکندر مطلوبہ جگہ موجود تھا جہاں زویا شاہ کا انتظار تھا۔ جب وہ بھی پانچ منٹ کے انتظار کے بعد آتی ہوئی نظر آئی۔ اس نے ایک بیگ اپنے کاندھوں پہ ڈالا ہوا تھا اس کا ڈرائیور اسے چھوڑ کے چلا گیا تھا۔ وہ آج بھی اکیلی تھی۔ اسے دیکھتے رافع نے نامحسوس انداز میں اپنا بیگ اپنے سیکرٹری کے ہاتھ سے لے لیا۔ اور انہیں جانے کا اشارہ کیا۔ جب تک وہ اس کی طرف آگئی۔

"ریڈی"

زویا کے کہنے پر رافع نے اپنے قدم آگے کو بڑھا دیے۔

"اوو ہوو" attitude چلو دیکھتے کب تک رہتا ہے۔

یہ کہتے وہ بھی اسی طرف چل دی۔ وہ دونوں چلتے چلتے جنگل میں کافی دور نکل آئے جہاں ابھی انہیں بیس کیمپ تک جانا تھا جو جنگل کے درمیان میں واقع تھا۔ اور انہیں پیدل وہاں تک جانا تھا۔

وہ جنگل میں اس پاگل لڑکی کے ساتھ اکیلے سفر کر رہا تھا جو اسے سخت بری لگی تھی۔ جو بندہ بغیر پروٹوکول کے قدم باہر نہ رکھتا اس عجیب لڑکی کے چیلنج کو قبول کر کے اب اس کے ساتھ جنگل میں

خوار ہو رہا تھا۔

دل اسے یہی مار کے دفن کرنے کا کر رہا تھا مگر وہ بمشکل خود پہ ضبط کیے سنجیدہ تھا۔ اور خود پہ حیران بھی جو دوسری ملاقات پہ خود کو زخمی کر دینے والی لڑکی کے ہمراہ تھا۔ جس کی دی تکلیف ایک ہفتہ گزرنے کے بعد بھی تھی۔

آخر اسے ضرورت ہی کیا تھی اس کے اگے خود کو ثابت کرنے کی۔ وہ نہ آتا تو کیا ہو جاتا۔۔۔۔۔
کیا ہوا بھی سے تھک گئے کیا مسٹر رافع اسے سوچ میں گم دیکھ۔

اس نے مڑ کے طنز کیا اور اس کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا۔

رافع نے ایک پل اسے دیکھا جو ایسے گھوم رہی تھی جیسے جنگل اس کا گھر ہو۔

ویسے اس کی حرکتیں جنگلی ہی تھیں۔

پھر اسے نظر انداز کرتا گے بڑھ گیا۔

پیچھے سے وہ کندھے اچکا کر اسکے پیچھے چل دی۔ وہ بیس کیمپ پہنچے جو کے پانی کے جھرنے کے پاس

تھا۔ جسے دیکھتے زویا اسی طرف بھاگی کہ اسے ایسی جگہیں بہت پسند تھی۔

رافع بھی اسی طرف چل دیا کے مسلسل تین گھنٹے چلنے سے اسے واقعی اس جھرنے کے ٹھنڈے

پانی سے فریش ہونے کی ضرورت تھی۔ وہ جھرنے کے پانی گرنے والے حصے کی طرف بڑھا ہی تھا

کہ پھسلنے کی وجہ سے وہ کنٹرول کرنے کے باوجود بھی پانی میں گر پڑا۔

زویا جو اسی طرف پتھر پہ بیٹھی پانی میں پاؤں چلا رہی تھی اس کے آنے کو دیکھ رہی تھی پھر اس کے پھسلنے پہ خود کو گرنے سے بچانے کی جدوجہد کرتے اور آخر گر جانے پر وہ اپنا پیٹ پکڑ کر ہنس دی اتنا ہنسی کے آنکھوں سے پانی نکل آیا۔

"اوووو ہو جاتا ہے ہوووو جاتا ہے"

اور رافع دانت پیستے اسے گھورے جا رہا تھا۔

کہ اچانک بہت زیادہ ہسنے کی وجہ سے وہ خود بھی پتھر سے گر پڑی اور خود کو پانی میں دیکھ اس کی ہنسی کو بریک لگی۔

ادھر رافع جو اپنے گرنے پر اب اٹھنے لگا تھا چھپاک کی آواز پر اسے بھی پانی میں گرا پایا تو اس کی حالت دیکھ اس کے ب ساختہ ہنسی نکلی۔ وہ مسلسل اسے دیکھ ہنسنے جا رہا تھا۔ زویا کو جب اپنی حالت کا اندازہ ہوا تو وہ خود بھی ہنس دی۔ اور رافع کی طرف دیکھا جو ہنستے ہوئے کسی ریاست کا شہزادہ لگ رہا تھا۔ مگر اس کے دیکھنے پر فوراً سنجیدہ ہو گیا۔

وہ دونوی اس وقت سپورٹس سوٹس میں تھے زویا سیاہ اور رافع گہرے نیلے رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھا۔

فوراً سے پانی سے باہر نکلا اور اپنے بیگ کی طرف بڑھ گیا جو اس نے وہی اتار رکھا تھا۔ پیچھے زویا سے "کنجوس" کے لقب سے نوازتی پھر سے جھرنے کی طرف متوجہ ہو گئی جہاں اس کا ارادہ اب مچھلیاں پکڑنے کا تھا۔

"اے نواب زادے اپنے کام خود کرو میں نوکر نہیں ہوں تمہاری"

"تمیز سے بات کرو لڑکی" نواب زادہ رافع سکندر نام ہے میرا، یہ نواب زادے کیا ہوتا ہے " رافع کو تو اس کے اس انداز میں بلانے پر مانو پتنگے لگ گئے تھے۔

اس نے اپنے کام میں زراستی کیا کر دی تھی وہ لڑکی پھر لڑنے کو تیار تھی۔ جیسے وہ بس موقع کی تلاش میں تھی۔

ادھر زویا شاہ کو اس کے پورے نام کے پتا لگتے ہی ہنسی کے دورے شروع ہو گئے تھے۔

"کیا کہا واقعی نواب زادہ میں بھی کہوں بندہ اتنا سست کیوں ہے واقعی تم تو نواب ہو بھی"

"لیکن میں تمہاری ملازمہ نہیں اس لیے اپنا کام صحیح سے کیا کرو" آخر میں یہ لفظ استہزایہ جتا کر وہ اپنے بال جھٹکتی اپنے کام کی طرف متوجہ ہو گئی "

ادھر رافع اسے گھورتا دانت پیستے اپنا غصہ ٹھنڈا کرنے جنگل کے اندر کی طرف چلا گیا۔ اسے لکڑیاں لانی تھیں۔ ورنہ وہ پھر شروع ہو جاتی۔

جنگل میں آج انہیں تیسرا دن تھا۔ انہوں نے اپنے اپنے کام بانٹ لیے تھے۔ ان میں بات بھی محظ کام کے لیے ہو رہی تھی۔ زویا کو کیمپنگ کا کافی تجربہ تھا اس لیے وہ مزے سے سب کر رہی تھی تبھی اس نے رافع کا چیلنج مزے سے قبول کر لیا تھا۔

رافع کو بھی تجربہ تھا لیکن دس سال پرانہ جوزویا کے ہر چھ مہینے بعد کے کیمپنگ کے شوق کے آگے کچھ نہ تھا اب وہ خود کو ملامت کر رہا تھا اپنے چیلنج میں خود جو پھنس گیا تھا مگر ظاہر نہ ہونے دے رہا تھا۔

زویا اس کے لکڑیاں لانے کا انتظار کر رہی تھی کہ اس نے پھراج مینیو میں مچھلی بنانی تھی مچھلی پکڑنے اور پکانے کا کام اس کا تھا جبکہ لکڑیاں لانے اور جلانے کا کام رافع کا تھا۔

مگر وہ دو گھنٹوں سے اب تک نہ آیا تو زویا نے اسے ڈھونڈنے کا فیصلہ کرتے اسی سمت رخ کیا۔ وہ اسے ڈھونڈتے کافی اگے نکل آئی جب وہ اسے کہیں نظر نہ آیا تو وہ پٹی مگر اچانک اسے کسی نے کھینچ

لیا وہ رافع تھا جو اسے درخت سے لگائے اب کسی چیز کو اپنے جو توں سے مسل رہا تھا۔ یہ سب چند پلوں میں ہوا تھا جب زویا کو سمجھ آئی تو اس نے دیکھا وہ سانپ کا سر کچل رہا تھا۔

تو وہ اسے سانپ سے بچا رہا تھا۔ ادھر رافع اپنا کام کر اس کی طرف مڑا کہ اسے ریلیکس کر سکے کہ ایسی چیزوں سے لڑکیاں ڈرتی ہیں۔ مگر مقابل کو منہ کے زاویے بگاڑتے خود کو گھورتے پایا جو کمر میں ہاتھ رکھے نہ جانے اس کی شکل سے کونسا فارمولا ایجاد کر رہی تھی۔

وہ سر جھٹک کر اگے بڑھ گیا کہ اس لڑکی کے منہ سے اور کوئی گل افشانی سننے کی سکت نہ تھی۔ وہ بھی پیچھے چل پڑی دونوں میں کوئی بات نہ ہوئی۔

رافع کافی آگے چل رہا تھا جبکہ زویا پیچھے تھی وہ جینز اور ٹی شرٹ پہنے بالوں کی اونچی چوٹی کیے بہت کیوٹ لگ رہی تھی جب کہ رافع اپنے رف ٹف حلے۔ میں بہت خوب رو لگ رہا تھا۔ وہ ویسے تو ثقافتی لباس پہنتا تھا مگر کیمپنگ میں وہ بھی ایزی سوٹس زیب تن کیے ہوئے تھا۔

زویا سوچ رہی تھی کہ اب چار دن اور رہ گئے ہیں اگر وہ اس کھڑوس کے ساتھ نہ بلکہ اپنی فرینڈز کے ساتھ آتی تو کتنا انجوائے کرتی۔ پر کوئی نہیں یہ وقت بھی گزر جائے گا وہ خود کو دلا سادے رہی تھی جب اگے رافع کونہ پایا۔

"یہ مجھے چھوڑ کر بھاگ تو نہیں گیا۔"

وہ اسی اثناء میں اگے بڑھی تھی کہ سامنے کا منظر دیکھ اس نے منہ پہ ہاتھ رکھ لیا۔ وہ منہ پہ ہاتھ رکھ گھڑے میں گرے شخص کو دیکھنے لگی۔ جسے شاید کافی چوٹ لگ چکی تھی۔

وہ بھی تو آئی تھی اسی راستے مگر اس کا وزن کم ہونے کی وجہ سے وہ آرام سے اسکے اوپر موجود لکڑیوں سے گزرتی چلی گی تھی۔

مگر رافع کا وزن زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ اس میں گر گیا تھا۔ وہ اچھا خاصا باڈی بلڈر تھا زویا اس کے اگے بچی معلوم ہوتی تھی۔

اس کی ٹانگ سے کافی خون بہہ رہا تھا۔ اسے نکالنے کے لیے حیات نے ادھر ادھر کچھ ڈھونڈنا چاہا تو اسے وہاں بس لکڑیاں نظر آئیں جن سے اسے نکالنا بہت مشکل تھا مگر کوشش کی جاسکتی تھی۔

اس نے اس کی طرف ایک ڈنڈا بڑھایا جسے وہ پکڑے اوپر ائے۔

گڑھا بڑا نہ تھا مگر اس کے زخم کی وجہ سے اسے باہر آنے میں مدد چاہیے تھی وہ ڈنڈا پکڑ تھوڑا اوپر ہوا جہاں آگے زویا نے اپنا ہاتھ بڑھایا کہ وہ اب اسے پکڑ سکتا تھا اور پوری قوت سے اسے اپنی طرف کھینچا۔

رافع شدید درد کے ساتھ اپنی زخمی ٹانگ کے ساتھ اوپر نکلنے کی جد عجمد میں تھا کہ وہ سارا وزن اس نازک جان پہ نہ ڈال سکتا تھا۔

ورنہ اس کے ساتھ دوبارہ گڑھے میں ہوتا۔

کے باہر نکلتے ہی وہ اس پہ جاگرا جس کا طاقت لگانے کے سبب سانس پھولا ہوا تھا۔ اور وہ آنکھیں بند کر شکر کرتی سانس لے رہی تھی۔ رافع نے ایک پل اسے اتنے قریب سے سانس لیتے دیکھا تھا کہ اس کے دل میں ایک بیٹ مس ہوئی۔

پر وہ اس کے آنکھیں کھولنے سے پہلے دوسری طرف گر کے آنکھیں بند کر کے سانس لینے لگا۔ مگر آنکھوں میں بار بار اس کا چہرہ آ رہا تھا۔ کے اچانک اپنے چہرے پہ نرم گرم لمس کا احساس ہوا تھا۔ تو بے ساختہ آنکھیں کھولیں۔ جہاں وہ فکر مند سی اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"مسٹر رافع آپ ٹھیک ہیں"

جبکہ وہ اسی کو دیکھ رہا تھا مگر ایسے نہیں جیسے ہمیشہ دیکھتا تھا۔ آج وہ ناجانے کیوں خاص لگی تھی۔۔۔



پورا ہفتہ وہ اپنا کام جلدی نپٹا کر عینہ کے ساتھ وقت گزارتی تھی۔ کبھی وہ اسے کسی پارک لے جاتے تو کبھی zoo اس کے لیے روز لینچ گھر سے لاتی تھی۔ اگر وہ باہر جاتی تو ایک ملازمہ اور گارڈز بھی ہمراہ ہوتے کہ یاورولی اس کے معاملے میں کوئی رسک نہ لے سکتا تھا۔

عینہ اس کی سنگت میں بہت خوش تھی۔ وہ روز یاورولی کو اپنے سارے دن کا احوال دیتی جس میں زیادہ باتیں، نصیحتیں اور تعریفیں حیات کی ہوتی تھی۔

یاورولی بس مسکرا کر اپنی بیٹی کا خوش چہرہ دیکھتا رہتا تھا۔

ہاں وہ مانتا تھا کہ اس کی عینہ کبھی بھی اتنی خوش نہ ہوئی تھی۔ وہ لاکھ کوشش کرتا لیکن اس کی زندگی میں ہر کمی بھی پوری نہیں کر سکتا تھا۔ مگر وہ کوشش ضرور کرتا تھا۔

وہ حیات زاہرہ پہ بہت بھروسہ کرنے لگا تھا۔ اور اس لڑکی کی تربیت سے کافی متاثر بھی تھا۔ مگر وہ یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ عینہ اس سے اتنا مانوس ہو جائے کہ اس کے جانے کے بعد اس کے لیے عینہ کو سنبھالنا مشکل ہو جائے۔

آج ہفتے بعد اس نے عینہ کو لینچ کے لیے اپنے پاس روک لیا تھا مگر وہ جانے کو بصد تھی۔

"مگر بابا ساتھ لینچ کیوں نہیں کرنا۔ بابا آپ کے ساتھ لینچ مس کر رہے میری جان"

"بابا آج حیات آنی میرے فیورٹ کباب لائیں گی سمجھا کریں نہ مجھے وہ کھانا ہے" وہ بار بار اس کی

گود سے اترتی اور وہ اسے دوبارہ بیٹھالیتا۔ کہ آج سے حیات نے اس سے فاصلہ بنانا شروع کرنا تھا۔

اچانک دروازہ ناک ہو اس نے اجازت دی تو حیات اندر داخل ہوئی۔

السلام علیکم۔"

وا علیکم السلام" یاور نے جواب دیا۔

"آآ۔۔ عینہ یہ لیں آپ کا لٹچ لیکن میں آج آپ کو نہیں کھلا سکتی مجھے بہت سارا کام ہے۔ آپ

اپنے بابا کے ساتھ کر لو۔ اوکے۔"

اس کی بات ختم ہوتے یاور نے عینہ کو دیکھا تھا جو باتیں آسانی سے نہیں مانتی تھی۔ وہ جانتا تھا وہ لٹچ کا

بہانہ کر رہی ہے اسے اصل میں حیات کے پاس جانا تھا۔ کیونکہ وہ حیات کے ساتھ زیادہ انجوائے

کرتی تھی۔

عینہ کا چہرہ سنجیدہ ہوا پھر وہ یاور کی گود سے اتر کر حیات کی طرف گئی۔ اس سے لٹچ بکس لیا۔ اور پھر

مسکرائی۔

"کوئی بات نہیں کام زیادہ امپورٹنٹ ہوتا ہے اسے پہلے کرنا چاہیے وہ بڑوں کی طرح اسے کہہ رہی

تھی جس پہ حیات نے جھک کے اس کے نرم گلابی گالوں پہ اپنے ہونٹ رکھے اور تھینک یو کر کے

چلی گئی۔

جبکہ یہ یاور کے لیے حیران کن تھا عینہ کا بغیر ضد کیے مان جانا۔ یقیناً یہ بھی مس حیات نے سمجھائی

ہو گی بات۔ جس پہ وہ بھی مسکرا دیا اور عینہ کو دیکھا جواب پھر سے اس کی گود میں بیٹھی تھی اور لٹچ

کھول اپنے بابا کو کباب کھانے کا کہہ رہی تھی۔ یاور نے اس کے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے وہ منہ

میں لے لیا مگر حیرت انگیز طور پر اسے ذائقہ بہت اچھا لگا یا شاید ہی اس نے کبھی اتنے اچھے کباب کھائے ہوں۔

ان کی کلاس کے لوگ خانساماں سے کھانا بنواتے تھے۔ تبھی ان کے لیے ایسے ذائقے لاجواب تھے جو کسی نے پرو فیشنل نہیں محبت سے بنائے ہوں۔ عینہ اور یاور سارے کباب کھا گئے تھے۔ حیات نے اگلا پورا ہفتہ عینہ کو کم ٹائم دیا تھا مگر جتنا بھی دیا تھا عینہ اسی سے خوش ہو جاتی تھی۔ مگر وہ اس کا لٹیچ روز لاتی تھی۔ جو وہ باپ بیٹی بڑے آرام سے سارا کھا جاتے تھے۔

یاور ولی کے اسی ہفتے سے بہت اہم میٹنگز تھیں جس میں وہ عینہ کو ٹائم نہ دے پاتا مگر وہ اس سے لاپرواہ بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ اور اب اس کے معاملے میں کسی اور پہ بھروسہ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ لہذا پھر سے وہ حیات کو عینہ کی ذمہ داری دے گیا جو اب تقریباً اسی کے ساتھ رہتی تھی۔ اور ایسے مہینہ ختم ہو گیا۔ مگر یاور ولی نے حیات کو عینہ سے دور رہنے کا نہ کہا۔ شاید وہ سب وقت پہ چھوڑنا چاہتا تھا۔

عینہ سکول بھی جانے لگی تھی جہاں سے اسے پک کر نا بھی اب حیات کی ذمہ داری تھی۔ حیات خود بھی عینی سے بہت اٹیچ ہو گی تھی اس کے حوالے سے دیا گیا کوئی بھی کام وہ رد نہ کر سکتی تھی۔ کہ شاید وہ سمجھتی تھی یاور ولی کے لیے اسے اکیلے سنبھالنا کافی مشکل تھا۔

اتنی دولت کے باوجود بھی وہ اپنی بیٹی کے لیے پروٹیکشن نہیں خرید سکتا تھا کہ اس کے دشمن بھی بہت تھے۔

اتنے عرصے میں وہ صرف حیات پہ بھروسہ کر پایا تھا جو اسے قائم رکھے ہوئے بھی تھی۔ وہ آج بھی آفس کی گاڑی میں لنچ ٹائم پر عینہ کو اسکول سے لینے آئی تھی۔ وہ اسکول کے اندر سے اسے اٹھا کے باہر آئی تھی جہاں وہ اس کی باتیں بھی سن رہی تھی۔

عینہ اس کی گردن کے گرد ہاتھ باندھے اپنے دن کا احوال بتا رہی تھی۔ کہ اچانک ایک گاڑی رکی اور اس میں سے تین آدمی گنز لے کے اس کی طرف بڑھے۔ عینہ کے گارڈز جو دو تھے انہوں نے مزاحمت شروع کی جبکہ تیسرا حیات کی طرف بڑھا۔

انہوں نے گولیاں چلانے سے پرہیز کیا کیونکہ انہیں عینہ سلامت لے کے جانی تھی وہ مڈ بھیڑ میں رسک نہیں لے سکتے تھے۔

حیات عینہ کو لیے واپس سکول کی طرف بھاگی۔ کہ اس آدمی نے کہا "رو کو بچی کو میرے حوالے کر دو ورنہ میں گولی مار دوں گا۔ اس کے ارادے جان حیات نے عینہ کو خود میں بھیج لیا۔ اور اسکول گیٹ کے اندر داخل ہوگی جسے سکول گارڈ نے فوراً بند کرنا چاہا کہ اس آدمی نے حیات پر گولی چلا دی۔۔۔۔۔

یاورولی نے آفس میں مصروف انداز میں کال پک کی تھی۔ مگر اگے سے ملنے والی خبر پر وہ فوراً باہر بھاگا تھا۔ اسکول کے اندر جیسے داخل ہوا۔ سامنے کے منظر نے اسے عجیب احساس میں مبتلا کر دیا۔ سامنے حیات زاہرہ عینہ کو خود میں بھینچ کے بیٹھی تھی اس کے ایک بازو پہ پٹی بندھی تھی۔ وہ فوراً اس کی طرف لپکا اور عینہ کو لینا چاہا۔

"شششش۔۔۔۔ آرام سے سو رہی ہے آج کے واقعے سے کافی ڈسٹرب تھی تو میں نے سلا دیا۔"

وہ کہتی آرام سے اسے یاور کی گود میں دے رہی تھی۔

یاور نے عینہ کو اس سے لیتے اپنے گلے سے لگایا اور اس کی طرف دیکھا۔

جس کی آنکھیں رونے کی وجہ سے سرخ ہو رہی تھی۔ اور وہ ان آنکھوں کا عادی ہوتا جا رہا تھا۔
"آپ ٹھیک ہیں۔"

یہ کیسے ہوا اس کا اشارہ اس کی چوٹ کی طرف تھا۔ تبھی ایک گارڈ بولا۔

"سر گولی لگی ہے مگر بازو چھو کے گزری ہے اس لیے زیادہ چوٹ نہیں آئی"

اس کے اتنے عام سے طریقے سے بتانے پر یاورولی اسے دیکھتا رہ گیا کہ اگر وہ گولی اس لڑکی کو لگ

جاتی تو وہ کیسے اس نقصان کا ازالہ کرتا کہ وہ ناحق اس کی لڑائیوں میں اس کی بیٹی کو بچاتے ماری

جاتی۔ وہ کبھی خود کو معاف نہ کر پاتا۔

اور اگر عینہ کو کچھ ہو جاتا تو وہ کیسے جی پاتا۔

"تو تم کہاں مر گئے تھے۔ کس لیے رکھا ہے تم لوگوں کو" وہ دھاڑا تھا۔

"سروہ۔۔۔ ہم نے مزاحمت کی تھی وہ زیادہ لوگ تھے"

گارڈز منمننانے لگے۔

"دفع ہو جاؤ سب"

"آپ چلیں مس حیات آپ کو ہاسپٹل لے چلتا ہوں" "ضروری ہے پلیز۔۔۔" وہ جو منع

کرنے لگی تھی۔ چپ ہوگی کہ اب واقعی اسے بہت درد ہو رہا تھا۔

حیات کو یارولی نے تین دن کی چھٹی دے دی تھی کہ وہ آرام کرے اس سارے وقت میں عینہ کو

اس نے خود سنبھالا تھا۔ لیکن دونوں باپ بیٹی نے اسے بہت یاد کیا تھا کہ انہیں اب عادت ہوگی تھی۔

"بابا مجھ سے نہیں کھایا جا رہا"

وہ جو حیات کے ہاتھ کے بنے لہجے کی عادی ہوگی تھی۔ اب اچھے سے اچھا کھانا اسے پسند نہ آتا۔ کھایا تو

اب یارولی سے بھی نہ جا رہا تھا۔

وہ دونوں باپ بیٹی اپنی عادتیں آسانی سے نہ چھوڑتے تھے۔

یارولی نے سرداہ بھری تھی۔۔۔۔

حیات آج صبح دیر سے اٹھی تھی۔ وجہ دوایاں تھی۔ کہ اس کے بابا پریشان سے اس کے پاس بیٹھ گئے۔

"میری جان آپ ٹھیک تو ہیں طبیعت زیادہ خراب تو نہیں۔"

وہ اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کے بولے۔

حیات ان کا اپنے لیے فکر مند چہرہ دیکھ مسکرا دی کہ وہ بچپن سے عادی تھی۔ وہ ان کی پہلی اولاد تھی

اور وہ بھی اتنی فرمانبردار وہ انہیں جان سے پیاری تھی۔ وہ ہمیشہ سے اس کے معاملے میں حساس

تھے۔ وہ کبھی نہ چاہتے تھے کہ وہ کوئی کام کرے کجا گھر کا بھی نہیں 😊 انہوں نے باقی اولاد کی

نسبت اسے زیادہ لاڈ سے رکھا تھا۔ یہ بات سب پہ واضح تھی۔ مگر اسے کوکنگ کا شوق تھا پھر وہ بناتی

بھی اچھا تھی تو اس بات پہ وہ اسے کبھی منع نہ کر پاتے۔ مگر اگر کبھی وہ خود کو چوٹ پہنچا لیتی تو

مہینوں اسے اپنے بابا کو خود کو پکچن میں کام کرنے کے لیے منانا پڑتا۔ وہ ان کی کمزوری تھی، مگر ان کا

غرور بھی تھی۔

کہ وہ ان کی سب سے قابل بچی تھی۔۔۔ ب

میں آپ کو بتا رہا ہوں اب آپ جو نہیں کریں گی۔ آپ نے میری جان سولی پہ لٹکار رکھی ہے۔

"بابا جان ایسے تو نہ کہیں۔" وہ تڑپ اٹھی تھی کہ وہ اس دنیا میں سب سے زیادہ اپنے بابا سے محبت

کرتی تھی۔ ان کا چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں لے کر وہ مظلوم شکل بنا کے بیٹھی تھی۔ اور عینہ

اور یاورولی کو دیکھ اسے ہمیشہ اپنے بابا یاد آتے۔ تبھی وہ خود کو ان کے مسئلوں سے الگ نہ کر پاتی تھی

"آپ جانتے ہیں جب ضروری ہے آزان اور مٹھی کی پڑھائی پہ اگے ہمیں کافی پیسے چاہیے میں

نہیں چاہتی ان کی پڑھائی میں کوئی کمی رہے۔"

یہاں وہ بس خاموش ہو کے اپنی سمجھدار بیٹی کو دیکھتے رہتے۔ کہ انہوں نے اسے اتنا مضبوط بنایا تھا

کہ اسے سہاروں کی کبھی ضرورت نہ پڑے۔ ان کے سہارے کی بھی نہیں۔

"مگر اب یاورولی سے کہہ دیں اب عینہ کی ذمہ داری آپ نہیں لیں گی۔"

ان کی بات پہ وہ سردا کھینچ کے رہ گئی۔

وہ انہیں سب بتاتی تھی۔ کیونکہ اس کے بابا، بابا سے زیادہ اس کے دوست تھے۔

"میں بھی یہی سوچ رہی بابا" اس کے بعد وہ کچھ سوچنے پر مجبور تھی۔۔۔۔۔ اسے یاور سے بات

کرنی تھی۔

"اچھا آپ کے لیے ایک رشتہ آیا ہے ہمیں بھی مناسب لگا ہے۔ آپ کیا سوچتی ہیں اس بارے

میں"

ان کی بات کے اختتام پر حیات نے اپنی آنکھیں چھوٹی کیے انہیں گھورا۔

"کیا۔۔۔"

"یہ آج آپ امی کیوں بنے ہوئے ہیں" اس کے درست اندازے پہ ان کا ہتھہ بے ساختہ تھا۔

"کیونکہ آپ کی امی نے اب ہمیں دھمکیاں لگائی ہیں۔ کہ آپ نہ مانی اس بار تو وہ بغیر پوچھے رشتہ پکا

کر دیں گیں۔"

"تو بہتر ہے ہم پوچھ لیں"

"افففف۔۔۔۔۔"

"امی کو کیا جلدی ہے۔ بعد میں دیکھیں گے"

"اس سے پہلے میں تمہیں جو تا لگاؤں مجھے جواب چاہیے حیات" وہ باہر سے ہی بلند آواز میں

بولیں۔

"انہوں نے ہماری باتیں سن لیں" دونوں باپ بیٹی نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"بہت خطرناک ہیں تمہاری امی بھی" امجد صاحب نے کانوں کو ہاتھ لگایا اور باہر چل دیے۔ جبکہ

ان کے انداز پہ حیات ہنس دی۔

اتنے میں اس کا فون بجا۔

"سر کالنگ" اس نے جیسے فون کان سے لگایا لگ سے اس کی گھمبیر آواز سنائی دی۔

"السلام علیکم، مس حیات آپ کی طبیعت اب کیسی ہے....."



زویا اس کا چہرہ تھپتھپا رہی تھی اسے آنکھیں کھولتا دیکھ اس نے شکر کا سانس لیا۔

"شکر آپ ٹھیک ہیں ورنہ آپ کے جتنی بلا کو میں کہاں گھسیٹتی پھرتی" اس کے لفظ بلا اور گھسیٹنے پر رافع نے اپنی ابرو اچکائی کہ وہ اس لڑکی کے "آپ" اور "تم" کو ہی اب تک نہ سمجھ پایا تھا۔ گویا وہ عزت بھی اپنے موڈ کے مطابق دیتی تھی۔

"تو اور کیا اٹھانے سے تو رہی" اس نے اپنی بڑی بڑی آنکھوں کو مزید بڑا کر پٹیٹا کر معصومیت سے کہا۔ اور اس کو "بلا" کہنا سرے سے نظر انداز کر گئی۔

"اٹھ بھی جائیں اب" یارات یہی پہ ڈیرا جمانا ہے۔ آپ جناب نے "وہ اس کی فر فر فر اٹے بھرتی زبان کا کچھ نہیں کر سکتا تو جو موقع ملتے شروع ہو جاتی سوائے ان گور کرنے کے۔

زویانے اپنا ہاتھ رافع کے اگے کیا جسے اس نے پکڑ کر اٹھنے کی کوشش کی۔ مگر یہ اسے بہت مشکل لگا کاردرد کی ٹیسیں اٹھیں تھی۔ وہ پھر بیٹھ گیا۔

"اللہ خیر، کہیں ٹانگ ٹوٹ تو نہیں گی۔"

زویانے منہ پہ ہاتھ رکھا تھا۔

اسے گھورنے کے لیے درد ضبط کرتے رافع نے اس کی طرف دیکھا۔

مگر اس کی اس قدر پریشان شکل دیکھ اس کے تاثرات نارمل ہوئے۔ وہ لڑکی سمجھ سے باہر تھی۔

"فکر نہ کریں آپ کے دیے گئے زخم سے زیادہ برا زخم نہیں ہے یہ"

نہ جانے وہ کیا جتلا ناچا ہتا تھا۔

"چلو شکر"

اس کے تاثرات نارمل ہوئے۔

"مطلب" رافع کو اس کے انداز پہ غصہ آیا۔

"مطلب یہ کے زیادہ شودے کا کے نہ بنیں رافع، میں نے اتنا بڑا زخم بھی نہیں دیا تھا پتا ہے مجھے" وہ منہ بنا گئی تھی۔

ادھر رافع کا دل اسکے یوں بے تکلف پکارنے پہ دھڑکا تھا اور حیران بھی کی واقعی اس کا دیا زخم گہرا نہ تھا یعنی وہ اپنے فعل سے بے خبر نہیں تھی۔

وہ پھر ہمت کر کے اٹھا تھا۔ اور زویا فوراً سے سنبھالنے کے لیے آگے بڑھی تھی وہ اسے آج بار بار حیران کیے جا رہی تھی کیا تھی وہ لڑکی۔۔۔

ہاں ایسی بالکل نہ تھی جیسی دکھتی تھی اس کے دل نے کہا تھا۔ پھر وہ اپنے دل پہ حیران ہوا تھا کہ وہ کیوں اخرا سے سوچ رہا تھا۔ اوپر سے دل کی عجیب کیفیت شاید پہلی بار کسی صنف نازک سے اتنے

قریب سے ملاقات ہو رہی تھی تبھی۔ وہ منظر سوچ کہ رہ گیا۔ وہ اس کے سہارے آگے بڑھ رہا تھا۔ وہ کیمپ کے قریب پہنچے تو زویا سے لیے اس کے کیمپ میں داخل ہوئی اور فوراً اس کی مرہم پٹی شروع کر دی۔ اور وہ بس اس کے ہر انداز کو دیکھ رہا تھا۔

اس کی پٹی کرنے کے بعد وہ ادھے گھنٹے تک غائب رہی اور رافع بے چین ہوا۔

اسے اپنی حالت سخت بری لگی تھی اس وقت۔۔۔

جب وہ اندرائی ہاتھ میں سٹیم فش تھی۔

"شکر ہے کل کی لکڑیاں بچی تھی تھوڑی کام بن گیا۔"

وہ آکسائڈ ہوتی بولی۔

اس نے محسوس کیا کی وہ ہر چیز میں مثبت پہلو تلاش کر خود کو کسی بھی سچویشن میں مطمئن کر لیتی تھی۔ پریشان نہ ہوتی تھی۔ اس نے اسے کوئی طعنہ بھی نہ دیا تھا حالانکہ اس سچویشن میں اس کے پاس کافی سارے طعنے موجود تھے۔ وہ سوچ کے رہ گیا۔

جب وہ اس کے ہاتھ دھلوانے لگی پھر اس کے اگے کھانا رکھا اور خود بھی وہی بیٹھ کے کھایا۔ اس کے بعد اسے میڈیسن دی تھی۔

اور وہ میکانکی انداز میں اس کی ساری باتیں مانتا جا رہا تھا۔ کہ کبھی اس کا کسی نے یوں خیال بھی تو نہ رکھا تھا اسے یہ اچھا لگ رہا تھا۔

رات میں اسے شدید بخار نے آگھیرا کہ واقعی اس کا زخم ایسا تھا۔ وہ اس کے لیے پانی رکھنے آئی تو اس کا سرخ ہوتا چہرہ دیکھا وہ نیم بے ہوش تھا۔

تو وہی اس کے سر پہ گیلی پانی کی پٹیاں رکھتی بیٹھ گی وہ اسے اس حال میں نہ چھوڑ سکتی تھی۔

"وہ زویا شاہ تھی جس میں انسانیت کوٹ کوٹ کہ بھری تھی کہ وہ کسی کی تکلیف نہ دیکھ سکتی تھی سامنے والا اس کا دشمن ہی کیوں نہ ہو"

وہ تو پھر ایک عام بندہ تھا جس کے ساتھ رہ کر اسے اندازہ ہوا وہ اتنا برا نہیں جتنا بنتا ہے بلکہ وہ تو برا ہی نہیں۔ ایویں بھرم دکھاتا ہے۔

ایک مسکراہٹ اس کے لبوں پہ آٹھری تھی۔ اڈے دیکھا جو اس وقت اسے کوئی معصوم بچا لگا۔ جو اب بخار کی شدت کم ہونے پر پرسکون ہو رہا تھا۔

اٹھنے لگی تو وہ اس کا ہاتھ اپنی گرفت میں لے گیا وہ گہری نیند میں تھا جو اس کی دوائیوں اور بخار کی وجہ سے تھی۔

”اففففففف۔۔۔۔۔“

اس نے ہاتھ نکالنے کی کوشش کی جو بے سود تھی تو کوشش ترک کر دی۔ کہ وہ جاگ جائے گا اور نیند اس کے لیے بہت ضروری تھی۔

تو وہ وہی بیٹھی رہ گی۔ وہ صبح اٹھا تو اسے گھنٹوں کے گرد ایک بازو لپیٹے اس پہ سر رکھے سوتا ہوا پایا جب نظر اپنے ہاتھ میں موجود اس کے ہاتھ پہ گی۔

وہ فوراً اٹھ بیٹھا۔ صورتحال سمجھنے کی کوشش کی تو پانی اور پیوں کو دیکھ اسے سمجھ آیا۔

وہ بے اختیار اسے دیکھتا گیا۔ کوئی اتنا بے غرض کیسے ہو سکتا ہے۔ پہلا سوال جو اس کے دماغ میں آیا تھا۔

وہ اچھا خاصا خود غرض انسان تھا جس کا ماننا تھا کہ۔ ہر کوئی اپنے لیے جیتتا ہے۔ مگر سامنے بیٹھی لڑکی سوچ سے باہر تھی۔

جب وہ بھی بیدار ہو گی۔ اسے خود کو دیکھتا پایا۔

"آپ کی طبیعت کیسی ہے؟" آپ کو رات کافی بخار تھا۔"

"مسٹر رافع" وہ پھر سے مسٹر رافع پکارنے لگی تھی۔ کہ رافع کو اب یہ طرزِ مخاطب پسند نہ آیا۔

"ہمممم۔۔۔" اس نے بس ہنکارہ بھرا۔

"میرے خیال سے ہمیں اب چلنا چاہیے یہاں سے آپ کی چوٹ خراب ہو گی تو مسئلہ نہ ہو

جائے"

وہ ہونٹوں کو دانتوں سے چباتی اس کے ذمہ کو دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

جس کی اس حرکت کو رافع نے ناگواری سے دیکھا تھا۔

کہ اچانک اس کی نظر اس کے ہاتھوں پہ گی وہ چھلے ہوئے تھے، کہیں کہیں کٹ بھی لگے تھی شاید

اسے نکالتے وقت اسے چوٹ لگی تھی۔

مگر وہ پھر بھی کام کرتی رہی تھی۔ اس نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

اس کی کلاس کی لڑکیاں تو ہلکی خراش پہ ہی ڈرامے شروع کر دیتی تھی۔ جس وجہ سے اسے زہر لگتی

تھی۔ یہ لڑکی بھی تو ایسا بیک گراؤنڈ رکھتی تھی مگر تھی سب سے مختلف۔ واقع لڑکیوں کے مطلق

اس کا نظریہ بدلا تھا۔ وہ جو اس چھوٹے سے کیمپ میں اس سے ایک فٹ کے فاصلے پر بیٹھی تھی

۔ اس نے فوراً اس کا ہاتھ پکڑا تھا۔

زویا حیران پریشان اسے دیکھ رہی تھی جو اب اس کی مرحم پٹی کر رہا تھا۔۔۔

"ہمممم۔۔۔" بہتر یہی ہو گا۔۔۔ ہمیں چلنا چاہیے "

وہ جو نہ جانے کا ارادہ رکھتا تھا نہ جان کے وہ چیلنج مکمل کرنا چاہتا تھا یا نہ اس کے ساتھ وقت گزارنا چاہتا تھا کہ یہ سب اسے اچھا لگنے لگا تھا دل واپس نہیں جانا چاہتا تھا۔
مگر اس کا خیال آیا کہ وہ اس پر ہی بوجھ نہ بن جائے۔ کہ پہلے وہ لڑکی اس کے لیے بہت کچھ کر چکی تھی۔

"ہاں ایسا بھی کوئی اہم نہیں یہ چیلنج جان زیادہ قیمتی ہے۔" ویسے بھی ایسا کچھ نہیں جو ہم ایک دوسرے کو جتلانا چاہتے تھے "

وہ مفاہمتی انداز میں بولی کہ مقابل اس کی بات کاٹ گیا۔

"ہم دوبارہ آئیں گے۔ چیلنج ابھی بھی باقی ہے۔" وہ اس کی طرف دیکھتے بولا۔

زویا پہلے اسے سمجھنے کی کوشش کرنے لگی۔ پھر منظر سر ہلا گئی۔ کہ ابھی جانا ضروری تھا اس شخص کو کافی زیادہ چوٹ آئی تھی۔ جو اس کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتا تھا۔ بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی۔

"او کے پھر میں اطلاع کر دیتی ہوں کہ ہمیں لے جائیں یہاں سے "

یہ کہتے وہ اٹھ گئی۔ جبکہ وہ اڈ کی پیٹھ دیکھتا رہا۔۔۔۔۔

"مسٹر رافع آپ نے میری بریسلٹ دیکھی شاید آپ کے کیمپ میں گرگی ہے اب وہاں بھی نہیں مل رہی"

وہ دونوں ہاتھ کمر پہ رکھے پریشان سی اب اس سے پوچھ رہی تھی۔ کہ وہ ڈھونڈ ڈھونڈ کے تھک گئی تھی۔ انہوں نے واپسی کے لیے جانا تھا ٹیم انہیں لینے پہنچ چکی تھی۔ جب وہ کچھ ڈھونڈنے واپس بھاگی۔

رافع اسے پریشانی سے ادھر ادھر زمین پہ کیمپ میں کچھ تلاشتے دیکھتا رہا جانتا تھا وہ کیا ڈھونڈ رہی ہے۔

"کیا بہت اہم تھی وہ بریسلٹ" اس نے ادھر ادھر دیکھتے عام سے انداز میں پوچھا۔
"جی بہت میرے بابا کا گفٹ تھی، میں ہمیشہ اپنے پاس رکھتی تھی، انفہ کہاں گم گئی" اس نے سر پکڑا تھا۔

اس نے رو تو سامنے بنا کے پھر سے ادھر ادھر نیچے دیکھا تھا۔
"اب کیا کیا جاسکتا ہے چلیں ہم لیٹ ہو رہے"۔ رافع نے کندھے اچکائے تھے۔
زویانے اس کی بے زاریت دیکھ کچھ کہنا چاہا جب نظر اس کے بھنچے لبوں پہ گی وہ درد ضبط کیے ہوئے تھا کیونکہ اس کے چکر میں وہ لوگ کافی دیر سے کھڑے تھے۔ ایک ادھی نے اسے سہارا دیا ہوا تھا۔ تو وہ سر جھٹک گئی۔

"ہمممممم اوکے" اس نے اداسی سے کہا تھا جس پہ مقابل نے اسے دیکھا۔

وہ آگے بڑھ گئی جب رافع نے پیچھے سے اپنے دائیں طرف کی پاکٹ میں ہاتھ ڈال کے وہ بریسلٹ نکالی تھی۔ جو شاید رات اس کی تیمارداری کے دوران زویا کے ہاتھ سے گر گئی تھی۔ مگر وہ اسے کیوں نہ دے پایا تھا اپنے پاس کیوں رکھنا چاہتا تھا، اس بے جان چیز کو۔

یہ وہ سوال تھے جن کا جواب وہ خود بھی نہ جانتا تھا۔

ان کا سفر یہی ختم تھا یا یہاں سے شروع ہوا تھا۔ کوئی نہیں جانتا تھا۔ کہ وہ اب ملیں گے بھی کے نہیں۔۔۔۔

وہ اپنے ذویا پیلس واپس پہنچی تو رحمت شاہ اور رابعہ شاہ کو اپنا منتظر پایا۔ رحمت شاہ مضطرب سے اس سے آکر ملے۔ اور کتنی دیر اسے اپنے ساتھ لگائے رکھا تھا۔

"اوہ میرے پیارے بابا جان" زویا نے کہہ کے اپنا حصار ان کے گرد مزید تنگ کیا تھا۔

"مجھ سے بھی ملنے دیں میری بھی اکلوتی اولاد ہیں یہ" دونوں باپ بیٹی کو الگ نہ ہوتے دیکھ رابعہ شاہ نے شکوہ کیا تھا۔

جس پہ زویا اور رحمت شاہ قہقہہ لگاتے ایک دوسرے سے الگ ہوئے تھے۔ اور زویا اپنی ماں کے پاس دوڑی تھی اور انہیں زور سے خود میں بھینختے چٹا چٹ ان کے گال چوم لیے تھے۔

"اففف میری کیوٹ مماشکوہ کرتے اور کیوٹ لگتی ہیں، بابا آپ نے میری چھوٹی سی پیاری سی ماما کا خیال رکھا تھا نہ" جب رحمت شاہ ان دونوں کے گرد اپنا حصار بناتے دونوں کے سر کا بوسہ لے گئے تھے۔

"اپنی ماما سے پوچھیں کہ میں نے ان کا کتنا خیال رکھا ہے" وہ ان کی طرف دیکھتے انکھ و نک کر کے

بولے۔ جبکہ رابعہ شاہ جو پہلے منہ پھلا کے ٹھری تھی ان کی اس بات پہ گھور کے رہ گئی۔

"اومئے ہوئے دیکھیں تو سہی بابا جان آپ کی جان شرما رہی ہیں" دونوں باپ بیٹی

انہیں تنگ کرنا شروع ہو گئے۔ "ان کا کچھ نہیں ہو سکتا" وہ سر جھٹکتی مسکراتی

وہاں سے چلی گئی کے بیٹی کی فیورٹ ڈشز کا انتظام کروانا تھا۔

"کیسا رہا میری شیرنی کا ٹرپ؟" بہت اچھا بابا بٹ میرے ٹرپ پار ٹر کو چوٹ لگ گی تو واپس

انا پڑا"

رحمت شاہ نے کبھی اسے کسی چیز سے نہ روکا تھا اس کی دلیری کی وجہ بھی وہ تھے۔ انہیں اپنی تربیت

پہ بھروسہ تھا۔

وہ اسے ایسی مضبوط بنا چاہتے تھے جسے مرد کے سہارے کی ضرورت نہ پڑے وہ ان کی سلطنت کی

وارث تھی۔ جو واقعی ان کے لیے باعث فخر تھی۔

رحمت شاہ زویا کو اپنے ساتھ لگاتے اب ناجانے کونسی باتوں میں مصروف تھے۔

رافع واپس اپنی روٹین میں آگیا تھا و دن میں ہی اس کی چوٹ بہتر ہو گئی تھی اس کو لگتا تھا کہ شاید وہ

جو زویا کی طرف متوجہ ہوا تھا وہ ظاہری کشش ہے۔ وقت کے ساتھ وہ بھول جائے گا۔ مگر اتنی

مصروفیات کے باوجود کسی نہ کسی حوالے میں وہ اسے یاد آجاتی تھی۔

بلکہ اب اگر کوئی لڑکی اس کی طرف متوجہ ہوتی جیسے کہ ان کے سر کل میں عام تھا۔ کاروباری معاملات میں انہیں کی لوگوں سے ملنا پڑتا تھا۔ تو مروتن انہیں برداشت کرنا پڑتا تھا۔ وہ ان کا زویا سے موازنہ کرنے لگتا۔ پھر خود ہی خود کو ڈیپٹ کر اپنا دھیان بٹالیتا۔ کہ تبھی اسے سنائی دیا رحمت شاہ کی آمد کا۔ وہ ایک بزنس پارٹی تھی جہاں بڑے بڑے بزنس مین موجود تھے۔ کہ وہ بے صبری سے اس طرف مڑانہ جانے انکھیں اسی کو کیوں ڈھونڈ رہی تھی۔ میکاکی انداز میں قدم رحمت شاہ کی طرف بڑھا۔ وہ جو دوسروں کے آگے ملنے کا عادی تھی پہلی دفعہ خود پہل کر رہا تھا شاید یہ اس کا اپنی ذات پہ غرور تھا جو آج وہ بھول گیا تھا۔

رحمت شاہ اپنی بیوی کے ساتھ تھے۔ جب ایک شخص ان کی طرف خوش دلی سے پہنچا "بہت بہت شکریا رحمت صاحب اتنی عزت بخشی"

وہ انور صاحب تھے۔ رحمت شاہ کے پرانے دوست یہ پارٹی انہیں کی تھی۔

رحمت شاہ ان کے انداز پہ ان سے ہنس کے ملے۔

"ہماری گڑیا کو آپ آج بھی نہیں لائے" وہ یقیناً زویا کا پوچھ رہے تھے ان کی طرف قدم بڑھاتے

رافع کو بھی اس سوال کا جواب چاہیے تھا۔۔۔

"تم جانتے ہو اسے نہیں پسند یہ سب وہ بے زار ہو جاتی ہے"

"ہاں یہ تو ہے ہماری زویا واقعی آج کل کے جوانوں سے بہت مختلف ہے تم خوش نصیب ہو اچ کل

کے بچوں کے مزاج نہیں ملتے جبکہ اس کا ہر کام باعث فخر ہے۔"

ان کی اس بات پہ رحمت شاہ کا سینہ چوڑا ہوا تھا۔ واقع ان کی بیٹی ان کے سر کل کے سبھی لڑکوں اور لڑکیوں میں سب سے الگ تھی۔ جسے لوگ رشک سے دیکھتے تھے۔ ان کی بات سن رافع کے عنابی لبوں پر مسکراہٹ مچلی تھی، دل نے بے ساختہ کہا تھا۔ "واقعی شاید اٹھواں عجوبہ ہے یہ لڑکی۔" کہ تبھی اس کے قدم رحمت شاہ کے قریب آ کر رکے تھے۔

رحمت شاہ نے سیدھے متوجہ ہوتے اس حسین خوبرو جوان کو دیکھا تھا۔ جو سیاہ شلوار قمیض پہ سیاہ کوٹ پہنے وہاں موجود سبھی لوگوں سے منفرد نظر آ رہا تھا۔ جب اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔

"السلام علیکم، سر"

اس کے انہیں اتنی عزت سے پھر سر کہہ کر پکارنے پہ انور صاحب بھی چونکے تھے۔ کیونکہ وہ واقف تھے اس مغرور شہزادے کے ان کے لیے اس کا یہ انداز ان کا منہ کھلوا گیا تھا۔ اس کے اتنے بہترین انداز سے مخاطب کرنے پر رحمت شاہ نے بھی مسکرا کر جواب دیا تھا۔

"والسلام علیکم السلام"

وہ واقعی انہیں متاثر کر گیا تھا۔

السلام علیکم میم "اب وہ رابعہ شاہ کی طرف متوجہ تھا۔ اور سر کو خم دے کے ان سے مخاطب ہوا تھا "والسلام علیکم السلام بیٹا" وہ بہت اپنائیت سے بولی تھیں۔

رافع نے ان کی طرف دیکھا زویا شاہ واقعی ان کا عکس تھیں۔ مگر اس کی آنکھیں رحمت شاہ کی طرح ہلکی بھوری تھیں۔

مگر ان کے چہرے پہ بہت معصومیت تھی۔ جس پہ رافع کو بے ساختہ زویا یاد آئی جب وہ اس کے سینے میں خنجر مار آنکھوں میں غصہ لیے اسے دیکھ رہی تھی۔

وہ بامشکل اپنے چہرے کے تاثرات نارمل رکھ پایا۔ اور انور صاحب کی طرف دیکھا جو ابھی بھی ہونقوں کی طرح اس کا یہ روپ دیکھ رہے تھے وہ شاید اسے پہلی بار کسی عورت سے اور پھر اس انداز میں بات کر رہا تھا۔ بے شک سامنے کھڑے رحمت شاہ اوف ان کے ساتھ کھڑی رابعہ شاہ اس قابل بھی تھی۔

رافع کے گلا کھنکار کر انہیں گھورنے پر وہ فوراً اس کا تعارف کروانے لگے۔ انور صاحب رافع کے والد کے بھی دوست ہوا کرتے تھے۔ ان کے بعد ان کا رافع سے واسطہ پڑتا رہتا تھا۔ اور وہ کتنا لیا دیا مزاج رکھنے والا تھا وہ بخوبی جانتے تھے۔

"تم سے مل کے بہت خوشی ہوئی برخوردار اور اتنی کم عمر میں تمہاری اتنی کامیابی قابل قدر ہے۔" امید ہے تم باقی سیاستدانوں کی طرح ہمیں مایوسی نہیں دو گے۔ تو ہم آئندہ اچھے کی امید رکھیں"

ان کے آخری بات میں چھپے مطلب کو سمجھتے رافع مسکرا دیا اور اس کا بائیں گال کا گڑھا واضح ہوا۔
"جی ضرور۔"

امید کرتا ہوں اب آپ سے ملاقات ہوتی رہے گی۔"

"ضرور ہمیں ہمیشہ اچھا لگے گا" یہ سنتے وہ ان سے ہاتھ ملاتا واپس آ گیا۔۔۔۔ اس کے ذہن میں اب بھی زویا تھی۔۔۔۔



"السلام علیکم، مس حیات کیسی ہیں"

اس کی بھاری آواز فون پر گونجی تو وہ سیدھی ہو کے بیٹھ گئی۔

"میں ٹھیک ہوں عینہ کیسی ہے"

"وہ ٹھیک ہے آپ کو مس کر رہی ہے"

"آپ منیجر ریسٹ کرنا چاہیں تو کر سکتی ہیں" انداز ایسا تھا کہ بس اب آپ کو آجانا چاہیے۔

"نہیں سر میں کل سے آ جاؤں گی پہلے کافی چھٹیاں ہو گی ہیں"

"یا رولی مطمئن ہوا تھا۔"

"ہمممم۔۔۔ ٹھیک ہے کل ملتے ہیں خدا حافظ"

"خدا حافظ" حیات کا فون آف ہونے کے بعد یا رولی پر سکون ہوا تھا۔ چار دن سے جو بے چینی

تھی، وہ ختم ہوئی تھی۔۔۔

"یار حیات تو بڑی چیز نکلی ایسی لگتی تو نہ تھی۔ دیکھا نہیں عینہ کو کیسے اپنا گرویدہ کر لیا ہے۔ ورنہ وہ

ہم سب سے تو کبھی بات بھی نہیں کرتی تھی اب حیات کے بغیر اس کا گزارہ نہیں۔"

"ہاں سریاور نے تو لچ منگوانا ہی بند کر دیا تھا مس حیات ہی ان کا اور عینہ کاروز کا کھانا لانے لگی تھی۔ اور حیرت ہے سریاور جیسا بندہ اس کے گھر سے صبح کے اٹنے کھانے کو اہمیت دینے لگا ہے۔"

"ہمممم۔۔۔۔۔ خیر تو ہے کیا لگتا ہے" معنی خیزی سے بات کہی گئی۔ یہ وہ باتیں تھیں جو صبح صبح سٹاف کے لوگ اکٹھے ہو کر کر رہے تھے کوئی ایک بات کر رہا تھا تو کوئی دوسری۔

جب ان کی باتیں سنتے اور ان کا مفہوم سمجھتے حیات کے قدم رکے تھے۔ اسے لگا تھا کہ اس نے بھرے مجمعے میں اس کے ایک بچی کے لیے خلوص پر تھپڑ مارا ہو جس کی ماں نہیں تھی۔ وہ لوگ اسے کیسا رنگ دے رہے تھے۔

جب اسی وقت یاور بھی اس کے پیچھے ہی روم کا دروازے سے نکلا تھا اسے کھڑا دیکھ اس کی طرف آیا۔ مگر سامنے موجود اپنے سٹاف کے منہ سے اس کے لیے ایسی بات سنتے اس کے غصے کا گراف بڑھا تھا۔

ان سب باتوں کو بڑھا چڑھا کر کرنے والی اس کی سیکرٹری مہناز سب سے اگے تھی۔ اس سب کے پیچھے اس کا حسد تھا۔ وہ دیکھتی تھی کہ یاور وہاں موجود سب سے زیادہ حیات کی عزت کرتا تھا۔ وجہ اس کا پردہ اس سے بڑھ کر اس کی اپنے کام سے لے کر دیا خلوص تھا کہ اسے کبھی بھی کوئی شکایت نہ ہوتی تھی۔

جبکہ وہ اپنی غفلت کے باعث کئی بار ڈانٹ کھا چکی تھی۔

پھر بھی باز نہ آئیں تھی۔ یاوراگے بڑھا تھا۔ اس کا بس نہ چل رہا تھا کہ وہ سب کو نکال دفع کرے مگر بات وہی لوگ اسے بھی غلط طریقے سے بتانے لگتے کہ کیوں یاور ولی نے اتنے لوگوں کو اچانک نکال دیا۔

"ابو اس بند کریں، شرم آنی چاہیے آپ خود ایک لڑکی ہو کسی اور لڑکی کو کیسے بچ کر رہی ہیں صرف ایک میری بیٹی کو ہی سنبھالا ہے انہوں نے کہ میں ان کے علاوہ اور کسی پہ بھروسہ نہیں کر سکتا تھا۔ مجھے ان کی تربیت اچھی لگی تھی۔ اور میں واقعی صحیح تھا۔ آپ کی کمپنی میں آپ کو اب سمجھ آئی ہوگی کہ میں نے عینہ کو کیوں آپ کے حوالے نہیں کیا۔" یاور نے طنزیہ جتایا تھا۔

مہناز سر جھکا گئی۔ کہ اس کے لیے یہ بہت تھا۔

"یہی مسئلہ ہے ہمارے معاشرے کا کبھی کسی کے اچھے فعل کو نہیں سراہا جاتا اگر ممکن ہو تو اسے غلط رنگ دے دیا جاتا ہے۔ آپ لوگ اتنے عرصے سے یہاں کام کر رہے ان کے ساتھ۔ اس کے باوجود بھی اک پل کے لیے نہیں سوچا کیا کسی ذات کو کسی بھی ایسے حوالے سے آپ موضوع گفتگو بنا سکتے ہیں کیا واقعی یہ اتنا آسان ہوتا ہے" وہ سب کو جھڑک گیا اور ان کی گری سوچ بتا گیا تھا۔

یاور نے دیکھا تھا کہ اس صورتحال میں کیسے اس لڑکی کی آنکھیں ویران ہوئی تھی۔ کہ اپنی ذات پر ایسے باتیں وہ کیسے برداشت کیے ہوئے تھی۔ اور یہی بات اس کے دل کو شدید تکلیف دے ہوئے تھی۔ اس کا بس نہ چل رہا تھا کہ وہ ان سب کو سخت سزا دے جنہوں نے اسے تکلیف دی تھی"

"معافی مانگیں سب ان سے"۔ معاف کر دیں حیات پلیرز سب نے یک زبان معافی مانگی تھی۔ پر وہ خاموش تھی کیا اتنا آسان ہوتا ہے اپنی ذات کے لیے کہے گئے ایسے الفاظ کو معاف کرنا۔ وہ یوں ہی گم سم کھڑی رہی تھی۔ یاور نے اس کی حالت دیکھ اپنے ہونٹ بھینچے تھے۔

"مس مہناز کل سے اپ دو سرے ڈیپارٹمنٹ میں کام کریں گی۔ اور باقی سب آخری وار ننگ سمجھیں اسے کہ میرے افس میں اپ جیسے تنگ اور چھوٹی سوچ کے لوگوں کی ضرورت نہیں۔ سب کو سانپ سونگھ گیا تھا سب اپنے کاموں کو بھاگے تھے۔

"مس حیات میرے روم میں آئیں"

وہ جو خالی آنکھوں سے فرش کو گھورے جا رہی تھی اس کی طرف دیکھا تھا۔

اس کی آنکھوں کی سرخی دیکھ یاور کا دل کٹا تھا یقیناً وہ ضبط کی انتہاؤں پر تھی۔ کہ کب اس نے اپنے اور اپنی بیٹی کے لیے ہمیشہ آسانی کرنے والی اس لڑکی کو اتنی مشکل میں دیکھنا چاہا تھا۔

وہ افس میں ادھے گھنٹے بعد آئی تھی اسے دیکھ یاور فوراً کھڑا ہوا تھا کہ یہ عزت اس لڑکی نے اپنے ہر

فعل سے خود کمائی تھی۔ وہ بلیک تھری پیس سوٹ میں ملبوس تھیں۔ جبکہ وہ سیاہ چادر سے نقاب

کیے ہوئے تھی۔

"بیٹھیں" اس کو سامنے چیئر کی طرف اشارہ کر بیٹھانے کے بعد وہ بیٹھا تھا۔

کہنے کو الفاظ ڈھونڈ رہا تھا جب وہ مخاطب ہوئی۔

"سر میں اب عینہ کی ذمہ داری نہیں لینا چاہتی" اس کی آواز میں لرزش تھی۔

یاور نے اپنی آنکھیں مینچی تھیں۔

"آج کی باتوں کی وجہ سے؟"

"نہیں اگر میں عینہ کی حفاظت نہ کر سکتی تو؟"

اس کی آنکھوں سے آنسو نکلے تھے۔ یہ وہ بات تھی جو اسے پریشان کیے ہوئے تھی تو کیا ہوتا اسے
یاور کا ڈر نہیں تھا وہ خود کو معاف نہ کر پاتی۔

یاور اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ "مجھے اندازہ ہوا ہے یہ اتنا اسان نہیں ہے اس حادثے نے مجھے بتایا ہے کہ
میں نے بہت بڑی ذمہ داری لے لی ہے مجھے اپنی جان کا افسوس نہ ہوتا مگر وہ اگر عینہ کو لے جاتے
تو؟" اس نے آنکھیں اٹھا کے سوالیہ انداز میں یاور کو دیکھا تھا۔

وہ دیکھ سکتا تھا اس کا ڈر وہ سہی تھی۔۔۔

"میں ان لوگوں کو سزا دے چکا ہوں اسندہ ایسا نہیں ہوگا۔ وہ اس سے زیادہ خود کو بتا رہا تھا۔

اس کی بات سن حیات اس کی طرف دیکھتے لگی۔ وہ بھی اسی کو دیکھ رہا تھا، اس کی بھیگی آنکھوں کی
فکر نظر انداز کرنے کے قابل نہیں تھی۔

OWC NHN OWC NHN

"مگر..."

"اگر مگر کچھ نہیں اپ ہی یہ ذمہ داری سنبھالیں گی۔ میں نے سیکورٹی بڑھادی ہے"

وہ تو جیسے بات ہی ختم کر گیا تھا وہ کچھ نہ بول سکی جب عینہ اس کی طرف بھاگتے ہوئے آئی۔

"اففففف حیات آنی میں نے اپ کو بہت مس کیا۔"

وہ زور سے اس کے گلے لگی تھی جب اس اچانک افتاد پر اس کا نقاب گرا تھا اور اس نے فوراً رخ موڑا تھا۔ مگر اس سے پہلے ہی سامنے بیٹھے یاور نے اپنا رخ موڑا تھا مگر اس کے کان کے پاس بنے تل نے اس کا دل دھڑکا دیا تھا۔ جہاں سے پن اتری تھی مگر اتنا عکس کافی ہو گیا تھا۔

جبکہ حیات نے سکون سے سانس بھرا تھا اور خوشگلیں نظروں سے عینہ کو گھورا تھا جو اب کان پکڑے معصوم بنی ہوئی تھی۔

"اوپس۔۔۔ سوری آئندہ اتنا اکساٹڈ نہیں ہونگی.."

چلو آج میں اپ کو لہجہ کرواؤ۔ حیات نے مسکرا کر اس کا ہاتھ پکڑا تھا۔ عینہ تو خوش ہو گی اس بات سے بے خبر کہ پیچھے اس کی بابا کا منہ بن گیا ہے۔۔۔۔۔ کہ وہ بھی حیات کے لہجہ کو مس کر رہا تھا۔ مگر بس سر میں ہاتھ پھیر کے رہ گیا۔۔۔

"رافع سکندر راج سپیشل تیار ہو رہا تھا" سفید شلوار قمیض پہنے اوپر سفید ہی کوٹ پہنے بالوں کو جیل سے سیٹ کیے۔ خود پہ کلون سپرے کرتے اپنی مونچھوں کو تاؤ دیتے وہ واقعی مغرور شہزادہ لگا تھا۔ وہ پہلی بار کسی چیریٹی پارٹی میں شامل ہونے جا رہا تھا۔ وہ ہمیشہ اپنے سیکرٹری کے ہاتھوں چیک بھیج چیریٹی کرتا تھا۔ مگر آج وہ خود جا رہا تھا۔ کیونکہ اطلاع کے مطابق زویا شاہ صرف چیریٹی پارٹی ہی اٹیڈ کرتی تھی۔ اور اس کے آنے کے قوی امکانات تھے۔

تو اس نے بھی فوراً ہامی بھر لی۔

وہ پارٹی میں بھی جلدی پہنچ گیا تھا جو گھنٹہ لیٹ ہونے کا عادی تھا۔

انکھیں بار بار داخلی دروازے پر جا ٹھرتی تھی۔

جب اس کا انتظار ختم ہوا۔ اور اس کے بے چین دل میں ٹھنڈک پڑی۔

سامنے زویا شاہ کو اپنے بابا کے ہمراہ آتے دیکھا۔ وہ ہمیشہ کی طرح ارد گرد سے بے نیازان سے باتیں کرتی آرہی تھی۔

رافع نے اس کا تفصیلی جائزہ لیا تھا۔ جو سفید رنگ کے شارٹ فراک اور بیل بوٹم ٹراؤزر پہنے ہلکے

میک اپ کے ساتھ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ کہ ہمیشہ وہ اسے سادہ ہی نظر آتی تھی۔

رافع کی نظر ٹھہر گئی۔ پھر وہ ہی اپنی ہی بے ساختگی پہ حیران ہوتا خود کو کمپوز کرنے لگا۔ اس کا دل اس

کے کانوں میں بج رہا تھا۔ اس کا ہاتھ اس کے دل پہ جا ٹھہرا۔

اس کے پسینے سے ترچہرے کو دیکھ اس کا سیکرٹری اس کی طرف دوڑا۔

"سر آپ کی طبیعت ٹھیک ہے"

اس نے چونک کے سامنے کھڑے حماد کو دیکھا جو اس کا دایاں بازو تھا اور اس کے سارے کام

سنجھتا ہمیشہ اس کے ڈاٹھ موجود ہوتا تھا۔ وہ اس کی حالت دیکھ پریشان اس کو دیکھ رہا تھا۔

کیا اس کی حالت دوسروں کو بھی نظر آنے لگی ہے۔

"ارے نہیں، یہ لڑکی کوئی بلا ہے جس نے اسے بدل کر رکھ دیا ہے" اس کا سکون تباہ کر دیا ہے"

وہ سوچ کر ہی رہ گیا۔

دوبارہ اس کی طرف متوجہ ہوا تو اسے شخص سے باتیں کرتا دیکھ اس کے عصاب تھے۔
زویا کی اس کی طرف پشت تھی۔ جب کے وہ آدمی خاصا دانت نکال نکال کے اس سے مخاطب
تھا۔ جو جانا مانا کرپٹ سیاست دان تھا۔ اور اس کا مخالف بھی۔ نام سیف سبزواری تھا۔
وہ رحمت شاہ کو ڈھونڈنے لگا کہ وہ کیسے اس بدنام زمانہ شخص کے ساتھ اسے تنہا چھوڑ دیا۔ تو اس کا
غصہ مزید بڑھا کہ جب اس نے دیکھا رحمت شاہ کے چہرے پہ پریشانی واضح تھی۔ وہ زویا شاہ کے
پاس جانا چاہتے تھے وہ بار بار اسی کو دیکھ رہے تھے۔ جبکہ ان کو ڈائمنگ ٹیبل پہ سیف کے والد کے
ساتھ دیکھا وہ انہیں چھوڑنے کے حق میں نہ تھا وہ بار بار ایکسیوز کرتے تو وہ ان کی باتیں ٹال کر ان
کو کسی اور بحث میں لے جاتے۔

جب رافع نے قدم زویا کی طرف بڑھائے۔ اور اس کے سامنے جا کھڑا ہوا جس میں بے
زار ہو کے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی اس کے اچانک آنے پہ چونکی۔ جہاں سیف کارنگ اڑا۔
"آپ" زویا کا اتنا کہنا تھا کہ رافع نے مزید کچھ سنے اس کا ہاتھ پکڑا۔ وہ ہونقوں کی طرح اس کو
دیکھ رہی تھی۔ جب وہ سیف کو آگنور کیے اس کو لیے رحمت شاہ کی طرف بڑھا۔
سیف اس کے انداز پہ ضبط کر کے رہ گیا۔ اور غصے سے اس کی پیٹھ کو گھورا۔

ادھر رافع نے اسے رحمت شاہ کے دوسری طرف لا کر کرسی کھینچ کے بیٹھا دیا اور خود بھی ساتھ ہی
بیٹھ گیا۔ اس اچانک افتاد کو زویا تو انکھیں پٹپٹا کر سمجھنے کی کوشش کرنے لگی جو ان دونوں کے
درمیان بیٹھی کبھی اسے دیکھتی تو کبھی اپنے بابا کو۔ رحمت شاہ نے خوشگوار حیرت سے اسے دیکھا۔

"کیسے ہیں آپ سر" رافع نے انتہائی عاجزی سے ان کو سلام کیا۔

"میں ٹھیک ہوں برخوردار تمہیں دیکھ کر خوشی ہوئی" انہوں نے زویا کو بیٹھے بیٹھے اپنے ساتھ ایک بازو کے حصار میں لیتے جواب دیا۔ کہ وہ واقعی زویا کے لیے کافی پریشان ہو گئے تھے۔ وہ ان باپ بیٹے کی چالاکی سمجھ گئے تھے۔ مگر جانتے تھے زویا نہیں سمجھ پائی۔ اس لیے مروتن کھڑی رہی تھی وہاں۔

"کیا آپ دونوں ایک دوسرے کو جانتے ہیں" اب وہ دونوں سے مخاطب تھے۔
"جی، بہت اچھے سے" اس سے پہلے زویا جواب دیتی وہ بول دیا تھا۔ جس پہ زویا سے گھور کے رہ گئی۔

"کیسے، وہ دلچسپی سے پوچھ رہے تھے"
"آپ کی بیٹی نے میری گاڑی توڑی تھی" رحمت شاہ نے حیرانی سے اپنی بیٹی کو دیکھا۔ جو آنکھیں بڑی کیے اسے گھورنے میں مصروف تھی۔ وہ دانتوں تلے لب دبائے اپنی مسکراہٹ روکنے کی کوشش میں تھا۔

"انہوں نے مجھے کڈنیپ کروایا تھا" وہ آنکھیں بڑی کیے اب اپنی شکایت کا بدلہ لے رہی تھی۔
"انہوں نے پھر میرے سینے میں خنجر مار مجھے زخمی کر دیا تھا" وہ انتہائی معصومیت سے گویا ہوا۔
"تو جنگل میں آپ کی مدد بھی تو کی تھی گڑھے سے نکالنے میں ورنہ وہی سڑتے رہتے"
"بچایا تو میں نے بھی تھا سانپ سے ورنہ شاید اپنا گن بن چکی ہوتی"

سانپ کے کاٹنے سے ناگن کون بنتا ہے۔ وہ اس کی بے تکی بات پہ جھلائی۔ جبکہ رحمت شاہ کبھی اس کے تو کبھی زویا کی طرف دیکھتے ان کی گل افشائیاں سن رہے تھے۔ جب کے سیف کا ولد خود کو اگنور کیے جانے پہ ضبط کرتا کب کا اٹھ چکا تھا۔

رحمت شاہ نے دیکھا تھا ان کی بیٹی کی آنکھوں میں حیرانگی اور غصے جبکہ رافع کی آنکھوں میں صرف شرارت تھی۔ وہ دونوں ساتھ کھانا کھاتے ہوئے اپنی ہی دھن میں لگے تھے۔

رافع کو یاد نہیں پڑتا تھا کہ اس نے کبھی کسی سے اتنی لمبی بات کی ہو اس نے خود پہ غور کیا کیا اسے اپنے خول واپس آجانا چاہیے مگر اسے سب اچھا لگ رہا تھا۔ تو اس نے اپنی سوچ کو دفع کیا اور زویا سے بحث جاری رکھی کہ اتنے دنوں بعد اسے سکون ملا تھا۔

"بابا آپ اتنے پر سکون کیسے ہیں انہوں نے مجھے کڈنیپ کروایا تھا" اس نے آنکھیں بڑی کر سکون سے ان کی بحث سنتے کھانے سے انصاف کرتے رحمت شاہ کو معاملے کی سنگینی جتاتے دیکھا جو ان کی باتوں سے مہظوظ ہو رہے تھے۔ وہ کبھی انہیں نہ بتاتی اگر رافع اس کی شکایت نہ لگاتا اس نے اپنے بابا کے سامنے اپنی پوزیشن کلیئر کرنا ضروری سمجھا۔

"بدلہ لے تو لیا تھا آپ نے" رحمت شاہ کے اتنے پر سکون انداز پہ کہنے سے وہ منہ کھول کے رہ گئی جبکہ رافع دوسری طرف منہ کرتا اپنی ہنسی ضبط کر رہا تھا۔ زندگی میں پہلی دفع وہ کسی شکایت لگا کر اتنا مہظوظ ہوا تھا۔

"بابا لُچہ نہیں لے کے گئے تھے انہوں نے مجھے کڈنیپ کیا تھا اتنا ایزی نہ لیں یہ

بات " وہ جیسے اڑ گئی تھی اپنے بابا سے اس کی کلاس لگوانے کے لیے۔

"آپ رک جاتی تو آپ کو لُچہ کروائے بغیر نہ بھیجتا اس نے پھر سے اسے تپایا تھا۔"

وہ دانت پیس کے رہ گئی۔ اس کا لال بھبھو کا چہرہ دیکھ رافع کو جانا ہی مناسب لگا وہ فوراً اٹھا رحمت

صاحب سے ہاتھ ملایا۔ "او کے سر آپ کے ساتھ وقت گزار کے بہت اچھا لگا، پھر ملاقات ہو

گی۔"

ایک نظر اس آفت کو دیکھا جو گلاس یوں پکڑے بیٹھی تھی کہ ابھی اس کے سے میں دے مارے

گی۔ وہ فوراً سائید سائیل دیتے وہاں سے گیا تھا۔

ادھر زویانے اپنے بابا کو شکایتی نظروں سے دیکھا جنہوں نے اس کا ساتھ نہیں دیا تھا وہ اس کے

دیکھنے پر کندھے اچکا کے رہ گئے۔ اور اپنے ہاتھ کھڑے کر لیے جس پہ دونوں باپ

بیٹی کا تہقہہ بے ساختہ تھا۔

"مجھے نہیں پتا تھا میری بیٹی اتنی خطرناک ہیں"، "دیکھ لیں" زویانے اتر کر کہا۔

"رافع سکندر کیسا ہے، مطلب انسان کیسا ہے" وہ متحس ہوئے جاننے کے لیے کہ ان کی

بیٹی کیا خیالات رکھتی ہے۔

"اچھا انسان ہے بابا پہلے مجھے مغرور لگتا تھا مگر مزید جنگل والے چیلنج کے بعد اندازہ ہوا ویسا نہیں

جیسا دکھتا ہے"

زویا اپنی بات کہہ کد خاموش ہو گئی۔ مگر رحمت شاہ اس کی زویا کو جس طرح سے وہ لے کر آیا اور محفوظ طریقے سے اسے بیٹھا کر نامحسوس انداز میں اس کی فکر کرنا بہت بھایا تھا۔ ان کے دل میں اس کی جگہ بن چکی تھی۔

رافع کو رہ رہ کر ساری پارٹی کا احوال یاد آ رہا تھا۔ اور اس کے چہرے کی مسکراہٹ گہری ہوتی جا رہی تھی۔ وہ اپنے دل کی بدلتی حالت سے واقف تھا۔ کہ وہ بھی اس راہ کا ناچاہتے ہوئے بھی مسافر بن گیا ہے۔ مگر یہ احساس بہت خوبصورت تھا۔ وہ بار بار اس کا ہر انداز یاد کر رہا تھا۔

''اففففف رافع سکندر۔۔۔۔۔''

پھریوں ہو اس کی گلی میں ہم

ایک کام سے گئے پھر ہر کام سے گئے۔

جس وہ بے ساختہ مسکرا دیا۔۔۔۔

اگلے دن حیات آفس میں داخل ہوئی تو اس کے پاس کافی سامان تھا۔ سب حیرت سے اسے دیکھ رہے تھے۔ مگر کچھ پوچھنے کی ہمت نہ کر سکے۔ کہ کل ان کو اچھا خاصا شرمندہ کیا گیا تھا۔ تبھی وہ خود ہی مخاطب ہو گئی۔

''میں آج سارے سٹاف کے لیے کھانا بنا کے لائی ہوں صرف یہ بتانے کے لیے۔ کہ رزق اللہ کی

طرف سے ہے ہر انسان اپنا حق کھاتا ہے اور یہ کہ اگر وہ دوسروں کو بھی کھلائے تو یہ چیز ثواب

میں شمار ہوتی ہے۔ میرے گھر کی تربیت ہی ایسی ہے کہ جہاں اپنے لیے کچھ بناؤ وہاں کسی اور کے لیے بھی بنا دو کہ اس سے برکت ہوتی ہے۔ رزق کم نہیں ہوتا بڑھتا ہے۔ سامنے چاہے امیر ہو یا غریب اپنا حق ہی کھا رہا ہوتا ہے وسیلہ کوئی بھی بن سکتا ہے۔ اس لیے کم از کم اس چیز کو دنیا کے مطلب سے دور رکھیں۔ کہ اچھائی ہے اور اللہ کو پسند ہے۔ تو میں صرف عینہ کے لیے نہیں آپ لوگوں کے لیے بھی لائی ہوں مقصد شرمندہ کرنا نہیں بس اپنا نظریہ سمجھانا ہے۔"

وہ ان کی جھکی نظریں دیکھ بولی تھی۔

"میں عینہ کے لیے کھانا لانا آپ لوگوں کی سوچ کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتی۔ میری عینہ کے لیے اٹیچ منٹ نہ آپ لوگوں کو سمجھ آئی نہ میں سمجھاؤں گی۔"

"میری نیت صاف ہے میں ہمیشہ اللہ کو ہی جواب دہ رہوں گی"

"اور آپ لوگ اپنی سوچ کے لیے جواب دہ ہوں گے، امید ہے سب کھانے کی بے حرمتی نہیں کریں گے میں نے بہت محنت سے بنایا ہے آپ سب کو پسند آئے گا" وہ شروع میں بے تاثر اور آخر میں نرم لہجے میں بولی تھی۔

کی سب سر ہلا گئے۔ وہ بھی اگے بڑھ گئی۔ لیکن لہجے کے بعد سب نے کھانے کی تعریف کرتے خوشدلی سے اس کی طرف پہل کی تھی تو اس نے بھی بغیر پچھلا کوئی تاثر دیے۔ خوشدلی سے سب سے داد وصول کی تھی، سب نے ایک دفع پھر اس سے معافی مانگی تھی۔

اس نے شکر کیا تھا کہ آفس کا ماحول پھر سے ویسا ہو گیا تھا۔

گھر آنے پہ اس کی والدہ نے اسے پھر سے رشتے کی بابت پوچھا اس سے پہلے اس کے بنتے منہ پہ وہ اسے پھر سے کوئی ایمو شنل لیکچر دیتی وہ کمرے میں بھاگی تھی۔ اپنے بابا کو ان کو سنبھالنے کا اشارہ کرتے۔

مگر اس دن نجمہ بیگم بھی آڑ گئی تھیں۔ اور شام تک دونوں باپ بیٹی منہ سو جا کے ان کی بات مان گئے تھے۔ کہ اب فرار ناممکن تھا چونکہ رشتہ ننھیال رشتہ داروں کا تھا لڑکا نجمہ بیگم کے کزن کا بیٹا تھا۔ وہ رشتہ انہیں معقول لگا تھا۔ حیات کے ہاں کہنے کے بعد امجد صاحب بھی اب اس رشتے پر خوب غور و فکر کر رہے تھے۔ بڑوں میں باتیں چل پڑی تھیں۔۔۔ حیات کو بھی کوئی مسئلہ نہ تھا کہ انہوں نے کہا تھا وہ اسے جو ب کرنے دیں گے۔

یا رولی اپنے گود میں سوئی عینہ کے بال سہلار ہا تھا جب وہ بولی۔

"بابا حیات انی کتنی پیاری ہیں"

مجھے کیا پتا جان میں تو انہیں نہیں دیکھا مگر ان کا دل واقعی بہت پیارا ہے۔" اس کے ذہن میں فوراً اس کی آنکھیں اوور تل گھوما تھا۔ پھر وہ خود کو ڈیپٹ گیا۔

"بابا کیا وہ ہمیشہ ہمارے پاس نہیں رہ سکتی" عینہ نے آس سے اس کی جانب منہ اوپر کر کے دیکھا۔

یا رولی کے عینہ کے بال سہلاتے ہاتھ تھے۔ اس نے عینہ کی طرف نہ دیکھا۔

"نہیں" بس وہ اتنا بول پایا۔ عینہ منہ بسور کے رہ گئی۔

یاورولی کا جواب دیتے دل بے ساختہ دھڑکا تھا۔ وہ چاہنے لگا تھا ان پر خلوص آنکھوں کو مگر اظہار صرف بدگمانی لاسکتا تھا۔ تو ضبط کر رہا تھا کہ وہ اس لڑکی کو اپنی کسی جائز خواہش کی وجہ سے مصیبت میں نہ ڈال سکتا تھا۔ وہ معاشرے کی تلخ حقیقت جانتا تھا۔ اور اس کے کردار کے حوالے سے وہ کبھی رسک نہ لے سکتا جانتا تھا اس کی پیش قدمی چاہے جتنی پر وقار طریقے سے کیوں نہ ہو حیات پر بات کی جائے گی۔ اور وہ اتنا خود غرض نہ تھا کہ وہ ایسی کسی بھی صورت حال میں اس کی آنکھوں میں اپنے لیے شکوہ نہیں دیکھ سکتا تھا۔ وہ بس سردا بھر کے رہ گیا۔

اس نے سوچا نہ تھا کوئی اس طرح کبھی اس کے دل میں براجمان ہوگا۔ مگر وہ ہوگی تھی۔ عینہ کے بعد وہ صنفِ نازک اس کی فکروں کا مرکز تھی۔

حیات عینہ کو لے کر مال آئی ہوئی تھی۔ عینہ کی ضد تھی کہ اسے حیات کے ساتھ شاپنگ کرنی ہے حیات کی ناچار بہانوں اور یاور کے سمجھانے کے باوجود بھی وہ نہ مانی تھی۔ اب وہ اسے اپنے بابا کے لیے بھی شاپنگ کرنے کا کہہ رہی تھی جس پہ نہ چاہتے ہوئے بھی وہ اس کے ساتھ ساتھ گھوم رہی تھی کہ وہ واقعی بہت فضول خرچ بیٹی تھی اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اپنے بابا کے کریڈٹ کارڈ کو خالی کر دے۔ وہ اس کے لیے بھی ایک بوتیک میں گھس گی جب اس کے ارادوں کا حیات کو پتا چلا تو اسے اٹھا کے شاپ سے باہر لے آئی اور دوبارہ اس کے ساتھ کبھی نہ آنے کی دھمکی دے کہ اس کی ضد کو توڑا تھا۔

عینہ نے سارے شاپنگ بیگز دونوں گارڈز کو گاڑی میں رکھنے کے لیے دیے جو وہ بامشکل لے کے گئے تو دونوں نوڈ پوائنٹ کی طرف بڑھ گئی۔ کہ عینہ کو اب بہت بھوک لگ رہی تھی۔

"حیات آئی بہت مزا آیا مجھے آپ کے ساتھ بابا کے ساتھ میں ہمیشہ بور ہو جاتی تھی۔ انہیں بالکل گریز کے ٹیسٹ کا نہیں پتا" وہ منہ بنا کے گویا ہوئی تو حیات اس کے کیوٹ فیس کو دیکھ کے ہنس دی

"لیکن میرے بابا بہت اچھے ہیں، آپ کو کیسے لگتے ہیں"

اس کے اچانک غیر متوقع سوال پہ وہ بس اس کو دیکھ کے رہ گئی۔

"آپ کو اچھے نہیں لگتے کیا" جواب نہ پا کر وہ اداسی سے گویا ہوئی۔

"نہیں، آپ کے بابا واقعی بہت اچھے ہیں۔"

"مطلب آپ کو پسند ہیں" وہ جوش سے گویا ہوئی۔

"ہمممم، ہاں اچھے انسان ہیں"

"تو آپ ان سے شادی کر لیں نہ۔۔۔ پھر آپ دونوں میرے پاس رہیں گے"

اس کے اچانک اتنی بڑی بات کہنے پہ وہ اسے بس دیکھ کے رہ گئی سمجھ سکتی تھی دیکھ سکتے تھی اس

کے لہجے کی اداسی اور کسک وہ پچی تھی اسے ماں چاہیے تھی۔ وہ اسے سمجھانے کے لیے مناسب

الفاظ ڈھونڈ رہی تھی جب اچانک شور برپا ہوا اور فائر الارم بجنے لگے۔ سب ادھر ادھر بھاگنا شروع

ہو گئے۔ تو حیات نے فوراً سے عینہ کو اٹھایا تھا۔ اور وہاں سے بھاگی تھی۔

یاورولی جو اپنا کام ختم کر اب مال ہی اگیا تھا۔ اپنے گارڈز کو اکیلے دیکھ ان سے باز پرس کر رہا تھا اچانک شور پر اوپر کی جانب بھاگا جہاں تیسری منزل پر اگے رسائی نہ دی جا رہی تھی کہ وہاں ہی آگ لگی تھی۔

وہ اگے بڑھنے لگا جب اسے روک دیا گیا وہ مسلسل انہیں سمجھاتا خود کو چھڑا رہا تھا ذہن میں بس عینہ اور حیات تھی جو دونوں ہی اب اس کی جان تھی۔ ہاں حیات اس کے لاکھ جھٹلانے اور خود کو باور کروانے کے بعد بھی اس کے دل میں اپنی اہمیت خود بخود منو آگئی تھی۔ وہ بھی عینہ کی طرح بہت ضروری ہو گئی تھی۔ وہی کھڑے کھڑے سے ادراک ہوا تھا کہ صرف عینہ ہی نہیں اپنی چھوٹی چھوٹی چیزوں سے فکروں سے خلوص سے وہ یاورولی کی عادت بننے کے بعد اس کی محبت بن گئی تھی۔ ان دونوں کا سوچتے س کی جان سولی پہ لٹکی تھی۔

نہیں وہ انہیں نہیں کھو سکتا تھا۔ اس کے پاس پھر کچھ نہ بچتا۔ اس کی زندگی تھی وہ دونوں

"جانے دیں مجھے آپ کو سمجھ کیوں نہیں آرہی میری بیٹی ہے وہاں"

"سر سمجھنے کی کوشش کریں ہم نہیں جانے دے سکتے پورا اتھر ڈفلور خطرناک آگ کی لپیٹ میں

ہے سبھی لوگ وہاں سے نکل چکے ہیں ہمارے ممبرز نے بتایا وہاں اب کوئی نہیں۔"

"وہ دونوں نہیں آئی اب تک مجھے دیکھنے دیں"

وہ مسلسل چیختا ان سے خود کو چھڑا رہا تھا ایسے وہ کوئی جنونی معلوم ہو رہا تھا۔ وہاں کھڑے لوگ نہیں سمجھ پارہے تھے کہ اس کی زندگی اگر وہ یوں نہیں کھڑے رہتا ان کا نہ ڈھونڈتا تو ختم ہو جاتی، وہ واقعی اپنی زندگی بچانے کی خاطر موت کے منہ میں جانے کے لیے تڑپ رہا تھا۔

"سر کوئی آ رہا ہے" اچانک اواز گونجی جب دھویں کے مرغولوں سے کوئی لڑکھڑاتا اس طرف اتنا دیکھائی دیا۔ گرمی سے وہ سب شرابور تھے۔ یاورولی جو اپنے کوٹ کو اتارے ہوئے سفید شرٹ کے پہلے دو بٹن کھولے آستینوں کو کہنیوں تک موڑے اب خود بھی اس طرف متوجہ تھا اسے دیکھتے معلوم ہوتا تھا کہ اب سانس رکے کہ تب سانس رکے اچانک وہ ان کا حصار توڑتا اس طرف بھاگا تھا۔

اس سے پہلے وہ وجود گرتا اس نے جا کے سنبھالا تھا۔

اس کے مانوجان میں جان آئی تھی۔ وہ حیات تھی۔۔۔

"وہ حیرت انگیز طور سے دیکھے گیا۔ کے تبھی حیات نے خود کو سنبھالنے والے کو دیکھا اور شکر کا سانس لیا۔

"س۔س۔سر" جی حیات یہ میں ہوں اپ ٹھیک ہیں۔

وہ ابھی کہہ رہا تھا جب اس نے اپنی چادر کندھے سے تھوڑا کھسکھائی کی یاورولی کو عینہ کا سر نظر آیا وہ نازک جان اسے کسی قیمتی متاع کی طرح خود سے لگائے ہوئے اپنی چادر میں چھپائے ہوئی تھی۔

یاور نے دوبارہ حیات کو دیکھا جس کی آنکھیں بس بند ہو رہی تھی۔ وہ ایک بار پھر اس کی عینہ کو اپنی جان پر کھیل کر بچاگی تھی چہرہ ماسک میں چھپا تھا۔

وہ دونوں دھویں کے باعث بے ہوش ہو گئی تھی۔ یاور نے مزید وقت ضائع کیے بغیر اسے عینہ

سمیت اٹھالیا اور باہر کو بھاگا۔ گاڑی میں اسے لٹایا اور احتیاط سے عینہ کو اس سے الگ کیا۔ اور اس بھی فرنٹ پہ لٹاتا تیزی سے ہاسپٹل کی طرف گاڑی دوڑادی۔

حیات کو ہوش آیا تو کتنی دیر وہ غائب دماغی سے چھت کو گھورتی رہی پھر اچانک سے سب یاد آنے پر خود کو دیکھا اس نے عینہ کو خود سے لپٹایا ہوا تھا وہ کہاں گی وہ فوراً سے اٹھی جب اپنے ہاتھ میں ڈرپ لگی دیکھی۔

وہ ہاسپٹل میں تھی تو عینہ کہاں تھی۔ جب دروازہ کھلا اور عینہ نظر آئی۔
اسے جاگتا دیکھ وہ اس کی طرف بھاگی۔

"حیات آئی ہم دونوں بچ گئے۔ اپ بھی ٹھیک ہو"

وہ خوش ہوتے اس کے گلے لگی۔ ادھر حیات پر سکون ہوئی۔ یہ کوئی بڑا پراسٹیٹ ہاسپٹل معلوم ہوتا تھا۔

جب اچانک ایک نرس اندر آئی۔

اور مسکراتے ہوئے اس سے بولی۔

"اب طبیعت کیسی ہے مسز یاورولی۔۔۔۔۔اپ کے ہسبنڈ تو بہت پوزیسو ہیں آپ کے معاملے میں، کب سے کسی میل ور کر کو یہاں نہیں آنے دیا۔ اور خود آپ کے ہوش میں آنے تک وہ باہر ایک ٹانگ پہ کھڑے رہے ہیں"

وہ تو بولتی ہی گی جب کہ اس کی بات پر وہ سرخ چہرہ لیے اس کی بات سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ شاید اسے کوئی غلط فہمی ہوئی تھی۔

"میں انہیں بول دیتی ہوں کہ آپ کو ہوش آگیا تاکہ وہ بھی پرسکون ہوں" یہ انہوں نے آپ کے لیے بھیجی ہے چادر" وہ کہہ کے اس کی ڈرپ اتار کر باہر چلی گی کہ اب وہ ٹھیک تھی۔ اس کی چادر شاید جل گئی تھی۔ تبھی یاورولنے نئی بھیجی تھی۔ اس نے فوراً اوڑھی۔ مگر ذہن میں نرس کی باتیں گونج رہی تھیں۔

کہ یاورولی نے اس کے پردے کو اتنا معتبر رکھا تھا۔ اس کے دل میں یاورولی کا مقام اونچا ہوا تھا اور نہ ایسے حادثات میں جان بچ جانے کو کافی گردانتے لوگ کہاں اس بات کا دیہان رکھتے ہیں۔ دروازہ ناک ہو تو وہ سیدھی ہوئی جب اس نے یاورولی کی آواز سنی۔

"حیات میں اندر آسکتا ہوں؟"

اس کے اجازت مانگنے پر حیات نے چہرے پر نقاب اوڑھ کر اجازت دی۔ تو وہ نظریں جھکائے داخل ہوا اور دروازے کے ساتھ صوفہ پر بیٹھ گیا۔

"آپ ٹھیک ہیں اب؟"

"جی"

وہ پھر کتنی دیر خاموش رہا جیسے الفاظ ڈھونڈ رہا ہو۔ وہ ہمیشہ اس کی مدد اور خلوص کو الفاظ دینے کی کوشش کرتا تھا مگر ناکام رہتا کہ اس کے کیے کا وہ الفاظ متبادل کبھی نہیں ہو سکتے تھے۔

وہ اس کی طرف سے اس کی زات پر کی گئی ان تمام عنایتوں کو بے مول نہیں کر سکتا تھا اپنے عام الفاظ سے جس کا نتیجہ ہمیشہ خاموشی ہوتی تھی۔

"عینہ آپ کو تو چوٹ نہیں آئی نہ"

"نہیں آئی، کوئی چوٹ نہیں آئی آپ نے خود میں چھپا لیا تھا مجھے" وہ کہہ کے پھر سے اس سے لگ

کے گود میں بیٹھ گئی جس پر حیات مسکرا کر اس کے سر پہ لب رکھ گئی۔

"چلیں میں آپ کو چھوڑ دیتا ہوں آپ کے گھر والے پریشان ہوں گے۔"

"اوکے"

پھر یاورا سے خود چھوڑنے آیا حیات کے بابا اس کے انتظار میں باہر ہی کھڑے تھے۔ تو یاورا کو بھی

اندر لے گئے۔

OWC NHN OWC NHN

جسے ان کے لہاڑ میں اندر جانا بڑا۔

حیات کا گھر چھوٹا مگر سلیقے سے سجایا گیا تھا جو وہاں رہنے والے مکینوں کی پروقار مزاج کا منہ بولتا

ثبوت تھا۔

عینہ کے ساتھ مشی اور ازان کھیلنے لگے جو پہلی مرتبہ ایسی کمپنی میں سب بھلائے کھیلنے میں مگن تھی۔

یاور ولی اور امجد صاحب بھی اپنی باتوں میں مصروف تھے۔ امجد صاحب کو یاور ولی کا مزاج بہت بھایا تھا۔ وہ تھوڑی ہی دیر میں یاور کے ساتھ بے تکلف ہو گئے تھے۔
کہ باتوں ہی باتوں میں انہوں نے حیات کی شادی کی بات شروع کر دی۔

اور یہاں یاور کے چہرے کا رنگ اڑا تھا۔ مگر وہ بامشکل خود پہ ضبط کرتا چہرے پہ نارمل تاثرات رکھتا ان کی بات سنتا رہا۔ کہ وہ اسے مدعو بھی کر گئے۔

دو ہفتے بعد اس دشمن دل کی شادی تھی اور وہ سن رہا تھا۔ وہ اس سے ہمیشہ کے لیے دور ہونے والی تھی۔ وہ کچھ نہ کر سکتا تھا۔ اسکو اپنی محبت کی قید میں رکھنے سے پہلے ہی اس کی محبت کو عمر قید ہو گئی تھی۔

"بابا حیات آنی کی شادی ہے" کہ عینہ کی چہکتی آواز نے اس کی سوچوں کے ارتکاز کو توڑا۔
"ہمممممم۔" مشی آپی بتا رہی فنکشن شروع ہونے والے کل سے مجھے بھی اٹینڈ کرنے میں یہی رہوں گی۔"

"یاور نے حیرانی سے اپنی گڑیا کو دیکھا جسے اندازہ نہیں تھا کہ یہ شادی دونوں باپ بیٹی کی زندگی ویران کرنے والی ہے۔ اب اسے شدت سے چھتتا وہ ہوا کہ وہ عینہ کو واقعی حیات کا عادی نہ کرتا۔ اور

نہ خود ہوتا تو یہ سب اتنا مشکل اور تکلیف دہ نہ ہوتا اس کا دل یوں درد کر رہا تھا کہ جیسے چھریوں سے کاٹا جا رہا ہو۔

اس کا کوئی ہمدرد نہ تھا وہ نہ اپنا درد بانٹ سکتا تھا۔ آج شدت سے اسے اپنا کیلا پن محسوس ہوا تھا وہ نہیں سمجھ پارہا تھا کہ عینہ اسے اور کیا کیا کہہ رہی ہے۔ بس وہ بامشکل ان سے اجازت لیتا واپس روانہ ہوا تھا۔۔۔۔۔



زویا شاہ اس کی سوچوں پر بری طرح سوار ہو چکی تھی۔ وہ اس وقت افس سے نکل کر اپنے گھر جا رہا تھا۔ جب وہ سڑک پر کسی سے جھگڑتے دیکھائی دی۔

اسے لگا اس کا وہم ہے مگر پھر سر جھٹکنے پر اندازہ ہوا وہ واقعی اپنے اصلی روپ میں آج پھر کسی سے جنگ کرنے کھڑی ہے اس نے فوراً گاڑی رکوائی اور اس کی طرف بڑھا۔ اس سے پہلے وہ سامنے کھڑے گنڈے نما لڑکے پر ہاتھ اٹھاتی۔ اس نے زویا کا ہاتھ پکڑا تھا زویا نے پیچھے مڑ کر اپنا ہاتھ روکنے والے کو دیکھا۔ رافع سکندر کو دیکھ اس کے منہ کے زاویے بگڑے۔۔۔

"چھوڑیں مجھے آپ نہیں جانتے یہ جنگلی آدمی کیسے اس لڑکی کو حراساں کر رہا تھا"

اس سے پہلے رافع اسے کچھ سمجھاتا۔ سامنے کھڑا وہ گھٹیا شخص مزید شیخی بگھاڑتے گویا ہوا۔
اے ہوئے دیکھو تو اس حسینہ کے اب۔۔۔۔۔

اس سے پہلے کہ وہ کوئی بکو اس کرتا زویا کے مطلق رافع نے زویا کا ہاتھ تھامے اسی کی طرف دیکھتے دوسرے ہاتھ سے اپنی پینٹ سے گن نکالتے اس کی ٹانگ پر گولی ماری تھی۔

فضا میں ایک دم سناٹا چھا گیا بس اس آدمی کی چیخیں تھی زویا کبھی اسے دیکھتی تو کبھی زمین پہ گرے اس شخص کو یہ سب غیر متوقع تھا اس کے لیے۔

جہاں رافع پر سکوں سابس زویا کے بدلتے تاثرات دیکھ رہا تھا۔

اسے ہاسپٹل کے بعد جیل لے جانا جب تک اس کا دماغ ٹھیک نہ ہو جائے اسے وہی رکھا جائے۔ وہ اپنے گارڈز کو کہتا۔ زویا کو لیتا وہاں سے چل دیا۔

گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولتے اسے بٹھایا اور دوسری طرف خود آکر بیٹھ گیا۔

زویا جو ابھی تک شاک میں تھی۔ اب غصے میں اس کی طرف گھوم کے اسے گھور رہی تھی جو بے نیاز بنا سامنے دیکھ رہا تھا۔

"مسٹر رافع میری طرف دیکھیں"

"نہیں دیکھ سکتا دونوں کے لیے مسئلہ ہو جائے گا۔"

"وہ گہرا مسکراتا گویا ہوا کہ زویا کو اس کا ڈمپل نظر آیا"

جس کے پھر غائب ہونے پر زویا رافع کی طرف متوجہ ہوئی۔

"گولی مارنے کی کیا ضرورت تھی ایسے بھی تو ڈرایا جاسکتا تھا"

رافع نے دنیا جہاں کا در رکھنے والی اس لڑکی کو دیکھا پھر سر جھٹک گیا۔

"ایسے لوگ لاتوں کے بھوت ہوتے ہیں"

"پھر بھی میں اسے تھپڑ مار رہی تھی نہ۔۔۔"

"میں نہیں چاہتا تھا آپ اس غلیظ شخص کو چھوئیں بھی" مبادہ تھپڑ مارنے کے لیے ہی کیوں نہ

ہو" وہ فوراً سیدھا ہوتا اس کی آنکھوں میں دیکھ کے بولا جس کی آنکھوں میں کچھ تو ایسا تھا کہ زویا

اسے مزید دور ہوتی گاڑی کے دروازے سے لگ کے بیٹھ گی کہ اب کچھ کہنا بے کار تھا۔

دونوں خاموش تھے۔ جب گاڑی ایک ریسٹورنٹ کے آگے رکی۔

زویا نے آنکھیں چھوٹی کیے اسے گھورا۔

"کیا مجھے لہج کرنا تھا پھر میڈیسن بھی لینی ہے آپ کو ڈراپ کرنے کے چکر میں لیٹ ہو جاتی، اہمم

چلیں آپ کو پہلے ڈراپ کر دوں" وہ کندھے اچکا کے بولا۔

تو زویا خاموشی سے اتر کے اس کے ساتھ ہوئی۔

رافع کے زخموں کا علاج تو کب کا ہو چکا تھا وہ دن پہلے اس نے آخری میڈیسن لی تھی۔ وہ اس کے

ساتھ وقت گزارنا چاہتا تھا۔ جانتا تھا وہ آرام سے نہیں مانے گی تو اسے جھوٹ بولنا پڑا۔

یہ رافع سکندر کا پہلا جھوٹ تھا جس پہ وہ خود بھی حیران تھا۔ کہ یہ سر پھری لڑکی اس کو نہ جانے اور

کیسے کیسے کام کروانے والی تھی وہ بس سوچ کہ رہ گیا۔

وہ دونوں آمنے سامنے بیٹھے تھے جب زویا اس کے آہستہ آہستہ کھانے کو دیکھتے جھنجھلا کے بولی۔

جلدی کریں یا میں خود ہی چلی جاتی ہوں"

وہ اٹھنے لگی تو رافع نے اسے روکا "خیریت ایسے بھی کیا جلدی ہے۔"

"میرے بچے انتظار کر رہے ہیں"

یہ سننا تھا کہ رافع کے گلے میں کھانا پھنسا اور وہ کھانسنے لگا۔ زویا نے فوراً اٹھ کے پانی دیا۔ طبیعت سنبھلی تو وہ آنکھیں کھولے اس کو دیکھنے لگا۔

"اپ کے بچے بھی ہیں"

"میرے این جی او کے بچے" زویا نے دانت پیس کے جواب دیا۔

"تو رافع کی سانسیں بحال ہوئی"

"او آچھا" وہ سر ہلا گیا۔ جبکہ زویا اس کے بدلتے تاثرات حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔ وہ ایسا تو نہ تھا یا شاید اس نے غور اب کیا اس کی حرکتیں مشکوک ہوتی جا رہی تھیں۔

زویا کے مسلسل اسے گھورنے پہ وہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔ اور ایک طرف کی ابھرا چکائی جیسے پوچھ رہا ہو

"کیا۔۔۔۔"

"چلیں اب زویا نے اپنا جوس ختم کیا اور کھڑی ہوگی"

وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ایک ہی وقت میں ایسے ہوتے تھے جیسے دونوں اجنبی ہوں اور کبھی کبھی لگتا تھا کہ ان کے درمیان بہت اچھی بانڈنگ ہو

وہ اٹھا ہی تھا کہ اچانک کوئی آ کے زویا کے گلے لگ گیا۔

"رافع کا چہرہ خطرناک حد تک سرخ ہوا جب اس نے دیکھا زویا بھی ہنس کے اب اس سے باتیں کر رہی تھی۔ وہ جانتا تھا زویا اکلوتی ہے وہ کوئی محرم تو نہ تھا پھر اتنی بے تکلفی۔۔

وہ جو بھی تھا بہت خوب رو تھا اس نے ابھی بھی زویا کو کمر سے تھام رکھا تھا۔

جب رافع کا ضبط ختم ہوا اور اس نے بڑھ کے اس کا ہاتھ زویا کی کمر سے ہٹایا جس پہ وہ دونوں چونکے اور اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

رافع بہت غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"السلام علیکم، نواب زادہ رافع سکندر" رافع نے اس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا۔

"وا علیکم السلام میں سالار شاہ ہوں" زویا کا کزن پلس دوست "وہ مسکرا کر اپنا تعارف کرایا۔

رافع نے زویا کی طرف دیکھا جو اسے چمکتی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی شاید وہ اس کے لیے بہت اہمیت رکھتا تھا۔

"میں آج ہی امریکہ سے آیا ہوں۔ کہ زویا مجھے یہاں دکھائی گئی" سوری میں نے شاید آپ کو

ڈسٹرب کر دیا" وہ رافع کے تنے ہوئے تاثرات کو دیکھ گیا ہوا۔

"ہمممم۔ مل کے خوشی ہوئی" رافع بس اتنا بولا۔ اسے اس شخص سے جلن ہوئی کیونکہ وہ زویا کے

زیادہ قریب تھا۔

"ہمم، چلتے ہیں مسٹر رافع میں سالار کے ساتھ ہی گھر جا رہی"

یہ کہہ کہ وہ چل دیے۔

جبکہ رافع پیچھے سے ان کو دیکھتا بہت کچھ سوچنے پر مجبور ہو گیا۔ اس کے ذہن میں آنے والے خیالات اسے ڈرا رہے تھے۔ اسے اچانک ہوا میں اکیسجن کی کمی محسوس ہونے لگی۔

"بد تمیز، بے شرم عورت، تم نے تو کہا تھا تمہارا دلہا میں ڈھونڈوں گی، ادھر شادی کا دعوت نامہ ہی بھیج دیا"

یہ زویا شاہ تھی جو جب سے آئی تھی ادھر ادھر ٹہلتی بس حیات کو ڈانٹے جا رہی تھی۔ وہ دونوں دوست تھی دوستی کا آغاز زویا کے این جی او سے ہی ہوا تھا جہاں حیات اپنے ویک اینڈ پر بچوں سے ملنے جاتی تھی، وہی سے وہ دونوں ایسی دوست بنی کہ اپنا ہر احوال ایک دوسرے کو دینا لازمی سمجھتی تھیں۔

ادھر عینہ حیات کے کانوں پر اپنے ہاتھ رکھ کے بیٹھ گی کہ وہ بیچاری کب سے اسے سنے جا رہی تھی۔

زویا نے جیسے مڑ کے حیات کو دیکھا ساتھ بیٹھی عینہ کی حرکت دیکھی جسے خود حیات حیران ہو کے دیکھ رہی تھی۔

جب دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، ان کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

"یہ کیا کر رہی ہو میری جان" حیات نے عینہ سے پوچھا۔

"وہ آپ کے کانوں میں درد ہو گیا ہوگا" وہ انکھیں پٹیٹا کر بولی۔

اس کی بات پر جہاں مشی اور حیات ہنسے جارہی تھی وہی اب زویا کا منہ کھل گیا تھا۔ پھر آ کے اس

نے چٹاچٹ اس کے گال چوم لیے جو اس کی طرف سے بدلہ تھا اور واقعی عینہ کا منہ بن گیا تھا

اس نے اپنے دونوں گالوں پر اپنے ہاتھ رکھ لیے تھے۔ اس کا کیوٹ منہ اب لال ہو گیا تھا۔ اب کی

بار زویا بھی باقی سب کے ساتھ تہمتے لگا گی۔

حیات کی شادی کی تیاریاں شروع کر دیں گئیں تھیں۔ اس نے افس سے ایک مہینے کی چھٹی لے لی

تھی۔ عینہ تو اس کے گھر شفٹ ہی ہو گی تھی۔

وہ سارے گھر والوں سے اتنا ٹیچ ہو گی تھی کہ اپنا گھر اسے بھول گیا تھا۔

یاور بالکل خاموش ہو گیا تھا۔ اس نے خود کو کام میں مصروف کر لیا تھا۔ وہ شدید ذہنی اذیت میں

بتلا تھا۔

وہ خود کو کیسے نارمل رکھے ہوئے تھا یہ بس وہی جانتا تھا۔

شام میں حیات کی مہندی تھی۔

اور بار بار امجد صاحب اور عینہ کی کالز آرہی تھیں اسے اج ہر حال میں وہ فنکشن میں شریک ہونے کا کہہ رہے تھے۔ اسے بھی چار و ناچار ہامی بھرنی پڑی۔

مگر یہ سوچ کر کل اس کی محبت ہمیشہ کے لیے اس سے دور ہو جائے گی۔ کہ وہ کسی اور کی امانت بن جائے گی اور وہ اس کے بارے میں سوچ بھی نہ سکے گا اس کے دل کو یہ درد مسلسل جکڑے ہوئے تھا۔

”بعض دفعہ انسان کو ایسی آزمائش کا سامنا کرنا پڑتا ہے کہ وہ چاہ کر بھی خود کہ لیے کچھ نہیں کر پارہا ہوتا۔ جانتا ہے اگر وہ اپنی تکلیف کم کرنے کی کوشش کرے گا تو اپنے عزیز کے لیے تکلیف کا باعث بن جائے گا۔“

پھر وہ اپنی ذات کو نہ ختم ہونے والے درد میں جھونک کر صبر اختیار کر لیتا ہے۔ مگر خود غرض نہیں ہوتا، مگر یہ ظرف اجکل بہت کم لوگوں میں ہوتا ہے، وگرنہ ہر کوئی اپنے بارے میں سوچ رہا ہے۔ کسی کو کسی کی کوئی فکر نہیں، ہماری نسلیں اپنے والدین تک کا لحاظ نہیں کر رہی جنہوں نے ان کے لیے اپنے اوپر زندگی حرام کر لی ہوتی ہے۔

وہ ان کو نظر انداز کر بس اپنی خوشی اور بھلائی کا سوچ رہے۔ بغیر یہ سوچے کہ اللہ کو یہ فعل ناپسند ہے۔ وہ ہمیشہ سے قربانی دینے والوں کو پسند کرتا آیا ہے اس کے ہاں اجر بھی انہی لوگوں کے لیے ہے جو بے غرض ہیں۔

خود غرضی وقتی سکون دے کر انسان کو ایسے دائرے میں گھماتی ریہتی ہے جس کی کوئی منزل نہیں جبکہ صبر اور قربانی انسان کو وقتی آزمائش کے بعد ہمیشہ ریہنے والے اجر اور سکون سے نواز دیتی ہے۔ اور بے شک اس دنیا کا سب سے بڑا اجر اور دولت سکون قلب ہے "

وہ مہندی میں پہنچا تو عینہ اور امجد صاحب اسے لیے اندر پہنچے جہاں ایک طرف مردوں کا انتظام تھا۔ یاور سو گوار مسکراہٹ کے ساتھ عینہ کی باتیں سنے جا رہا تھا جو سبز اور پیلے رنگ کے شرارے کو بار بار دکھا کر خوش ہو رہی تھی چونکہ اس نے زرق برق لباس کبھی نہ پہنے تھے۔ حیات کے کپڑوں کے ساتھ ہی میچنگ اس کے کپڑے بنائے گئے تھے۔

"بابا حیات آنی بہرہ متنتت پیاری لگ رہی ہیں، اپ کو پتا انہوں نے پھول والی جیولری بھی پہنی ہے "

وہ ابھی مزید بھی بہت کچھ کہہ رہی تھی، کہ یاور سرداہ بھر کے رہ گیا۔

"السلام علیکم! مسٹریا اور" آواز پہ یاور اس طرف متوجہ ہوا جب سامنے کھڑے رافع سکندر کو دیکھا۔

"وا علیکم السلام" "کیسے ہیں یہاں کیسے آنا ہوا"

رافع اور یاور کی پہلے دو ملاقاتیں بزنس ڈیلز میں ہو چکی تھیں۔

"امجد صاحب ہمارے بہت اچھے ور کر رہے ہیں میرے بابا کے کافی قریب تھے، انہوں نے مدعو

کیا تو انکار نہ کر سکا" رافع نے جواب دیا اور ساتھ ہی عینہ کی طرف جھک کر مسکرا کر ہاتھ بڑھایا۔

"السلام علیکم، لٹل پرنسز" جسے اس نے تھام کے جواب دیا

"آئی ایم ویری گڈ" (میں بہت اچھی ہوں)

اور اسے گال پہ کس دے کروہ دوبارہ بھاگ گی اُندر۔

جس پہ وہ دونوں ہی مسکرا دیے۔

"آپ یہاں کیسے" اب کے رافع نے پوچھا۔

"مس حیات میرے افس میں کام کرتی ہیں" وہ فقط اتنا ہی بول پایا۔

رافع اس کے چہرے کی سوگواریت کو محسوس کر رہا تھا۔ جیسی اسے کہنا پڑا۔

"اُممم۔۔ مسٹریا اور آپ ٹھیک ہیں، میرا مطلب کوئی مسئلہ تو نہیں، آپ بہت پریشان لگ رہے

ہیں"

اس کے پوچھنے پر یاور کے لبوں پر ایک اسودہ مسکراہٹ آئی تھی، مگر وہ صرف اثبات میں سر ہلا گیا،

کہ وہ اور کچھ نہ کہہ سکتا تھا۔

رافع بھی خاموش ہو گیا کہ مزید وہ اور کچھ نہ بول سکتا تھا۔

رافع نے یاور سے خدا حافظ کہہ کر باہر کی راہ لی جب اس کی زوردار ٹکڑ ہوئی مگر اس نے سامنے والے کو سنبھالا تھا۔

جبکہ مقابل جو اپنا ماتھار گڑ رہا تھا نیچے نہ گرنے پر فوراً خود کو سنبھالنے والے کو دیکھا تھا،

اور نظروں کا یہ زبردست تصادم رافع سکندر کے دل کی دنیا تہہ و بالا کر گیا تھا۔

وہ ٹرانس کی سی کیفیت میں تھا، کہ مقابل ہلدی رنگ کے لہنگا چولی میں گلے میں سبز دوپٹا لیے تمام ہتھیاروں سے لیس اس کو چاروں شانے چت کر گیا تھا۔

ہوش تو تب آیا جب زویا نے اس کے اگے چٹکی بجائی۔

"آپ یہاں کیا کر رہے ہیں" وہ خود حیران تھی، رافع کو وہاں دیکھ جو سیاہ لباس میں سیاہ چادر لیے اپنی گریس فل پر سنیلٹی کے ساتھ ماحول پہ چھایا ہوا تھا۔

"امجد صاحب نے مدعو کیا تھا اور آپ یہاں کیسے"

"میں تو حیات کی دوست ہوں" وہ بال پیچھے جھٹک ارام سے بولی تو اس کی اس ادھر رافع فدا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پہ مسکراہٹ آر کی تھی۔

"ہمممممم۔۔۔ باہر کہاں جا رہی ہیں"

"وہ میں ڈرائیور کو دیکھنے جا رہی، میں نے حیات کے لیے سامان پک کر نا تھا مگر وہ آہی نہیں رہا"

"اچھا" رافع نے سمجھنے والے انداز میں کہا۔

"میں لے چلتا ہوں اگر جلدی ہے تو" وہ جو جانے کا ارادہ رکھتا تھا اب اپنے پورے دل سے مزید خدمات انجام رکھنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

"زویا نے کچھ سوچا۔" پکا آپ کو کوئی مسئلہ تو نہیں ہو گا نہ۔"

رافع نے ایسے سر ہلایا جیسے اس سے زیادہ فارغ اور کوئی نہ ہو۔ البتہ چہرہ بے تاثر تھا۔ وہ اپنے تاثرات چھپانے میں ماہر تھا۔

اس کی آنکھیں زویا کے چہرے کا طواف کرتی نہ تھک رہی تھی۔ مگر اس کے دیکھنے پر وہ فوراً اپنا رخ موڑ لیتا تھا۔

"اوکے پھر چلیں، میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گی۔"

رافع نے سر ہلایا اور اگے چل دیا۔

سارا راستہ وہ گا ہے بگا ہے اس پہ نظر ڈال لیتا تھا۔ ہاں اس کی موجودگی اس کے دل کو بہت پر سکون کر دیتی تھی، اس کے دل نے مان لیا تھا۔

یاور اس وقت اپنی سوچوں میں غرق تھا جب امجد صاحب کی آواز پر چونکا،

امجد صاحب ایک تقریباً اسی کے ہم عمر نوجوان کے ساتھ کھڑے اس کا تعارف کر رہے تھے،
جب اس کی طرف متوجہ ہوئے،

یاور صاحب یہ اکرام سعید ہے حیات کا منگیتر، وہ نہیں جانتے تھے یہ حوالہ کیسے سامنے والے کے
دل پہ آری کی طرح لگا ہے۔ یاور نے نارمل تاثرات کے ساتھ اپنا ہاتھ اگے بڑھایا تھا،
جسے اس نے خوش اسلوبی کے ساتھ پکڑ لیا، اور باتوں میں لگ گیا وہ یاور سے اس کے بزنس کے
مطلق پوچھنے لگ جس کا وہ سرسری جواب دے رہا تھا، مگر پھر اچانک وہ اس سوچ کے ساتھ اس کی
طرف مکمل متوجہ ہو گیا کہ یہ شخص اس کی دل عزیز لڑکی کالائف پارٹنر بننے والا تھا۔

وہ اپنے غم میں یہ نہیں بھول سکتا کہ حیات بہترین کے قابل ہے ایسا یہ شخص اس کے قابل ہے بھی
کہ نہیں بے شک اس کے والدین نے اس کے لیے بہت اچھا فیصلہ کیا ہو گا مگر اس کا بھی کچھ فرض
ہے۔

وہ شخص باتوں سے تو کافی باتوںی معلوم ہوتا تھا۔

تب یاور نے اس کے مطلق پوچھنا شروع کیا۔ وہ کی باتوں کو گول مول کر جاتا تو کی بار بار ہی بدل
دیتا وہ یاور کو مطمئن نہ کر پارہا تھا جس پہ یاور مزید سنجیدہ ہوا سے دیکھنے لگا۔

کے وہ معذرت کرتا وہاں سے دوسری طرف چلا گیا۔ جہاں یاور بہت کچھ سوچ کہ رہ گیا اس کے دل کوئی بے چینی نے آگھیرا اس نے مزید امجد صاحب سے اس کے مطلق پوچھا جن کی جانکاری ان کے سادہ طبیعت ہونے کا ثبوت تھی۔۔۔۔

اتنے میں رافع جو زویا کو واپس لا چکا تھا امجد صاحب سے جانے کی اجازت لینے اندر دوبارہ داخل ہوا تو اکرام سے ٹکرایا جس پہ اکرام تو معذرت کرتا وہاں سے چلا گیا مگر اس کے مشکوک انداز پہ رافع اس کو دیکھنے لگا۔

جب یاور کو دیکھتے اس نے پھر سے اس کی طرف رخ کیا جو ابھی تک اکرام کی پیٹھ کو گھور رہا تھا۔

"خیریت مسٹر یاور آپ کے چہرے کی پریشانی پہلے سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔"

یاور نے سر جھٹکا، "ہمممم۔۔۔ وہ امجد صاحب کے ہونے والے داماد کو دیکھ رہا تھا اس کی باتیں کافی مشکوک تھیں" وہ شاید خود سے ہی بڑبڑا رہا تھا۔ مگر رافع نے اس کو سنجیدگی سے دیکھا اس کی الجھن اور پریشانی ہر گز عام نہ تھی۔

وہ شخص اپنے اندر بہت کچھ چھپائے ہوئے تھا۔ جب رافع اور یاور نے اس کی وہی سے تصویر لی اور اپنے اپنے فون سے کسی کو کال ملائی۔

آج حیات کا نکاح اور رخصتی تھی۔ زویا ریڈ اور گرے رنگ کے ڈبل لانگ فراق میں حیات کی تیاری میں مصروف تھی۔ جو آج آسمان سے اتری کوئی پری لگ رہی تھی۔

اس کا دودھ جتنا سفید رنگ اوپر سے سیاہ بلوری آنکھیں اور باریک نین نقوش سادگی میں بھی مقابل کو چاروں شانے چت کر دے۔ مگر لال جوڑے میں اس قدر خوبصورت لگ رہی تھی کی اس پہ آنکھیں نہ ٹھرتی تھی۔

اگر جو زویا اس کی طرف جب متوجہ ہوتی تو بے ساختہ ماشاء اللہ کہہ کے نظریں موڑ لیتی، اوپر سے رونے کے باعث اس کی لال ہوتی آنکھیں مزید ظالم تھیں

کہ اس نے اپنے بابا کو صبح سے نہ دیکھا تھا وہ جانتی تھی وہ رورہے ہوں گے وہ نہ رونے لگ جائے اس لیے سامنے نہیں آرہے، کہ ہر گزرتاپل اس کے لیے مشکل ہوتا جا رہا تھا۔

وہ اپنے پیارے بابا، امی بہن بھائیوں کو چھوڑنے والی تھی اسے اندازہ نہ تھا کہ یہ وقت اس کے کیے اتنا مشکل ہوتا جا رہا تھا۔

اسے اپنی اگے کی زندگی کا اندازہ نہ تھا کہ اللہ کے حوالے مگر یہ ضرور جانتی تھی کہ اس کے گھر جیسا سکون اسے نہ ملے گا۔ وہ شاید اپنی زندگی کے نئے امتحان میں داخل ہونے جا رہی تھی۔ اسے مضبوط رہنا تھا۔ کہ بیٹیوں کو ہی اس آزمائش کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور وہ یہ کیسے کر پاتی ہیں بس ان کا دل اور ان کا رب جانتا ہے۔

ادھر ایک بس عینہ تھی جو رڈ لہنگا چولی کے ساتھ چھوٹی چھوٹی جیولری پہنے اپنے منہ کو ہاتھوں میں گرائے بس اسے دیوانہ وار دیکھنے میں مصروف تھی۔ اس کی تیاری مکمل ہوئی تو زویا نے صدقے کے پیسے وارے۔

"لڑکی آج تمہیں دیکھنے والے ضرور بے ہوش ہوں گے اس لیے عورتوں میں بھی گھونگھٹ کر کے بیٹھنا۔" زویا نے جس طرح لمبا سانس لے کے دل پہ ہاتھ رکھ فدا ہونے والے انداز میں کہا حیات اس کے انداز پر مسکرا دی۔

یاورولی کے تاثرات سپاٹ تھے وہ سیاہ شلوار قمیص کے ساتھ سیاہ کوٹ پہنے عام دنوں کی بانسبت مختلف لگ رہا تھا اس کے پٹھانی نین نقوش اسے انتہائی جازب نظر بنائے ہوئے تھے۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ اگے ہونے والے تماشے کو کیسے روکے گا مگر تماشا ضروری تھا۔

رافع سکندر نے آج سیاہ اور سفید کی جگہ نیوی بلیو سوٹ کے ساتھ نیوی بلیو واسکٹ کا انتخاب کیا کہ اس کی تیاری آج خاص کر کسی کے لیے تھی۔

اس نے ازراہ مروت بس ایک ہی فنکشن میں شرکت کرنی تھی۔ جو کہ ہو چکا تھا مگر اب ارادہ بدل چکا تھا وہاں موجود اس دشمن جاں کے لیے وہ اب باقاعدہ تیار ہو کے جا رہا تھا۔ مگر جانے کی ایک اور وجہ وہ ذمہ داری بھی تھی جو اس نے خود ہی اپنے سر لے لی تھی۔

"باباجان بہت مشکل لگ رہا ہے آپ کو چھوڑ کے جانا" وہ سب اس وقت زویا کے کمرے میں موجود تھے۔ امجد صاحب کارونے اور ضبط سے چہرہ لال تھا کہ ان کے جگر کا ٹکڑا ان سے الگ ہو رہا تھا پھر کسی اور کو اس پر ان سے زیادہ حق ہونا تھا۔ وہ بس اس کے اچھے نصیب کے لیے دعا گو تھے۔

اپنی طرف سے ہر طرح کی احتیاط کے باوجود بھی ان کا دل اپنے جگر کے ٹکڑے کو کسی اور کے حوالے کرنے پر ہولا رہا تھا۔

زویا کی والدہ الگ روئے جا رہیں تھی کہ ان کی سب سے بڑی بیٹی جو ان کی سہیلیوں کی طرح تھی۔ ان کی سب سے فرمانبردار اولاد جس نے ان کو اور اپنے بہن بھائی کو ہر موقع پر سنبھالا تھا۔ وہ بلاشبہ گھر کے لیے بڑی بیٹی سے زیادہ تھی۔ مٹی اور ازان بھی رونے میں مصروف تھے کہ ان کے لاڈاٹھانے والی بہن جو والدین سے زیادہ ان کے قریب تھی۔ اب اس گھر سے رخصت ہونے والی تھی۔

زویا کے کیے خود اس صورتحال میں خود پر ضبط کرنا مشکل ہو رہا تھا تو وہ پریشان ہوتی عینہ کو لے کر اس فیملی کو پرائیویسی دیتی باہر آگئی تھی۔ حیات کے گھر کے ساتھ ہی پڑے خالی میدان میں سب انتظام کیا گیا تھا جب وہ عینہ کو اس کے بابا کے پاس بھیج اب خود ایک کونے میں ٹھہری ضبط کر رہی تھی۔ جب کسی نے اچانک اسے کندھوں سے پکڑ کر اپنی طرف گھمایا۔

اچانک افتاد پر وہ خود گڑ بڑاگی جب سامنے والے کو دیکھ۔ وہ تڑبڑب کا شکار ہوئی

"یہ کیا طریقہ تھا"۔ وہ منہ بناتی استفسار کرنے لگی۔ جبکہ مقابل تو ماتھے پہ بل ڈالے بس اس کی سرخ ہوتی آنکھیں دیکھ رہا تھا۔

جب خود بخود ہی ہاتھ اس کی آنکھوں کی نمی چننے لگے۔

"رو کیوں رہی ہیں کچھ ہوا ہے کیا" مقابل کی آواز میں بے چینی تھی۔ جبکہ اس کے ہاتھ کالمس لگتے وہ نامحسوس طریقے سے پیچھے ہوئی۔ مگر اس کے استحقاق کو ٹوک نہ پائی۔

"نہیں۔ وہ بس حیات کی رخصتی ہونے والی ہے تو اندر کے سینٹی ماحول کو دیکھ ایمو شنل ہوگی۔"

وہ بال کان کے پیچھے اڑستی ادھر ادھر دیکھتے بولی۔ وہ پر اعتماد لڑکی جو آنکھوں میں دیکھ کے بات کرتی تھی مقابل کے۔ اب کے اس کا یہ انداز مقابل کی بدولت تھا۔

جو اس کے سلکی ہلکے گھنگریالے گھنے بالوں کو جو ہمیشہ کی طرح کھلے تھے،

جیولری میں بھاری جھمکے اور بندیا پہنے اپنے لال دوپٹے کو ایک طرف کندھے پہ سیٹ کر رہی تھی،

جبکہ مقابل اس کی تیاری کو بغور دیکھ رہا تھا اس کی بولتی نظروں کا ارتکاز محسوس کروہ جانے کے

لیے پلٹی ہی تھی جب رافع نے اس کی کلائی پکڑی۔

اس اچانک افتاد پر پہلے نا سمجھی پھر غصے سے دیکھتی اس کو کچھ کہنے کے لیے لب واکیے ہی تھے، کہ وہ

بول پڑا

"بہت ضروری بات کرنی ہے آپ سے، آپ کی دوست کے مطلق ہی ہے" جس پر زویا کے

تاثرات نارمل ہوئے وہ اب اس کی طرف متوجہ تھی۔

یاور پہنچا تو بات بھی تب تک آچکی تھی۔

وہ سنجیدہ تاثرات کے ساتھ امجد صاحب کی طرف بڑھا جو انتظامات دیکھ رہے تھے۔

"امجد صاحب" اس نے پکارا تو وہ مکمل اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

"بہت ضروری بات کرنی تھی آپ سے" وہ انہیں لے کے ایک طرف اگیا۔

"امید ہے آپ حوصلے سے میری بات سنے گے اور سمجھیں گے۔"

"خیریت ہے؟" وہ پریشان ہوئے، جب یاور نے بولنے کے لیے لب واکیے۔

"یاور آپ رہنے دیں، میں بات کرتا ہوں آپ ادھر سنبھالیں"

رافع نے اشارہ کیا تو اس طرف موجود لوگوں کو دیکھتا یاور اسی طرف سر ہلا کر چل دیا۔

"رافع صاحب خیریت" امجد صاحب دونوں کی سنجیدگی دیکھتے اب واقعی پریشان ہو گئے تھے۔

"امجد صاحب بات آپ کے ہونے والے داماد کے مطلق ہے، مگر آپ نے پریشان نہیں ہونا،"

"ادراصل کل ہی میں نے اور یاور نے اکرام کے مطلق کچھ انکواری کرائی تھی، یاور کو اس کا کام کافی مشکوک لگا تھا پھر میں نے بھی اسے یاور سے ملنے کے بعد اڑی رنگت لیے دیکھا تھا،

تو میں بھی متفکر ہوا، گھنٹہ پہلے ہی مجھے معلومات ملی ہیں کہ اس کا اٹھنا بیٹھنا صحیح لوگوں میں نہیں، وہ غیر قانونی کاموں میں ملوث ہے، میں نے یاور کو بتایا تو اسے بھی

یہی معلومات ملی تھیں، ہم نے ادارے سے رابطہ کیا تو وہ مطلوب لوگوں میں شامل تھا، مگر اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں مگر اس کی مشکوک کاروبار پر تفتیش کے لیے ان لوگوں کو اسے حراست میں لینا ہے اس لیے وہ لوگ موجود ہیں۔"

اس کی ساری باتیں سنتے تو امجد صاحب کے حواس معطل ہوئے، مگر وہ کچھ کہنے کے قابل نہ رہے کہ عین نکاح کے وقت وہ شخص کس طرح کہہ رہا تھا۔"

"لیکن میری بیٹی" وہ بس کہہ سکے تو اتنا۔

"جانتا ہوں یہ وقت صحیح نہیں لیکن آپ شکر کریں حیات غلط ہاتھوں میں نہیں گئی، وقت ریہتے ہمیں حقیقت پتا چل گی، آپ فکر نہ کریں اللہ نے اس کے لیے بہترین رکھا ہوگا تبھی وقت رہتے اس کی حفاظت کی،

"اگر آپ اجازت دیں تو میں ایک نام تجویز کرنا چاہتا ہوں آپ چاہیں تو حیات کی شادی آج ہی ہو جائے گی اور وہ بہترین حفاظت میں ہوگی،

وہ مسکرا کر کہتا امجد صاحب کو حیرت میں ڈال گیا، اب وہ اس کی طرف متوجہ تھے، "کون، کس سے؟" رافع بتانے لگا تھا کہ شور اٹھ گیا، اور وہ دونوں اسی سمت جلدی سے بڑھے۔

اکرام جو دانت نکالے خوش خوش اسٹیج پر بیٹھا تھا، اور اس کی اماں اس کی بلائیں لیے نہیں تھک رہی تھی، اچانک اسے اپنا آپ پر نظر و کا حصار محسوس ہوا جب وہ ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

"بے شک برائی، انسان کو سکون نہیں لینے دیتی وہ ہمیشہ اپنے پکڑے جانے کے انجانے خوف کو ساتھ لیے گھومتی ہے"

اکرام کا بھی یہی حال تھا وہ ڈرگ اسمگلنگ میں ملوث تھا، تبھی دو تین سالوں میں ہی وہ کسمپرسی کی حالت سے اچانک اتنا امیر کبیر بنا تھا، ظاہری طور پر وہ ایک معمولی فیکٹری کا مالک تھا مگر اس کا اصل کاروبار کچھ اور ہی تھا۔ جو وہ ظاہر کیے ہوئے نہ تھا۔ اس کے گھر والوں کو علم تھا کہ نہیں ہمارے

معاشرے میں کہاں دیکھا جاتا ہے اکثر بس لڑکا اچھا کمار ہا تھا تو بغیر ذریعے جانے ماں باپ خوش ہو

جاتے ہیں، یا پھر اس کی جھوٹی باتوں میں آجاتے بغیر تصدیق کیے کہ بے شک وہ بیٹوں کے اعمال کے حوالے سے اللہ کو جواب دہ ہوں گے جبکہ بیٹیاں اپنے اعمال کی جواب دہ خود ہوتی

ہیں، ہمارے معاشرے میں لوگ بھول جاتے ہیں، بیٹے جو کرتے رہیں وہ ان کی تربیت کرنے کی بجائے ان کی پردہ پوشی کر دیتے ہیں۔

کہ اپنی طرف دو تین آدمیوں کو دیکھتا پایا، وہ پہلو بدل کے رہ گیا اور اپنے ساتھ بیٹھے ساتھی کو اشارہ کیا جسے وہ اثبات میں سر ہلاتے اٹھ گیا۔ وہ دوسری جانب جا کے کسی کو کال کر رہا تھا، جب اپنے پیچھے کسی کی موجودگی دیکھ اپنی چھپائی گن پہ ہاتھ رکھا اس سے پہلے وہ پلٹ حملہ کرتا دو آدمیوں نے اسے دبوچ لیا۔

ادھر پانچ منٹ سے زیادہ ہونے پر اکرام بار بار مضطرب سا پہلو بدل رہا تھا۔

"یاور اسے دیکھتے صبر کا گھونٹ بھر کے رہ گیا۔" آپ لوگ اسے کب تک پکڑیں گے۔"

"یاور صاحب حوصلہ رکھیں، شادی کا ماحول ہے کوئی بھی جلد بازی لوگوں کے لیے نقصان دہ ہو

سکتی ہے، سمجھنے کی کوشش کریں، ہم اپنی تسلی کر لیں کے اس کے اور کتنے مجرم ساتھی ساتھ ہیں اس کا خاص آدمی ہمارے ہاتھ لگ گیا بس کچھ دیر اور۔۔۔۔ یاور منظر سر ہلا گیا۔

اکرام نے جب مکمل خطرے کا الارم اپنے اس پاس بجتے محسوس کیا تو وہ اسٹیج سے اتر کر باہر کی

طرف لپکا، ایک ہاتھ اس کی جیب میں تھا جس میں یقیناً گن تھی۔ جب سیکورٹی کی افراد اس کی طرف لپکے، اس سے پہلے وہ اپنے بچاؤ میں گن نکال کر فائر کرتا، بے درخیز چڑنے والے تھپڑوں

سے سے کوئی اور ہوش نہ رہا اور یہ تھپڑ مارنے والا یا اور تھا، جو خود بھی اس کے بھاگنے پر اسی طرف بڑھا تھا اور اس کو کوئی اور کاروائی کرنے کا موقع نہ دیا تھا۔

"شکر یہ یا اور صاحب آپ کے تعاون کا ہماری طرف سے اب بے فکر رہیں ہم سنبھال لیں گے"

جب دو لہے کو تحویل میں دیکھ پھر پولیس وینز کے پہنچتے اچھا خاصا تماشا لگ گیا تھا۔ اکرام کی ماں دہائیاں دیتی آپنا سر پیٹ رہی تھی "ہائے میرے بچے کو کہاں لے جا رہے ہو، چھوڑو اسے ظالموں، اس نے کچھ نہیں کیا"

اس کا شور سن امجد صاحب اور رافع بھی اسی طرف آچکے تھے۔ امجد صاحب کے ابھی تک ہوش اڑے ہوئے تھے، انہیں سمجھ نہیں آ رہا تھا وہ خوش ہوں یا بیٹی کی شادی کے دن ایسے تماشے پر سوگ منائیں۔

پولیس جاچکی تھی، اور بار بار بھی صرف لڑکی والے ٹہرے اب منہ بھر بھر چہ مگوئیاں کر رہے تھے۔

کہ حیات کی والدہ جو سارے معاملے سے ناواقف تھی ایسے صورت حال میں دو لہن بنی بیٹی کو دیکھ ان کی حالت غیر ہو رہی تھی کے ان کے بے ہوش ہو جانے پر اندر شور اٹھا اور امجد صاحب جسے یاور نے سنبھالے ہوا تھا جبکہ رافع اس صورت حال سے کافی جھنجھلا یا ہوا تھا کہ وہ خود کو ان الجھنوں

سے دور رکھنے کا عادی تھا، اب کے پھیلائے گئے راتے میں جس میں وہ خود زیادہ شامل تھا، خود کی برداشت کو ازما رہا تھا کہ اس کا کام ابھی پورا نہ ہوا تھا، وہ سب اندر بھاگے۔

جہاں حیات اب ماں کو ہوش دلار ہی تھی وہ جو اس سب صورتحال میں خود کو مضبوط رکھے ہوئے تھے کہ سب اسے سب عورتوں کا خود کی طرف ترس بھری نگاہوں سے دیکھنا اس کو شدید ناگوار گزر رہا تھا۔ اب اپنی ماں کی ایسی حالت پر اس کا ضبط چھلک گیا۔ کہ وہ اپنوں کے معاملے میں ایسے ہی حساس تھی، اس کی جان سولی پہ لٹک جاتی تھی۔

"امی اٹھیں کیا ہو گیا ہے، یا ایسے نہ کریں سب ٹھیک ہو جائے گا پلیز ہوش میں آئیں" وہ بار بار اپنی لرزتی آواز میں انہیں پکار رہی تھی۔ آنسو تو اترا اس کے چہرے سے بہ رہے تھے، وہ جانتی تھی اس کی ماں ان معاملات میں کتنی حساس تھی، جبھی امجد صاحب کو اندر آتا دیکھ ان کی طرف لپکی، "بابا امی کو دیکھیں" وہ اس کو گلے سے لگا کر اس کا ماتھا چوم گئے "ہاں سب ٹھیک ہو جائے گا میری جان" اور اپنی بیوی کی طرف بڑھے، ان کے چہرے کی سرخی ان کے ضبط اور حوصلے کی گواہ تھی۔ جبکہ اب حیات اور ان کی پیٹھ تھی اندر آتے یا اور اور رافع کی طرف۔

"بیگم اٹھیں حوصلہ کریں،" وہ ان کے منہ پہ چھینٹے ڈالتے پانی ان کے منہ سے لگا گئے۔"

ان کو ہوش آیا تو وہ ایک بار پھر رونے لگی۔

"امجد صاحب میری بچی کا کیا ہو گا اب؟" بتائیں لوگ کیسی کیسی باتیں کر رہے ہیں سنا آپ نے " وہ اٹھ کر اپنا کرب بیان کرنے لگی۔

"رافع جس نے اندر آتے ہی اپنی دشمن جاں کو ڈھونڈا تھا اس کا ضبط سے لال چہرہ دیکھ شدید جھنجھلاہٹ کا شکار ہوا۔ پھر اس کو اور کچھ نہ سو جا جو منہ میں آیا بولتا گیا سب منہ کھولے اس خوب رو کے منہ سے جھڑتے وہ الفاظ سننے لگے جبکہ زویادانت پیس کے رہ گئی کہ اسے اس سے اتنی کم معاملہ مہمی کی امید نہ تھی۔

"اوہو کیا ہو گیا ہے انٹی کیوں اتنی پریشان ہو رہی ہیں، بجائے خوش ہونے کے آپ کی بیٹی کی زندگی بچ گئی اس فراڈ انسان سے، جہاں تک شادی کا سوال ہے وہ ابھی بھی ہو سکتی نہ،" یہ کہہ وہ آرام سے اٹھ کر یاور کی طرف آ گیا، "ان سے کر دیتے ہیں شادی حیات کی، بہت اچھے انسان ہیں میں گرانٹی لیتا ہوں ان کی، بلکہ ابھی آپ سے ان کے لیے حیات کا رشتہ مانگتا ہوں،" جبکہ یاور ہونقوں کی طرح اس کی بات سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا، کیا واقعی اس نے یہ سب کہا تھا جو اس کے کانوں نے سنا،

یہی حال باقی سب کا تھا جو کبھی رافع کو تو کبھی یاور کو دیکھتے اب رافع کی بات ختم ہونے پر یاور کو دیکھ رہے تھے۔ حیات کی ابھی بھی پیٹھ تھی دونوں کی طرف وہ اپنی ماں کو دیکھے جا رہی تھی جو رونا بھول گئی تھی، وہ خود بھی سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کون اور کس کی بات کر رہا ہے۔

"کہ یاد نے سر آہ بھرہ اور رافع کو گھورا جو اس کا رشتہ ایسے مانگ رہا تھا مانو جیسے سبزی بیچ رہا ہو، رافع اس کی گھوریوں پہ کندھے اچکا گیا، اور اشارہ کیا کہ اب آگے خود سنبھالو۔"

یاد اور اگے بڑھا اور امجد صاحب جو بیڈ پر اپنی بیگم کی ساتھ بیٹھے تھے۔ گھٹنوں کے بل نیچے بیٹھ گیا، کی امجد صاحب سیدھا ہونے لگے مگر اس نے ان کے ہاتھ پکڑا نہیں اٹھنے سے روکا۔

"امجد صاحب جو ہوا صحیح نہیں ہوا، مگر اللہ کے ہر کام میں مصلحت ہوتی ہے، اس میں آپ لوگوں

کا کوئی قصور نہیں تو آپ لوگ کیوں پریشان ہیں یہ بس ایک حادثہ تھا"

جہاں باقی اس خوبصورت جوان کو ستائش بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے، کہ آیا واقعی یہ حیات

سے شادی کر لے گا کیونکہ وہ تو اکرام سے تو کی گنا زیادہ امیر تھا۔ کہ لوگوں کے کیے معیار اب یہی

رہ گیا ہے، اس کی باتیں سن تمام عورتوں نے اب کے طنز ان بوڑھے والدین کو دیکھا تھا، کہ اتنا

امیر شخص بھلا کیوں اپنانے لگا ان جیسوں کو، مگر ان کی آنکھیں اس حسین جوان کے اگلے الفاظ پر

نکلنے کو تھیں۔

"امجد صاحب میں آپ کے گھر کی تربیت سے بہت متاثر ہوں، کیا آپ مجھے اس قابل سمجھیں

گے کہ اپنے دل کا ٹکڑا میرے حوالے کر دیں، میں وعدہ کرتا ہوں آپ سے بھی زیادہ حیات کو

عزیز رکھوں گا،" اس کے اس قدر خوبصورتی اور عزت سے حیات کا ہاتھ مانگنے پر امجد صاحب کی

آنکھیں چھلک پڑی۔

اور ان کی بیگم کے حواس لوٹے تو وہ امجد صاحب کی طرف دیکھتی حوصلہ افزا مسکرا دی اور حیات کو گلے لگا لیا۔

امجد صاحب کھڑے ہو کر یاور گئے گئے "ہمیں یقین ہے آپ پر" وہ انتہائی مشکور نظر آتے تھے۔ کہ یاور ان کی ہامی سن بے اختیار خوش ہوتا ان کے دوبارہ گلے لگ گیا۔

حیات جو پہلے یاور کی بات سن سکت بیٹھی تھی، اب ماں کے چہرے کا سکون دیکھ ہوش میں آئی تھی۔

جہاں اب یاور اور حیات کا نکاح وہی پڑھوایا گیا، حیات نے گھونگھٹ کر لیا تھا، زویا کے چہرے کا سکون دیکھ رافع کو بھی سکون ملا تھا، جبکہ عینہ خوشی سے ناچ رہی تھی جب سے اسے پتا چلا تھا اب حیات ہمیشہ ان کے ساتھ رہے گی۔ وہ خوش ہوتی بار بار یاور کی گود میں چڑھ اس کو کس کرتی واپس بھاگ کر حیات کے ساتھ جڑ کے بیٹھ جاتی کہ اس کی زندگی کی فیورٹ حیات اب ہمیشہ اس کے ساتھ رہنے والی تھی۔ جہاں ہمیشہ کی طرح رشتہ دار حسد اور جلن لیے تو کچھ دعائیں دیتے نظر آئے۔

حیات نے اپنے والدین کے پر سکون چہرے دیکھے اس کے کیسے یہی بہت تھا۔ رخصتی کا وقت ہوا جب امجد صاحب نے بخوشی حیات کو گلے لگا لیا۔

"میں بہت خوش اور مطمئن ہوں میری جان کہ اتنا پہلے نہ تھا، میں جانتا ہوں میرا یہ فیصلہ تمہارے لیے بہترین ثابت ہوگا" وہ اس کی گھونگھٹ میں ڈھکے بالوں پہ بوسہ دے گئے۔
حیات سب سے ملتی رخصت ہوئی۔

جہاں بارات میں اس بے ساتھ عینہ، زویا اور رافع شامل تھے۔

عینہ اگے اپنے بابا کے ساتھ بیٹھی تو زویا پیچھے حیات بے ساتھ بیٹھ گی جس پہ رافع بالوں میں ہاتھ چلا کہ رہ گیا، کہ وہ چاہتا تھا وہ اس کے ساتھ جائے۔

ادھر یاور کو اب تک یقین نہ آ رہا تھا واقعی اس کو اپنی زندگی کی تکمیل مل گئی ہے کیا۔ اس نے ایسا تو نہ سوچا تھا۔ اس کا دل احساس تشکر سے بھر گیا اور انکھیں بھی۔ جو بس چھلکنے کو تھی وہ ضبط کر گیا۔

وہ نہیں جانتا تھا کہ اس خوبصورت احساس کے ساتھ کے وہ اپنی زندگی اپنی ملکیت بنا اب اپنے گھر لے کے جا رہا ہے جہاں بس اسی کی کمی تھی۔ اتنے دنوں کا صبر اور تکلیف اسے اتنا خوبصورت انعام دے گی اس نے کہاں سوچا تھا۔

اس نے اپنی خوشیوں کا صدقہ دینے کا سوچا تھا اس بات سے بے خبر کے سب اتنا آسان بھی نہیں اس کے لیے ایک نئی آزمائش تیار کھڑی ہے جو اسے پہلے سے بھی زیادہ آزمائے گی۔

زویا حیات کو گاڑی سے اترنے میں مدد کرتے اس کا لہنگا سنبھالتے اندر لے گی، خیر دوسری طرف عینہ بھی زویا کو دیکھتے اس کا لہنگا سنبھالنے کی کوششوں میں گردان تھی جبکہ وہ ادھر ایک ہاتھ سے اس کے لہنگے کو پکڑے ہوئے تھی جبکہ دوسرے ہاتھ میں موجود اس کا اپنا دوپٹہ فرش پر ہی جھاڑو دے رہا تھا۔ جسے وہ خاطر میں نہ لارہی تھی اگر وہ اس کے سوٹ کے ساتھ میچنگ نہ ہوتا تو کب کا وہ اس کے ہاتھ سے غائب ہوتا جبکہ اس کی کیوٹ حرکتیں دیکھ حیات اور زویا ہنس دی۔

عینہ انہیں اپنے ہی کمرے میں لے آئی حیات آنی۔۔۔ آآ۔ میں آپ کو اب مہمبول لوں اب تو بابا کی وائف بن گئی ہے نہ بابا کی وائف تو مہمبول ہوتی ہے۔ وہ۔ انتہائی معصومیت سے اپنا نالچ شیئر کر رہی تھی جس پہ زویا نے مسکرا کر حیات کو دیکھا تو حیات بے ساختہ اگے بڑھ عینہ کو گلے لگا گی، افف میری پیاری عینہ۔۔۔ بالکل میں آپ کی مہمبول اب۔

"بیٹی مبارک۔۔۔ ہائے اتنی جلدی تم نے مجھے خالہ بنا دیا"

زویا کی شرارتی اواز سنتی وہ بھی ہنس دی۔ اور اسے کندھے پہ ایک تھپڑ بھی ساتھ جڑا، جس پہ وہ من بنا گی۔

"ہائے، ظالم عورت" اپنی بیٹی کا ہی لہماظ کر لرا اس کے سامنے تشدد کر رہی ہو کیا اثر پڑے گا اس پر اپنے بہن بھائیوں پر بھی وہ ایسے ہاتھ صاف کیا کرے گا"

وہ کندھا سہلاتے ابھی بھی باز نہ آئی تھی۔

"بے شرم عورت۔ بس بھی کرو" حیات نے اب کے جھنجھلاتے اسے آنکھیں دیکھائی تھیں۔

"مجھے مت نیند آئی ہے حیات آ۔۔۔ سوری ماما"

"ائیں میں چیخ کر وا کر سلا دوں آپ کو"

یاور جوان کے اندر جانے کے بعد حیات کا سامان ملازم کو کہہ کر اندر رکھواریا تھا رافع کے آنے پر اس کی طرف متوجہ ہوا۔

اور سینے پہ ہاتھ باندھے سرد تاثرات کے ساتھ اس کے گاڑی سے اترنے کا انتظار کرنے لگا۔

رافع اتر کہ اس کی طرف آیا تو اس کا گھوریاں دینا استقبال اس کے چہرے پہ مسکراہٹ لے آیا۔

"اچانک شادی مبارک ہو جناب۔"

"کیا ہے، ایسے کیوں گھور رہے ہو، جیسے میں تمہاری ساری جائیداد ہڑپ کر گیا ہوں، تمہارے

چہرے پہ آج اس سکون کا سارا کریڈٹ میرے سر جاتا ہے۔"

"آہاں سہی، لیکن مجھے سمجھ نہیں آئی نوا بزا دہ رافع سکندر نے مجھ پہ یہ احسان کیا ہی کیوں وہ تو اپنا

بخار بھی کسی کو نہ دے پھر میرے لیے تو یہ خواری نہیں اٹھائی اس نے۔"

یاور نے ابرواچکائی تھی۔

"وہ بخار نہیں میرا ڈریم پراجیکٹ تھا، تمہیں ویسے بھی نہ لینے دیتا، مگر اس بار جو تمہارا منہ لٹکا ہوا تھا مجھے ترس آگیا"، اور ویسے بھی امجد صاحب اور ان کے گھر والوں کے لیے کیا زیادہ خوش نہ ہو۔

"ترس آہی نہ جائے تمہیں کسی پر، جانتا نہیں ہوں کیا تمہاری اصلی فکر کس کے لیے تھی، میرے لیے واقعی تم نے کچھ نہیں کیا، یاور نے سیدھے ہوتے ہاتھ جھاڑے تھے" دونوں چلتے ہوئے

گارڈن میں رکھے صوفوں پر بیٹھ گئے تھے۔ اور ایسے بات کر رہے تھے جیسے پتا نہیں کب کے ایک دوسرے کو جانتے ہوں، آپ جناب کا تکلف ختم ہو چکا تھا۔

"بے مروت انسان میں نہ کہتا تو تم نے تو اپنا منہ سی رکھا تھا، رافع نے دانت پستے ہوئے کہا تھا۔"

"اچھا جس طرح تم نے میرا رشتہ مانگا تھا، ویسے کوئی دشمن بھی نہ مانگے۔"

اب کے یاور نے ماتھے پہ بل لیے اسے دیکھا تھا، اتنے میں زویا کی گاڑی اندر پورچ میں رکی تھی۔

ڈرائیور باہر آ کے اب زویا کو اپنے آنے کی اطلاع دے رہا تھا۔ جب رافع نے ماتھے پہ بل ڈالے اپنے گارڈ کو میسج کرنے کے لیے فون اٹھایا تھا۔

"ویسے تم جیسے بندے سے یہ امید نہ تھی اب تم لڑکیوں کی گاڑیوں کے ٹائر پنچر کرنے لگے ہو"

یاور کا تہقہہ بے ساختہ تھا۔

رافع نے اسے گھورا تھا۔

"کم از کم ان کی شادی سے دولہا اٹھوا کر خود دو لہا نہیں بنا" رافع نے بھی دو بدو بدلہ لیا تھا، یاورا بھی اسے گھور رہا تھا جب زویا کو گاڑی کے پاس جا کے بیٹھتے دیکھا، رافع کی پیٹھ تھی اس طرف،

"اچھا مان لیا، اب جاؤ تمہاری ہیر و گری کا وقت ہے یاور کے اشارے پر رافع فوراً اٹھ کے مڑا تھا اور اس کی طرف گیا تھا، جس پہ اس کی جلد بازی دیکھ یاور مسکرا کے سر جھٹک گیا تھا۔

یاوران کو خدا حافظ کرنے پورے پورے تک آیا جب زویا کو گاڑی سے باہر نکلتے دیکھا رافع سے وہ دو قدم پیچھے تھا۔

"اب کیا مسئلہ ہے اس گاڑی کے ساتھ" وہ قمر پہ ہاتھ رکھے ڈرائیور کو گھور رہی تھی۔

"یہ کچھ زیادہ خراب نہیں ہونے لگی، تم اسے ٹھیک سے نہیں رکھ سکتے، ہرنی گاڑی میں جھول نکل آتا ہے، شاید گاڑی کی جگہ اب ڈرائیور بدل کے دیکھنا پڑے گا" اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہاں میں ہلایا تھا۔

جبکہ ڈرائیور بیچارے کی ستھری ہو گئی تھی،

"میم میں ہمیشہ کی طرح چیک کر کے آیا تھا، بالکل صحیح تھی، اب اچانک ہی یہ ٹائر پنچر ہو گیا ہے،

"وہ بیچارا منمننا ہی سکا،

"ام، ہم۔۔۔ خیریت کیا مسئلہ ہے مس زویا۔"

اس سے پہلے رافع منہ کھولتا، یاور بول پڑا۔ جبکہ رافع اسے بس گھور ہی سکا۔

"مسٹر یاور ٹائر پنچر ہو گیا ہے، خیر میرا ڈرائیور دوسرا لگا رہا ہے۔"

"آپ تھک گئی ہوں گی مس زویا میرا ڈرائیور آپ کو چھوڑ آئے گا"

وہ مسلسل رافع کی گھوریوں کو نظر انداز کرتا، لب دانتوں تلے دبائے اپنی ہی ہانکتا جا رہا تھا، کہ رافع بالوں میں ہاتھ پھیر کے رہ گیا۔

اس کا ضبط ختم ہوا اس سے پہلے زویا جو یاور کو ہامی بھرنے ہی لگی تھی۔ رافع فوراً بولا۔

"آپ۔۔۔" اس کی بات پوری نہ ہوئی تھی جب یاور بولا

"بلکہ آپ رافع کے ساتھ چلی جائیں زیادہ بہتر ہے" وہ اپنی طرف سے احسان عظیم کر کے اب

زویا سمیت اس کی طرف متوجہ ہوا۔

رافع نے دانت پیسے تھے۔ جب یاور نے انکھ و نک کی۔

"نہیں انہیں زحمت ہوگی۔۔۔ میں"

"نہیں ہوگی۔ پہلے بہت دیر ہوگئی ہے" چلیں وہ آرام سے اس کی کلائی پکڑتا اپنی گاڑی کی طرف

بڑھا۔ بغیر کسی کی پرواہ کئے۔

اس کی ہمت پر یاور آنکھوں کو بڑا کیے انہیں پٹپٹا کر ہی رہ گیا۔ جبکہ زویا ہونقوں کی طرح اس کے ساتھ چل دی۔

اسے سمجھ نہ آتی تھی یہ بندہ اتنا استحقاق کیوں جتا ہے اس پر۔

رافع اسے لیے روانہ ہوا تو یاور بھی مڑا مگر گارڈن کی طرف کھلے گلاس ڈور کے پاس آتے ہی وہ حیران ہوا کہ نیات وہاں کھڑی تھی نیٹ کے دوپٹے کا گھونگھٹ ابھی تک لیا ہوا تھا

یاور کا دل فل سپیڈ سے دھڑکا تھا

مگر اس نے اپنے حواس بحال کیے اور اس کو مخاطب ہوا، اور ساتھ اندر داخل ہوتے گلاس ڈور بند کیا۔

"آپ یہاں خیریت آپ کا سامان میں نے اندر رکھوا دیا تھا"

وہ جو اسے ابھی تک دیکھ رہی تھی، بولی

آپ کیا مجھے پسند کرتے تھے؟"

اتنے غیر متوقع سوال پر یاور کو کچھ سمجھ نہ آئی کہ وہ کیا کہے۔ بس اسے کے منہ سے سچ ہی نکل سکا وہ نہیں جانتا تھا وہ یہ سوال کیوں کر رہی ہے۔

ہر طرف خاموشی تھی ملازم کو ارٹرز میں جا چکے تھے۔ وہ عینہ کو سلا کے زویا کے ساتھ اپنا سامان دیکھنے آئی تھی جب وہی رک گئی کہ باہر وہ کسی کے ساتھ بیٹھا تھا، زویا اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گئی تھی۔

بس بولنے پر ان کی آواز آتی تھی اس پر سکون ماحول میں۔
"ہاں" وہ فقط اتنا بول سکا۔

"اس لیے آپ نے میرے منگیتر کو جان بوجھ کر اڑیسیٹ کروایا اور سارا تماشا بنا یا میرے اور میرے خاندان کا، تاکہ بعد میں ہم پہ احسان کر اپنا مقصد پورا کر لیں" وہ بے یقینی سے پوچھ رہی تھی۔

جبکہ اس کی بات پر یاور کی حیرت سے آنکھیں پھیلی تھیں۔

وہ یہ کیا کہہ رہی تھی۔ اسے اکرام کی سچائی کسی نے نہیں بتائی تھی پھر وہ اسے کیسے اتنا غلط سمجھ رہی تھی۔

"حیات، یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں" وہ بے ساختہ اس کی طرف بڑھا تھا، جبکہ وہ پیچھے ہوئی تھی اس کا پیچھے ہٹنا یاور کو اپنی جگہ ساکت کر گیا تھا۔

وہی جو آپ کا دوست کہہ رہا تھا آپ نے ابھی اپنے منہ اس کے سامنے اعتراف بھی کیا تھا"

کہ یاور کو تھوڑی دیر پہلے کی اپنی اور رافع کی بحث یاد آگئی۔

"کم از کم ان کی شادی سے دو لہا اٹھوا کر خود دو لہا نہیں بنا"

"ہاں مان لیا۔"

"نہیں آپ غلط سمجھ رہی ہیں مجھے، وہ سب مذاق تھا"

یاور نے اپنی صفائی دی۔

"ہاں میں نے واقعی آپ کو غلط سمجھا، بابا نے بھی غلط سمجھا، آپ نے واقعی ہمارا مذاق بنا دیا، آپ

کو زرا خیال نہیں آیا یہ سب کرتے ہوئے" وہ شک میں تھی اور یاور بھی نہیں سمجھ پارہا تھا اسے کیا کہے کہ وہ اس کا یقین کرے گی۔

اس نے محسوس کیا وہ رو رہی تھی اس کا لرزتا وجود وہ محسوس کر سکتا تھا جب اچانک اٹے قدم لے کے باہر کو لپکی جیسے ہوش میں آنے پر کوئی قدم اٹھانے جا رہی ہو۔

یاور بھی اس کی طرف دوڑا۔

"کہاں جا رہی ہیں، اندر چلیں آرام سے بات کرتے ہیں حیات"

"نہیں میں یہاں نہیں رہ سکتی سب جھوٹ ہے دھوکا ہے آپ کا، مجھے جانا ہے یہاں سے" وہ

دروازہ باہر کا کھولنے ہی لگی تھی جب یاور نے اسے بازو سے پکڑ کر رخ اپنی طرف کیا،

"ایسے نہیں جاسکتی آپ اس وقت، مجھے کلیئر کرنے کا موقع تو دیں، آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے، اتنا

کہہ کر وہ اس کا رخ اپنی طرف موڑ چکا تھا، جب اس کا گھونگھٹ والا دوپٹہ سر سے اتر گیا۔

وہ اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ اس وقت اس کے سامنے تھی۔

یاور کا دل اب کی بار دھڑکنا بھول گیا تھا۔

"نہیں رک سکتی، آپ نے دھوکا کیا ہے میرے ساتھ"

"میں نے صرف محبت کی ہے آپ سے" وہ اس کے ایک ایک نقش کو حق سے نہارتا بولا

تھا۔ جس کہ آنکھوں میں اس کے لیے بس نفرت، غصہ اور حقارت تھی۔

اور وہ بس یہی تو نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ جیسی اسے سینے میں بھیج گیا۔ جانتا تھا بہت جلد وہ سب واضح

کردے گا اس پر سب ٹھیک ہو جائے گا مگر وہ ابھی کا کیا کرے کے وہ تو اپنے انداز سے اس کی جان

کینے کے درپہ تھی۔

حیات آپ ایک بار میری سن کر تو دیکھیں۔

"نہیں آپ پھر مجھے بہلا لیں گے اپنے جھوٹ سے جیسے بابا کو بہلایا، میں حقیقت سن چکی ہوں"

وہ روتی اس کے دل کو چیر رہی تھی، اس کی قمیض کو جکڑے وہ شکوہ کنا تھی۔

کہ اس نے کب اس شخص کو ایسا سمجھا تھا اس نے تو انکھ اٹھا کر بھی اسے کبھی نہ دیکھا بھی اپنے دوست کے ساتھ کتنے آرام سے اپنا کیا مان رہا تھا اور اس کی محبت کا دم بھر رہا تھا، بھلا محبت کہاں سے آگئی، مطلب وہ اس شخص کو غلط سمجھتی آئی تھی۔

اور اج اس کی وجہ سے اس کے والدین کو کتنی تکلیف اٹھانی پڑی تھی۔ انہیں کتنی باتیں سننی پڑیں۔ وہ انہیں کھو بھی سکتی تھی۔ یہ سوچتے اس کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔

اس کو بیک وقت خود سے اپنی بے وقوفی پر کہ وہ اس مطلب پرست انسان کو سمجھ نہ پائی اور اس سے کہ وہ اتنا خود غرض نکلا تھا نفرت محسوس ہوئی۔

اور اب اس بے یوں حق سے اسے خود سے لگانے پر وہ جھٹ پٹاگی۔ وی کہہ رہی اسے نہیں رہینا اور وہ شخص چھوڑنے کو تیار نہیں۔

"نفرت ہے مجھے تم سے یا اور ولی سنا تم نے"

وہ اس وقت اس کے حصار میں دو لہن کے روپ میں شعلہ جوالہ بنی کھڑی تھی۔

"جانتا ہوں لیکن میں تمہیں خود سے محبت کروالوں گا۔"

وہ اس کے سامنے اس وقت آزمائش بنی کھڑی تھی۔ کہ کب دیکھا تھا اس کا یہ روپ وہ تو بس اس

کی نقاب میں ہنستی آنکھوں کا عادی تھا۔

وہ اس کے گلابی ہوتے گال کو بائیں ہاتھ کی پشت سے سہلاتے بولا جسے اس حسینہ نے حقارت سے جھٹک دیا۔ جس پہ وہ ضبط کر کے رہ گیا تھا۔

جانتا تھا وہ اس وقت اس کی کسی بات کا یقین نہ کرے گی۔ اس کے شدت گریہ سے سوجی آنکھوں میں اپنا آپ اس وقت ڈوبتا محسوس ہوا تھا۔

وہ خود کو اس کے حصار سے چھڑانے کی تگ و دو میں تھی جبکہ وہ اسے کسی قیمتی متاع کی طرح سمیٹ کے کھڑا تھا۔ کہ کجا سے آزاد کیا تو وہ کھو جائے گی۔

آخر اس کی مزاحمت ختم ہوئی تو اس نے اس کی طرف دیکھا تھا جو شاید نیم بے ہوش تھی کہ آج کا دن واقعی اس پہ بہت بھاری ثابت ہوا تھا۔ اس کا جسم ابھی تک لرز رہا تھا۔

جب یاور ولی نے اسے اپنی بانہوں میں بھر کے اپنے کمرے کا رخ کیا تھا۔۔۔۔

اسے اپنے بیڈ پہ لٹایا تو اسے ابھی بھی نیند میں سسکیاں لیتے پایا

وہ دیوانہ وار جھکتا اس کی آنکھوں کو بوسہ دے گیا

اور مسکرا اٹھا "

"جانتا ہوں جس دن آپ حقیقت جانے گی شرمندہ ہوں گی اور میں آپ کو شرمندہ نہیں دیکھ

سکتا۔"

یہ کہتے وہ نرمی سے اس کے زیورات کے وزن سے آزاد کرتا اس پر لہاف اڑاھاتا، اس کے ماتھے پہ
پر شدت لمس بکھیرتا کمرے سے باہر چلا گیا۔۔۔

"میں آپ کی پھپھو کی بیٹی نہیں ہوں، کہ اب جب دیکھو بغیر کسی کا لہاظ کیے میرا ہاتھ پکڑ کر چل
پڑتے ہیں"

"کیوں پھپھو کی بیٹی کا ہاتھ پکڑ سکتے ہیں کیا" وہ نہایت سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"حیرت ہے، میرا نہیں خیال پاکستان میں رہتے آپ نہیں جانتے کہ کتنا غیر مناسب ہے" وہ اس
کے کیے گئے سوال کو نظر انداز کرتی اپنا طنز مار گئی۔

"مممممم۔ آپ کو اچھا نہیں لگتا؟" وہ اس کی طرف دیکھتے ابھی بھی سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"اور مجھے اچھا کیوں لگے گا" اس کا جواب بھی برجستہ تھا۔

"آپ کی جگہ کوئی اور ہوتا تو نہ جانے کتنی بار اپنا ہاتھ تڑوا چکا ہوتا"

زویانے اپنی تڑی مارنا ضروری سمجھا۔

"مطلب مجھے اجازت ہے" رافع محضوظ ہوا تھا۔

کسی خوش فہمی میں نہ رہیں آپ کو وارن کر رہی ہوں" زویانے انگلی اٹھا کر سمجھانے والے انداز
میں کہا تھا۔

"مہمم، سمجھ گیا" رافع سنجیدہ ہوا۔

"کیا؟" ابھروا چکا کر کہا گیا جیسے چاہتی ہو رافع سبق کی طرح دوہرا کرتائے کہ وہ اب ایسا نہیں کرے گا۔

"یہی کہ آپ کا ہاتھ اپ کی پر میشن کے بغیر نہیں پکڑ سکتا"

"جی، اور پر میشن تو میں دینے سے رہی"

"میں اس کا بھی مستقل حل نکال لوں گا ڈونٹ وری" وہ اپنی بات کہہ کر گیرا مسکرایا تھا کہ اس کا ڈمپل کلیئر ہوا۔

زویا جس نے نا سمجھی سے اس کی بات سن کے اس کی طرف دیکھا تھا اس کے ڈمپل کو دیکھ سٹل ہوئی اور بے ساختہ اپنی شہادت کی انگلی اس پہ رکھی تھی۔

کہ اب دھڑکن رکنے کی باری رافع کی تھی، جس نے اچانک بریک پہ پاؤں رکھے تھے۔ کہ زویا اپنی

جگہ سے اچھلی اس سے پہلے اس کا سر ڈیش بورڈ سے لگتا رافع نے اسے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔

یہ سب اتنا جلدی ہوا کہ دونوں حق دق ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے ان کے درمیان چند انچ کا

فاصلہ تھا۔

"یہ کیا حرکت تھی" وہ بولا تو اس کی سانسوں کی تپش زویا کو اپنے چہرے پہ محسوس ہوئی۔

"مجھے نہیں پتا خود سے ہو گیا" اب کی بار اسے رافع نے محسوس کیا تھا اور ایک گہرا سانس لیا جیسے اس کی خوشبو کو خود میں بسانا چاہتا ہو اور نرمی سے اسے اس کی جگہ کی طرف کندھوڑے پکڑ کر دور کیا۔

کہ اچانک گولیاں چلنے پر وہ وہا سے دوبارہ خود میں چھپائے نیچے جھک گیا۔۔۔

وہ اسے خود سے لگائے جھکا ہوا تھا۔ اور حماد سے رابطے میں تھا۔
"سر یہ سیف سبز واری کے لوگ ہیں"، مسلسل فائرنگ کر رہے ہیں ہم نے پوزیشن سنبھال لی ہے، اپ اندر رہیے گا"
"ہممم۔۔ کسی کو نقصان تو نہیں پہنچا۔"

"نو، سر ابھی تک سب ٹھیک ہیں۔"
"اوکے، کمشنر کو سیکورٹی کی اطلاع کرو تھوڑی دیر تک یہ لوگ خود ہی پیچھے ہٹ جائیں گے، ان کا ارادہ مارنے کا نہیں، نہ اس سبز واری کی جرت ہے،"

"او کے سر" کال ڈسکنیکٹ ہوئی تو اس نے زویا کو دیکھا، جسے وہ اپنے سینے کے ساتھ میں کسی قیمتی متاع کی طرح بھینچے ہوئے تھا، اس کے کسمسارے پر اسے خود سے تھوڑا دور کیا، مگر چھوڑا بھی نہیں نہ۔

جواب منہ بنائے غصے سے اسے گھور رہی تھی، وہ اس کی سیٹ کی جانب ابھی بھی اس پہ جھکا تھا، معاہر آنے والی مصیبت کو اس سے پہلے خود پہ لینا چاہتا ہو۔

"چھوڑ دیں مجھے میں بچی نہیں ہوں، خود کو اس طرح کی سچویشن میں سنبھال سکتی ہوں"

"جاننا ہوں بہت بہادر ہیں، کسی چیز سے نہیں ڈرتی آپ، مگر ابھی میری ذمہ داری ہیں میں رزسک نہیں لے سکتا، آپ کے معاملے میں" وہ بغور اس کے ایک ایک نقش کو دیکھتا دوانچ کے فاصلے سے اپنی گھمبیر آواز میں اسے خود کو دیکھنے پر مجبور کر گیا"

جو پر سوچ سی اس کے چہرے پہ نا جانے کیا کھوج رہی تھی۔ کہ اچانک رافع کی سائیڈ ونڈو پہ ایک گولی لگنے سے شیشے میں خراش آئی تھی جو ایک دو اور گولیاں لگنے سے اب مکمل ٹوٹ سکتا تھا۔ کہ وہ سنبھلا اور فوراً اپنی گن نکال کر لوڈ کی

اور زویا کی طرف متوجہ ہوا مگر اس لڑکی کو دیکھتا ہی تہ گیا جواب پرس سے اپنی منی گن نکالے چوکس بیٹھی تھی۔ اور چہرے پہ کسی ایڈوینچر کے لیے پر جوشی تھی۔

اس نے مزے سے رافع کی طرف دیکھا جو گن لوڈ کر اب حیرت سے کبھی اسے تو کبھی اس کی گن کو دیکھ رہا تھا۔

"کیا"، پہلے نہیں رکھتی تھی، جب سے آپ نے کڈنیپ کروایا ہے تب سے رکھنا شروع کی ہے، سیکورٹی اشوز یونو "اتنے لوگوں کی بجائے بس اتنا کافی ہے" وہ اب بھی چھیڑنے سے باز نہ آئی تھی۔

فاصلہ ابھی بھی ان کے درمیان چند انچ کا تھا۔

اور وہ باغور اس کے بولنے کا انداز دیکھ رہا تھا۔ جبکہ وہ اب زچ ہوئی۔

"مسٹر نواب، آپ کو لائن سنسنس ملا ہے کیا مجھے تاڑنے کا"

"ملا تو نہیں لیکن سوچ رہا ہوں لے لوں کے زیادہ بہتر ہے" رافع اس کے تپے تپے چہرے پہ پھونک مار کر بولا، تو بے ساختہ اس کی پلکیں لرزا اٹھیں اور پلکوں کا یہ لرزنا بھی رافع نے باغور دیکھا تھا۔

اس سے پہلے وہ کچھ کہتی رافع کا موبائل رنگ ہو اور دوسری طرف کی بات سننے کے ساتھ ہی وہ اپنی جگہ سیدھا ہوا تو زویا نے سکھ کا سانس لیا۔

"اوکے پھر بھی دھیان رکھنا"

اس نے کال ڈسکنیکٹ کی،

"ہمممم، ڈب کلیئر ہے اب"، یہ کہتے اس نے گاڑی سٹارٹ کی اور زویا کی طرف دیکھا جواب سنجیدہ سی سامنے دیکھ رہی تھی۔

"سیف سبز واری سے احتیاط برتنے گا، ان کے لوگ آپ پر نظر رکھے ہوئے ہیں"

" " اور یہ آپ کو کیسے پتا "

"کیونکہ میں آپ سمیت ان پہ بھی نظر رکھے ہوئے ہوں"

"اور زویا نے اسے گھورا تھا، "مجھ پہ کس خوشی میں نظر رکھے ہوئے ہیں" وہ سچ بول دیا تھا کہ اس کبھی جھوٹ بولنے کی ضرورت پیش نہ آئی تھی۔

"کیونکہ میں اپنے دوستوں اور دشمنوں سے لاپرواہ نہیں رہتا" وہ مصروف سے انداز میں بولا۔

"اور مجھے کس صف میں رکھا ہے، کیونکہ نہ تو میں دشمن ہوں نہ دوست"

وہ سنجیدگی سے سامنے دیکھتی بول رہی تھی۔

"ہمممم۔ آپ دوست سے بڑھ کر ہیں اور دشمن سے کم بھی نہیں ہیں" وہ مسکراہٹ دباتا بولا تھا۔

جبکہ اس کی بات کونہ سمجھتی زویا نے الجھن بھری نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"مطلب"

"تفصیل سے کل بتاؤں گا"، ابھی آپ جا کر آرام کریں "وہ گاڑی اس کے محل کے آگے روکتا بولا تھا، جبکہ زویا اس کو دیکھتی باہر نکل کر اندر چل دی تھی۔

رافع نے بھی اس محل کے اندر سے گاڑی ریورس لی تھی۔ اور اپنے آگے اور پیچھے گارڈز کی گاڑیوں کے ہمراہ وہاں سے روانہ ہوا تھا۔

NovelHiNovel.Com

حیات صبح اٹھی تو پہلے زہن بیدار ہونے تک چھت کو گھورتی رہی پھر کل والا سارا قصہ یاد آنے پر جھٹ سے اٹھ بیٹھی، اور اپنے گرد کا جائزہ لینے لگی۔

جب سائیڈ ٹیبل پر اپنی جیولری اتری دیکھی تو فوراً خود کو دیکھا۔ اس کے جوڑے سے بال ادھے نکل ہوئے تھے اور دوپٹہ لپٹا ہوا تھا وہ کل والے جوڑے میں موجود تھی، یہ سب کیا ہوا تھا، مگر جو ہوا تھا، وہ اب بدل نہیں سکتی تھی مگر اس کا دل یا ورولی سے شدید بدگمان تھا، وہ اس شخص کو معاف کرنے والی نہیں تھی، اس کے نزدیک جس کی خود غرضی سے اس کے والدین کو اتنی اذیت ملی تھی۔ وہ خود کو پر سکون کرتی اٹھی تھی کے ارادہ فریش ہو کے عینہ کے پاس جانے کا تھا، جو اس گھر میں رہنے کی اب واحد وجہ تھی، اور شاید یاور کے اس قدم کے پیچھے کی بڑی وجہ بھی وہ تھی، عینہ

سے اسے پسند کرتی تھی تو اس نے عینہ کے لیے ہی یہ قدم اٹھایا ہو گا تاکہ وہ ہمیشہ اس کے پاس اس کا خیال رکھ سکے۔

وہ یاور کے سر ایک اور الزام ڈال چکی تھی اپنی بدگمانی میں، چلو اس سب میں عینہ کا تو کوئی قصور نہیں اب جس وجہ سے یہ سارا تماشا لگایا گیا تھا وہ کم از کم اب وہ مقصد تو پورا کرے کہ اب کیا ہو سکتا تھا وہ اپنے والدین کو پریشان نہیں کر سکتی تھی کہ ان کو یاور پہ بہت مان تھا وہ ایک حقیقت پسند لڑکی تھی، اسے بھرم رکھنا اتنے تھے۔

وہ بلیک لانگ فراق اور ٹراؤزر کے ساتھ سر کو دوپٹے سے ڈھکے باہر آئی تو عینہ کی آواز سننے اس طرف چل دی۔

جہاں ڈائینگ ٹیبل پر سر براہی نشست پہ بیٹھا یاور عینہ کو گود میں لیے شاید ناشتہ کروانے کی کوشش میں تھا۔

"نو، بابا میں ماما کے ساتھ کروں گی ناشتہ پلیز مجھے جانے دیں،" وہ یاور سے ضد کر رہی تھی، یاور

کی اس کی طرف پشت تھی

"میری جان، ماما تھک گئی تھی وہ ابھی سو رہی ہیں انہیں پریشان نہیں کرو، بعد میں مل لینا"

، جب عینہ نے باپ کو دیکھتے اس کے پیچھے سے آتی حیات کو دیکھا تھا تو چیخ مار کر اس کی گود سے اتری تھی۔

"مما، جاگ گی۔۔۔" وہ بھاگ کے حیات سے لپٹی اور اس نے بھی مسکرا کر اسے اٹھایا تھا۔

یاور نے بھی پیچھے مڑ کر دیکھا تھا، جہاں اس پری پیکر کو بغیر میک اپ اس سادے سے فراق میں دیکھ

اس کا دل دھڑکا تھا، وہ دوسری بار اسے دیکھ رہا تھا، بلاشبہ وہ بہت خوب صورت تھی اور نیک

سیرت بھی کہ اس سے اتنا بدگمان ہونے کے باوجود اس نے عینہ کو ویسے ہی قبول کیا تھا۔ یہ بات اس کے دل میں اس کا مقام اور بڑھاگی تھی۔

"ماشاء اللہ، دو لہن تو بہت پیاری ہے، اللہ نظر بد سے بچائے" وہاں کھڑی ایک عمر رسیدہ ملازمہ نے

اڈاس کی بلائیں لے ڈالی تھی، تو وہ جو عینہ کو اٹھائے اس طرف آ رہی تھی، ان کی طرف

متوجہ ہوئی۔

"السلام علیکم" یاور ولی کی جانب سے پہل کی گئی تو اس نے بھی جواب دیا اور عینہ کو گود میں لیے بیٹھ

گی، اس کا بیٹھنا ہی تھا کہ یاور کھڑا ہوا، حیات نے چونک کر اس کی طرف دیکھا جو بلیک لوز ٹراؤزر

شرٹ میں اب اپنی جیب سے نوٹوں کی گڈی نکال اس کے اور عینہ کے سر سے ایک بار وار کے اسی

ملازمہ کو تھما گیا۔

"آمنہ بی یہ آپ جانتی ہیں کہاں دینے ہیں" جو سر اثبات میں ہلاگی۔

"حیات یہ آمنہ بی ہیں، ہماری کافی پرانی ملازمہ بس ایک عینہ کے معاملے میں، میں ان پر بھروسہ کرتا تھا پھر آپ آگئی۔ وہ اب مسکرا کر اسے ان کا تعارف کروا رہا تھا، اور خوش تھا کہ اس نے رات والے قصے پہ دوبارہ کوئی شدید ری ایکشن نہیں دیا تھا۔

"حیات جو اس کی اچانک کی گئی کاروائی کو ابھی سمجھ رہی تھی اسے اپنی بدگمانی یاد آئی تو وہ چہرہ بے تاثر کر گئی اور عینہ کو ناشتہ کروانے میں مصروف ہو گئی، یا اور جو اس کے بدلتے تاثرات دیکھ رہا تھا سمجھنے والے انداز میں سر جھٹک کر ناشتے کی طرف متوجہ ہو گیا جانتا تھا ابھی کچھ وقت لگنا تھا سب کچھ ٹھیک ہونے میں۔۔۔

اکرام حوالات میں اپنے چھوٹے بھائی پر دھاڑا تھا کہ ابھی تک اسے کیوں نہیں نکلوا یا کبیر جو اس سے تین سال ہی چھوٹا تھا اور اس کے ساتھ ہی کاموں میں ملوث تھا ہونٹ بھینچے اس کا غصہ دیکھ رہا تھا۔

"بھائی کوئی عام بات ہوتی تو آپ اب تک باہر ہوتے ہمارا اتنا اثر رسوخ تو ہے، مگر مسئلہ یہ ہے کہ اس بار وہ سیاستدان رافع سکندر اور وہ مشہور بزنس مین یا رولی نے آپ کو اندر کروایا ہے ان کی پہنچ اوپر تک ہے ان کی وجہ سے ہمیں اتنا روکا وٹیں آرہی آپ کو نکلوانے میں"، اور تو اور وہ آپ کی منگیتر کی شادی بھی اس یا رولی سے ہو گئی ہے شاید وہ جان بوجھ کر آپ کو نکلوانے نہیں دے رہا"

وہ چپ ہو اتوا کرام پر سوچ نظر آیا۔

"ہمممممم، تو یہ چکر ہے، وہ خباثت سے ہنسا، گروہی باہر نہیں نکلنے دے رہا تو وہی باہر نکالے گا، بس ذرا میری اس خوبصورت منگیتر پر نظر رکھو، اس نے اپنے بھائی کو اشارہ دیا تو وہ بھی خباثت سے مسکرا دیا۔"

"ضرور بھائی، یقین کریں میں اب جلد ہی آپ کو یہاں سے نکال لوں گا۔"

"رائع زویا سے ملنے کے لیے تیار ہو رہا تھا، اس کے چہرے پر ایک پرسکون مسکراہٹ تھی، آج وہ فل سیاہ شلوار قمیض اور سیاہ کوٹ میں ہمیشہ سے اپنی سحر انگیز شخصیت کے ساتھ بلا کا حسین لگ رہا تھا، خود پہ بے درختی پر فیوم چھڑک کر وہ اب اپنی مونچھوں کو تاؤ دیتا شیشے سے نظر ہٹاتا کمرے سے باہر آیا ہی تھا۔ کہ اس کا فون بجا۔"

"ہمممم۔۔۔ خیریت" پراگے سے ملنے والی خبر پر اس کا چہرہ ضبط سے لال ہوا تھا، دماغ کی نسیں ابھری تھی، اور وہ باہر کو بھاگا تھا۔"

زویا اپنے این جی او میں بچوں کے ساتھ مصروف تھی، دماغ میں رافع کی باتیں گھوم رہی تھیں وہ آج یہاں اس سے ملنے آنے والا تھا نہ جانے اسے کیا کہنا تھا کہ وہ سر جھٹکتی دوبارہ ان سے کھیلنے لگی، تبھی ایک ملازم وہاں بھاگتا آیا،

میم وہ آپ کے آفس میں کوئی آپ سے ملنے آیا ہے، اس کے انداز میں خوف تھا۔ وہ کافی بد تمیزی کر رہے ہیں اور دھمکیاں بھی دے رہے، بہت مشکل سے انہیں وہاں بیٹھایا ہے ورنہ وہ اندر اپنے آدمیوں کے گھس رہے تھے، بمشکل وہ وہی پہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں، ملازم نے جلدی سارا ماجرا سنایا مبادہ وہ پیچھے ہی نہ آجائے۔ کہ زویا نے سختی سے منع کیا تھا، بچوں والی سائیڈ پر کوئی باہر کا بغیر اجازت کے نہ آنے پائے کہ وہ ان کی حفاظت پر کپڑا نہیں کر سکتی تھی، اور آنے والوں کو دیکھنے بچے ڈسٹرب ہوتے تھے۔ تبھی جان کے لالے پڑنے کے باوجود وہ ان کو ادھر آنے سے باز رکھ سکا کہ زویا اس معاملے میں بہت سخت تھی۔

"اوکے چلو" زویا کے چہرے پہ ناگواریت ابھری کہ آخر ایسا کونسا شخص ہے جو اتنی سیکورٹی کے باوجود اس طرح بے دھڑک اس کے آفس تک گھس آیا۔

وہ اندر داخل ہوئی تو سیف سبز واری کو بیٹھے دیکھا جس کے ساتھ دو گارڈز موجود تھے۔ زویا کے چہرے پر ناگواری ابھری کہ یہ شخص اسے زہر لگاتا تھا

مبادہ ہر ایونٹ میں اس کے والد اور اس کے درمیان ٹپک پڑتا اور اپنی بے تکی باتوں سے اس کا دماغ خراب کرتا تو وہ موقع کی مناسبت سے برداشت کرتی تھی،

مگر وہ اس شخص کی نیت خوب سمجھتی تھی بس موقع کی تلاش میں تھی کہ اسے سبق سیکھائے۔

اس نے اس کے آفس میں اس کے یوں بے دھڑک آنے پر دانت پیسے۔

"اسے واقعی عزت رس نہیں، جو یہاں تک آگیا۔"

وہ اسے دیکھتا لو فرانہ مسکراہٹ لیے کھڑا ہوا اور اسے سلام کیا۔

جس کا جواب دینے کی بجائے، زویا نے اس کے گارڈز کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

"گیٹ۔۔۔۔ اوٹ" وہ تنے اعصاب کے ساتھ اتنے سرد انداز میں بولی کہ وہ سیف کا منہ

دیکھنے لگے۔

جواب ہونٹوں کے کنارے دانتوں سے چباتا مسکراہٹ ضبط کرتا نہیں باہر جانے کا اشارہ کر گیا۔

وہ باہر گئے جب تک زویا اپنی ٹیبل کے دوسری طرف آ کر بیٹھی تھی۔

سیف نے باغور اس کے سر اُپے پہ نظریں ٹکائیں تھیں، جو بلیک رنگ کی شارٹ فرائز اور کھلی

شلوار میں چھوٹی ملٹی کلر جیکٹ پہنے دوپٹہ کو مفکر کی طرح فولڈ کیے دونوں پلوں آگے کی طرف

رکھے ہوئے تھی۔

بالوں کا جوڑا بنایا ہوا تھا جس سے کچھ آوارہ لٹیں باہر کو نکلی ہوئی تھی میک سے پاک شفاف چہرے

کے ساتھ اپنی یونیک پر سنیلٹی میں سامنے والوں کو ہمیشہ متاثر کرتی تھی، اس کی سادگی اس پہ بہت

جچتی تھی، اسے خود کو صحیح سے ڈھانپنا آتا تھا۔

"فرمائیے، کیسے آنا ہوا" وہ اس کی جانچتی نظروں پہ دانت پیستی سرد مہری سے بولی۔

جس پہ مقابل ہنس دیا۔

"لگتا ہے، آپ کو میرا آنا اچھا نہیں لگا" وہ ابھی بھی معنی خیزی سے دیکھتے بات کر رہا تھا۔

"جی بالکل ایسا ہی ہے" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی سنجیدگی سے سچ بول کے مقابل کو پہلو بدلنے

پر مجبور کر گئی۔

"اور آئندہ میرے این جی او میں آپ کو اس طرح میرے سٹاف سے بد تمیزی کر کے آنے کی

کوئی ضرورت نہیں" وہ لہاظ بلائے طاق رکھ کر بولی تو اہانت سے سیف کا چہرہ سرخ

پڑا، مگر وہ ضبط کر گیا، اور سیدھا ہو کے بیٹھا۔

وہ اس سونے کی چڑیا کو کسی بھی حال میں اپنا بنانا چاہتا تھا، وہ اسے پسند تھی، مگر اس کے ساتھ اس کی

سوسائٹی میں پوزیشن اور دولت اس کو پسند تھی،

وہ اس سے شادی کر بہت کامیاب سیاستدان اور بزنس مین بن سکتا تھا، اور وہ تھی کے اس کی شکل

تک نہ دیکھتی تھی۔

اس نے ہر بار ڈھیٹوں کی طرح اس کا راستہ روکا تھا، کہیں بھی اس سے بات کرنے کا موقع نہ چھوڑتا، یہاں تک کے اڈاس کی سرد مہری کو بھی برداشت کر جاتا کہ اس کے سامنے اس کا مفاد بہت زیادہ تھا جو اسے پیچھے نہ ہٹنے دیتا،

اور وقت کے ساتھ زویا کی انگورنس اب اس کے لیے ضد بن چکی تھی، اسے ہر حال میں وہ چاہیے تھی، جو اس کی لاکھ کوششوں کے باوجود اس کے ہاتھ نہ آرہی تھی، اور سب تو وہ زیادہ پریشان ہو گیا تھا، جب سے رافع کا اسے استحقاق سے لے جانا دیکھا تھا، وہ اڈاس کا سب سے بڑا دشمن تھا، وہ اسے کبھی اگے بڑھنے نہیں دینا چاہتا تھا۔

مگر اس کے آدمیوں کی اطلاعات کے مطابق زویا اکثر اس کے ساتھ پائی جاتی تھی۔ اس نے فائرنگ بھی رات کو یہ جانتے جان بوجھ کر کروائی تھی کہ زویا اس کے ساتھ تھی تاکہ وہ اس سے دور ہو جائے کہ جان کسے پیاری نہیں ہوتی وہ ایسے شخص کے ساتھ نہ گھومے جس کے سر پہ موت سوار رہتی ہو۔

مگر اگے ہمیشہ کی طرح زویا نے اسے اس کی اوقات یاد دلادی تھی۔

"زویا تم" وہ انتہائی ضبط سے گویا ہوا جب زویا نے اس کی بات کاٹی۔

"زویا شاہ، پورا نام لیں، اور تم نہیں آپ، میں آپ کی رشتہ دار نہیں کے آپ یوں فری ہو رہے" زویا نے تو آج کوئی لہا ظنہ رکھا تھا، وہ اس شخص سے جان چھڑانا چاہتی تھی کہ اب وہ مزید اس کی شکل برداشت نہ کر سکتی تھی، وہ تو خامخواہ پیچھے پڑ گیا تھا۔

"بس بہت ہو گیا لڑکی، میں نے بہت نخرے برداشت کر لیے تمہارے، تمہیں شاید اندازہ نہیں میری طاقت کا" وہ دھاڑ کے اس کی میز پر ہاتھ پٹکتا کھڑا ہوا تھا،

"ہو گیا، اب جائیں مجھے کام ہے ذرا" زویا اس کو اہمیت نہ دیتی ایک ہاتھ منہ پہ رکھتی جمائی روکتی بے زار انداز میں ادھر ادھر فائلز دیکھتی مصروف انداز میں بولی، تو سیف کے سر پہ لگی تھی۔

وہ لڑکی اسے کچھ نہ سمجھتی تھی، اسے کسی بات کا اثر نہ تھا۔ وہ ہر طریقے سے اسے ڈیل کر چکا تھا، مگر وہ بھی ٹیڑھی کھیر تھی

آخر میں پر سوچ انداز میں وہ اسے دیکھتا خباثت سے مسسکرایا تھا۔ جو اسے مکمل اگنور کیے ہوئے تھی وہ اسے پر پوز کرنے آیا تھا پر معاملہ ہمیشہ کی طرح برعکس تھا

"گھی اگر سیدھی انگلی سے نہ نکلے تو انگلی ٹیڑھی کرنی پڑتی ہے" وہ کہہ کر اس کی کرسی کی طرف بڑھا جس ہر بے تاثر چہرے کے ساتھ زویا نے اس کی طرف دیکھا۔

"میں نے بہت کوشش کی تم سے آرام سے اور پیار سے بات کرنے کی مگر تمہیں شاید باپ کا گھمنڈ زیادہ ہے، پر کوئی بات نہیں ہو تو تم بھی ایک لڑکی اتنا تو سمجھتی ہونہ، لڑکیوں کی عزت بڑی نازک ہوتی ہے، بات عزت پر آجائے تو باپ کا نام بھی کچھ نہیں کر سکتا" وہ کہتا اس کو خباثت سے دیکھتے اس کی طرف قدم بڑھا رہا تھا، جبکہ زویا اس کی باتیں سنتی اس کے بڑھتے قدموں کو دیکھ رہی تھی، چہرہ پر سکون تھا،

جسے دیکھتے سیف مسکرایا، لگتا ہے میری بات سمجھ نہیں آرہی عملاً بتانا پڑے گا،" یہ کہتے اس نے اپنا ہاتھ زویا کے دوپٹے کی طرف بڑھایا تھا۔

رافع جو یہ سنتے ہی کہ سیف زبردستی زویا کے این جی او گھس گیا ہے وہاں آندھی کی طرح پہنچا تھا، جب اس کے آفس کے باہر بند دروازے پر سیف کے گارڈز کو سٹاف پہ گن تانے کھڑا دیکھا تو فوراً اپنے گارڈز کے ہمراہ ان کے سر پہ پہنچا، اب صورتحال یہ تھی کہ سیف کے گارڈز نیچے ہاتھ کھڑے کیے بیٹھے تھے

جبکہ رافع کے گارڈز ان کے سر پہ بند و قیس تانے کھڑے تھے سن میں زویا کے گارڈز بھی موجود تھے۔ جنہیں پہلے یرغمال بنا لیا گیا تھا۔ تو اب رافع اور زویا کی گارڈز کی تعداد زیادہ تھی۔

ان کو قابو کرتے رافع بے چینی سے زویا کے آفس کی طرف بڑھا چہرے پر بار بار پسینہ صاف کرتا
شدید غصے میں تھا۔

دھاڑ کی آواز سے دروازہ کھولتے وہ اندر داخل ہوا تو اندر کا منظر اس کے منہ کو چپ لگا گیا۔ وہ
انکھیں جھپکتا اب سامنے دیکھ رہا تھا۔

جہاں زویا کے سامنے کرسی پر سیف رسی سے بیٹھا تھا، اور وہ اس کے سامنے بیٹھی کافی پی رہی تھی
، سیف کا سر بار بار لڑھک رہا تھا اس کے چہرے پر شدید درد کے اثرات تھے۔
رافع اپنا ماتھا کھجاتے آگے بڑھا، ساری بے چینی ہوا ہوئی تھی۔

"مسٹر رافع ایسے کسی کے آفس میں داخل نہیں ہوتے، کیا آپ کو نہیں پتا" وہ اپنی طرف سے
اس کو شرمندہ کرتے بولی "

جو ہونٹوں کے کناروں پر مچلتی مسکراہٹ اب ضبط کر رہا تھا۔ کہ اپنے دشمن کی اپنی دشمن جاں
سے ایسی درگت اس کا دل باغ باغ کر گئی تھی۔

"ہمممم، معزرت مگر" وہ سیف کی طرف دیکھتا بولا جو اسے شدید درد کی کیفیت میں بھی خون
آشام نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"مہمم، آپ نے صحیح کہا تھا کہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے، تو سچا آج میں بھی ٹرائی کر لوں"

"خیریت تھی ویسے" اسے ابھی بھی سمجھ نہ آئی وہ وجہ جاننا چاہتا تھا کہ آخر کوزو یا کو یہ تجربہ کیوں کر ناپڑا، آخر سیف سبز واری کوئی عام شخص نہیں تھا، ایک دنیا جانتی تھی اسے، جس کی اس لڑکی نے ایسی درگت بنا دی تھی

جیسے کوئی راہ چلتا شخص ہو، وہ تو خود بھی محتاط ہو کے اس کے معاملے میں کوئی قدم اٹھاتا تھا۔
"کچھ نہیں بس انہوں نے مجھے پر پوز کیا تھا" وہ انکھیں پٹیٹا کر کہتی معصومیت کی انتہا کر چکی تھی، جبکہ رافع کا خون کھول اٹھا۔

"تو مسٹر سیف امید ہے کی اب نہ آپ لڑکی کو اور نہ ہی اس کی عزت کو نازک سمجھیں گے۔"

آج صرف آپ کا ایک اپنی طرف بڑھتا بازو توڑا ہے اسے رعایت سمجھیں، اسندہ میں کوئی لہاظ نہیں کروں گی یہ تو آپ سمجھ چکے ہیں، کی مجھ سے کچھ بعید نہیں، اگر پھر بھی آپ باز نہ آئے تو جو آج اس روم میں ہو اس کی ویڈیو میں بڑے پرتپاک انداز سے ریلیز کر دوں گی،

پھر یقین جانے سیاست میں تو آپ قدم رکھ نہیں پائیں گے اور بزنس کی دنیا میں بھی منہ چھپاتے پھریں گے۔ آخر کو ایک لڑکی سے مار کھائی ہے آپ نے اپنے گندے دماغ کی بدولت"، اور اسے میری طرف سے احسان سمجھئیے گا کہ میں نے اتنے میں بخش دیا آپ کو"

اور اپنے چیڑ پہ ٹیک لگائے جھولتی سرد تاثرات کے ساتھ ابھی بات ختم کر رہی تھی کہ اچانک سیدھی ہو کے بیٹھی۔

"اور ہاں میں فائرنگ جیسے ڈھکوسلوں سے نہیں ڈرتی آپ کی ایک یہ غلط فہمی بھی دور کر دوں، آئندہ کے لیے اتنا خبردار کرنا آپ جیسے سمجھدار شخص کے لیے کافی ہے"

جبکہ رافع اس کی طرف متوجہ ہوا تھا یعنی رات والی فائرنگ اس کے لیے نہیں زویا کے لیے وارنگ تھی، وہ لڑکی اتنی انجان نہیں تھی جتنی بنتی تھی، رافع ایک بار پھر اس کی زات کی پہیلی میں الجھ گیا وہ واقعی عام لڑکی بالکل نہ تھی۔

وہ ہمیشہ اس کی سوچ کے برعکس رہی تھی۔ وہ ٹھنڈی اداہ بھر کے رہ گیا اور سیف کی طرف دیکھا جو ضبط کے کڑے مراحل میں تھا، چہرے پہ ہار واضح تھی، اسے دیکھ رافع ستائشی مسکرایا واقعی وہ بھی کبھی اسے ایسے شکست فاش نہ کر سکتا تھا

جیسے زویا نے کیا اس کے اگے کنواں رکھ دیا اور پیچھے کھائی، کہ وہ بیچارہ تو خالی خالی گیدڑ بھپکیاں بھی نہ دے سکتا تھا، رافع اس کی حالت سے محظوظ ہو رہا تھا۔

زویانے کال کی تو اندر اس کا ایک گارڈ داخل ہوا، جو سیف کی حالت دیکھ اب اپنی ہنسی ضبط کرنے میں تھا، زویا کے اشارے پر اسے کھولنے لگا،

"سر اس لیے ہم آپ کو روک رہے تھے" نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی زبان سے پھسل گیا، جہاں سیف نے اسے گھورا تو وہ گڑ بڑاتا اسے ساتھ لیے سیدھا ہوا۔

کہ بے ساختہ سیف کے منہ سے کراہ نکلی اس نے اپنے دائیں بازو کو پکڑا جو ہلنے سے قاصر تھا۔ وہ کوس رہا تھا اس وقت کو جب وہ اس بلا کو لڑکی سمجھنے کی غلطی کر اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا، اور کس طرح اس لڑکی نے جھٹکے سے اٹھتے اس کی وہی بازو مروڑتے اس کی پیٹھ سے لگا کر اس کا منہ میز پر مارا تھا اور پھر اس کے بال جکڑ کر بار بار اس کا سر پٹکتی رہی تھی وہ اس وقت اسے کسی لڑکی کا ہاتھ تو نہ سمجھ رہا تھا وہ تو خود بھی بھول گیا تھا کہ وہ سیف سبز واری ہے اور اس کی ایک لڑکی کے ہاتھوں ایسی درگت ہو رہی تھی۔

وہ دروازے کی طرف گیا ہی تھا جب زویا شاہ نے اسے پکارا، رافع جو منہ پہ ہاتھوں کی مٹھی بنائے اس لڑکی نما جن کو دیکھنے میں مصروف تھا، اس کی بات پر سنجیدہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"مسٹر سیف، زویا شاہ نام ہے میرا بس میرا نام نہ بھولنے گا" وہ جس انداز میں مسکرا کر بولی تھی، رافع نے تو بھنویں اچکائے اسے دیکھا تھا جبکہ سیف نے وہاں سے نکلنے کی کی تھی۔

ایک بات تو کلیئر ہوگی تھی، زویا شاہ کو پروٹیکشن کی ضرورت نہیں تھی۔

زویا اب اس کی طرف متوجہ ہوئی اور اسے خود کو دیکھتا پایا۔

"خیریت؟"

"نہیں بس میں سوچ رہا تھا کی آپ اس دن میرے آدمیوں کے ہاتھوں کڈنیپ کیسے ہوگی۔"

"بس مجھے کڈنیپ کو ملنے کا شوق ہو رہا تھا"، میں اپنے دشمن ذراگن کے رکھتی ہوں، اس دن کا حملہ

ذرا غیر متوقع طرف سے تھا، تو سوچا پہلے نئے دشمن سے مل لیا جائے"

رافع بھرپور مسکرایا تھا مسلسل اس کی طرف دیکھتے بے شک وہ لڑکی اسے کہیں کانہ چھوڑنے والی تھی۔

"اور پھر آپ کو اپنے دشمن کا مورال چیک کرنا تھا تبھی جنگل ٹرپ پہ ہامی بھری اور مجھے بھی اکسایا

"مہمم۔ واقعی ایسا ہی ہے، کہتے ہیں کسی شخص کے بارے میں جاننا ہو تو اس کے ساتھ سفر کرو، سو

میں نے بھی یہی کیا"

"صحیح تو پھر کیسا پایا آپ نے مجھے"، وہ پہلی بار اپنے مطلق اس سے انتہائی اشتیاق سے پوچھ رہا تھا۔

"یہی کہ آپ جیسا خود کو دیکھتے ہیں ویسے ہیں نہیں"

"بالکل، مجھ پہ بھی آج یہ واضح ہوا کہ آپ جیسا خود کو دیکھتی ہیں ویسی ہیں نہیں"

زویا نے اس کی مسکراتی آنکھوں میں دیکھتے اپنی مسکراہٹ ضبط کی۔

"اس معاملے میں آپ سے زیادہ عقل مند ہوں کیونکہ میں نے جلدی جان لیا، آپ کو کافی ٹائم

لگ گیا نہیں"

"واقعی آپ زیادہ عقلمند، بہادر اور ذہین ہیں" اس نے حقیقت پسندانہ طور پر تسلیم کیا تھا۔

"اور آپ کتنی دفعہ خود کو پرپوز کرنے والوں کی ایسے خدمت کر چکی ہیں" وہ ماتھے کھجاتے بولا تھا۔

اس کے انداز پر زویا نے اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی۔

"بس دس بارہ دفعہ ہی ایسا ہوا ہے" وہ چہرہ سنجیدہ کرتے بولی۔

"خیر یہ سب چھوڑیں آپ کو مجھ سے کیا کہنا تھا" وہ اب براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھتی

بولی جو جانتی تھی

وہ کیا کہنے والا ہے کی وہ کب سے اس کی بدلتی نظروں سے واقف ہو گئی تھی اور لا پرواہ سی بنی

رہی، اس نے جب جب اس کی گاڑی خراب کروائی تھی وہ ہر بار صورتحال جان کر بھی انجان بنی

رہی، وہ اس کے مطلق کچھ نہیں سوچ رہی تھی

مگر اس کی ہر سوچ سے واقف تھی، دیکھنا چاہتی تھی مقابل کی ہمت جب وہ مکمل ذویا شاہ کی زات سے آشنا ہوگا۔ اسے لگا تھا وہ اب سنبھل کے قدم اٹھائے گا۔ یا کم از کم اس وقت یہ بات نہیں کرے گا۔

"میں آپ سے شادی کرنا چاہتا ہوں" وہ بغیر لگی لپٹی کے بول گیا جس کی زویا نے توقع نہ کی تھی اس لیے پل بھر کولا جواب ہوئی۔

وہ دونوں آمنے سامنے بیٹھے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔
"لیکن میں آپ سے شادی نہیں کرنا چاہتی" وہ اس کے تاثرات دیکھتی بولی، جبکہ مقابل پہ کوئی اثر نہ ہوا۔

"کوئی خاص وجہ"

"مجھے ابھی شادی نہیں کرنی" وہ سیدھے ہوتے بولی۔

"اوکے، جب آپ کرنا چاہیں تب کر لیں گے"

"پھر ضروری تو نہیں کہ میں آپ سے ہی کروں" اس کی بات پہ وہ سنجید سے سیدھا ہو کے بیٹھا۔

"تو پھر کیا کوئی اور ہے۔"

"یہ سراسر میرا مسئلہ ہے، میں آپ کو انکار کر چکی ہوں"

"اسے اقرار میں بدلنے کے لیے کیا کرنا ہوگا۔"

"ہمممم۔ کافی سیریں لگ رہے آپ اس معاملے میں"

جب رافع اٹھ کے اس کی طرف بڑھا تھا، اور اس کی کرسی کے دونوں جانب ہاتھ رکھ وہ اس کی طرف جھکا تھا، زویا اس کی تمام حرکات دیکھ رہی تھی اور اس کی آنکھیں پڑھ رہی تھی، وہ شخص عام مردوں کی طرح نہ تھا اس کے دل نے گواہی دی تھی اوپر سے اس کا استحقاق بھر انداز بھی ایسا ہوتا تھا کہ زویا کو کبھی اس کی نیت پہ شک نہ ہوا تھا، وہ مانتی تھی اس شخص کا اندر پاک تھا، اس کے جذبے سے ہمیشہ پاکیزگی میں لپٹے نظر آتے تھے۔

"ہاں، میرے لیے یہ اب زندگی موت کا مسئلہ بن گیا ہے، اس کے علاوہ ہر چیز بے معنی وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا جس جذب سے بولا تھا، زویا اپنی نظریں چڑاگی۔ اس کی گرتی پلکوں کی چلمن رافع کا دل دھڑکا گئی تو بے ساختہ پیچھے ہوا تھا۔ اور رخ موڑ کے کھڑا ہو گیا۔

جب پیچھے سے اس کی آواز پر وہ حیرت اور بے یقینی سے مڑا تھا۔

"پانچ سال انتظار کر لیں گے" وہ اس کو دیکھتی آرام سے بولی۔

"مطلب آپ میری بننے کے لیے تیار ہیں"

"میں نے پانچ سال بعد کی بات کی ہے" وہ سنجیدگی سے گویا ہوئی۔

"مجھے دس سال بھی منظور بس یہ کہ آپ میری بننے کے لیے مان جائیں" وہ جس طرح سے بولا
تھازویا گڑ بڑاگی۔

وہ دوبارہ اس کے سامنے کرسی پہ آبیٹھا تھا، اور نظریں پر مسرت سی اس کے چہرے کا طواف کر
رہی تھی۔

"پانچ سال بعد دیکھیں گے" وہ جان چھڑانے والے انداز میں کہتی وہاں سے واک آؤٹ کر گئی
۔ جبکہ رافع کے چہرے پر مسکراہٹ چپک گئی۔

"ہممم۔ لگتا ہے سسر صاحب سے ملنے کا وقت اچکا ہے۔" وہ سر کرسی کی پشت سے ٹکا کر
پر مسرت ہو کے انکھی بند کر گیا۔

حیات شاور لے کے سفید ٹخنوں تک آتے لانگ فرائیڈ میں کسی موم کی گڑیا سے کم نہیں لگ رہی
تھی اس کا سراپا سے آسمان سے اتری کوئی پری کا گمان دیتا تھا۔ اب ڈریسنگ کے اگے اپنے بالوں
میں کنگھی کر رہی تھی جب اچانک دروازہ کھلا اور اس نے آنے والے کو دیکھا سامنے یاور کو دیکھ گڑ
بڑاگی۔ اور اپنے دوپٹے کے لیے کمرے میں نگاہ دوڑائی جو دروازے میں کھڑے یاور کے ساتھ
والے صوفے پر رکھا تھا۔

آج ہفتہ ہو چکا تھا اسے اس گھر میں آئے یاور سے اس کی بات بس عینہ کے مطلق ہوتی تھی وہ روز کی طرح آج بھی آفس جلدی چلا گیا تھا جبکہ وہ عینہ کے کاموں میں مصروف تھی اب اسے خود اسکول چھوڑ آنے کے بعد وہ فریش ہونے لگی تھی۔ اس کمرے میں وہ بس اپنی ضرورت کی چیزیں لینے یا فریش ہونے آتی تھی یاور کے جانے کے بعد کہ وہ سارا وقت عینہ کے ساتھ ہی گزارتی تھی۔

جب بھی یاور گھر ہوتا۔ مگر آج وہ جلدی آ گیا تھا۔ ادھر حیات کو اپنے کمرے میں دیکھ وہ حیران ہوئے بنا نہ رہ سکا۔ مگر اس کی نظریں اس کے خو بصورت سراپے کے بعد اب بالوں میں الجھی تھی جب اسے دوپٹے کی تلاش میں اس کی طرف پلٹتے دیکھا۔

اپنے ساتھ رکھے صوفے پہ اس کا دوپٹہ دیکھ، وہ مبہم مسکراتا ایک ہاتھ سے اپنے بال سنوارتا دوسری طرف رخ کر گیا تاکہ اسے دوپٹہ اٹھاتے جھجک نہ ہو۔

"سوری مجھے اندازہ نہیں تھا آپ یہاں ہوں گی میں ناک کر لیتا میں اپنی فائل لینے آیا تھا"

وہ جو دوپٹہ اب کاندھوں پہ پھیلا رہی تھی۔ یاور اب اس کی معصوم گھبرائی سی شکل دیکھتا مظلوم ہوا

"اچھا" وہ محظ اتنا کہتی باہر جانے کو بڑھی جب ابھی تک اسے دروازے پر جمے دیکھ نظریں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔

وہ جو ابھی تک اس کے خوبصورت چہرے کو نہا رہا تھا جس کی دودھیارنگت میں اب سرخیاں بھی گھلی ہوئی تھی نظروں کے اس زبردست تصادم پہ اپنی نظریں جھکا گی۔
"جانے دیں" وہ مصروف سے انداز میں بولی۔

جبکہ دوسری طرف یاور جسے اج موقع ملا تھا کہ وہ اس کی غلط فہمیاں دور کرے اب زرا اثرات پہ امادہ تھا اور اسے ہفتے بعد براہ راست دیکھنے کے موقع کو ضائع نہ کرنا چاہتا تھا۔

اس کے کان کے ساتھ بنے اس ظالم تل کو دیکھ اس کا دل دھڑکا تھا، وہ مسلسل اب اسے دیکھ رہا تھا۔
"اگر نہ جانے دوں تو" وہ اب ہاتھ باندھے فرصت سے اسے دیکھے گیا کس لیے آیا تھا یہ تو بھول ہی گیا۔

"جبکہ اس کی بات سن حیات نے آنکھیں کھول ہونقوں کی طرح اس کا چہرہ دیکھا تھا، پھر خود کو سنجیدہ کرتے ماتھے پہ بل لائے کہا۔

"مطلب"

"مطلب کہ مجھے بات کرنی ہے آپ سے ادھر بیٹھیں" وہ اسے ایزی فیل کرانے کے لیے آرام

سے اس کا بائیاں بازو پکڑتے قریبی صوفے کی طرف دوستانہ انداز میں بات کرتا بڑھا۔

جب حیات نے آرام سے اپنا بازو اس کے ہاتھ سے آزاد کروایا تھا

اور اس چیز کو نہ چاہتے ہوئے بھی یاور نے شدت سے محسوس کیا تھا۔

"آپ کو مجھ پہ بھروسہ نہیں ہے نہ حیات"

اس کے گھمبیر لہجے میں کیے گئے سوال پر وہ پہلو بدل کر رہ گئی کیونکہ اس کا جواب اس کے پاس بھی نہیں تھا۔

"کیا بات کرنی تھی آپ کو" وہ کھڑے کھڑے اس سے پوچھ رہی تھی اس کا سوال نظر انداز کر دیا تھا۔

"آپ کیا سمجھ رہی ہیں کہ میں نے آپ سے شادی کیوں کی" وہ سنجیدہ لہجے میں ماتھے پہ بل لائے اس سے سوال گو تھا۔

جب حیات نے سراٹھا کر آرام سے جواب دے کر اسے شدید صدمے میں جھونک دیا تھا کہ وہ

مذید کچھ بولنے یا پوچھنے کے قابل نہ رہا۔

"عینہ کے لیے" جواب دے کر جب اسے اس کی طرف سے خاموشی ہی ملی تو وہ اپنے جواب کو درست مانتے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔ جبکہ یاور کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر گئی۔

دو دن مزید ایسے گزر گئے جب آفس میں بیٹھے یاور کو رافع کا فون آیا وہ مسکراتا اس کی کال اٹینڈ کر گیا۔

"السلام علیکم" خیریت مصروف شخصیت نے یاد کیا؟

"وعلیکم السلام" ہاں تمہاری شادی کی دعوت کا سوچ رہا تھا۔

"بڑی جلدی یاد نہیں آگیا تمہیں کہ دعوت بھی دینا تھی"

"کون میں، نہیں جناب آپ دیں گے دعوت اپنی شادی کی اپنے گھر اور مجھے اور زویا شاہ کو مدعو کریں گے"

یاور نے اس کی بات سنتے فون کان سے ہٹا کر نمبر کی تصدیق کی کہ آیا واقعی رافع سکندر کا نمبر ہے۔

"کنجوس آدمی مجھے دعوت دینے کی بجائے مجھ سے مانگ رہے ہو"

"ہاں تمہاری شادی جس حال میں ہوئی ہے تمہیں تو دنیا کو دعوت دینی چاہیے الٹا ولیمہ کرو، خرچہ

بچا کے بیٹھ گئے"، بتاؤ زرا کنجوس کون ہوا"

اس کی بات پہ یاور نے آنکھیں مینچی تھی۔

"اففف۔۔۔ وہ کیسے بھول سکتا ہے اور نظر انداز کر سکتا ہے" اب اسے حیات کی لا تعلقتی بجا معلوم ہوئی اس کو چاہئے تھا کہ وہ حیات کو اپنے سرکل میں انٹروڈیوس کروائے اور حیات کے رشتے داروں کا کیا پہلے کیسے بھرم مار کے آیا تھا وہ وہاں سے سب کیا سوچتے ہوں گے وہ تو بس حیات کو اپنے گھر دیکھ کے ہی مطمئن ہو گیا بھول گیا کے کچھ دنیاوی رسمیں بھی بہت ضروری ہوتی ہیں۔

اففف۔۔۔ وہ کیسے اتنا غافل ہو سکتا ہے، ایسے میں حیات کی بدگمانی واقعی ہی مزید ہی بڑھنی تھی، اس نے خود پہ دو حرف بھیجے جب اس کے سوچوں کے تسلسل کو رافع کی آواز نے توڑا۔

"ہاں تو عاصی آدمی بتاؤ زرا خرچا بچانا ہے ہم دونوں کو انوائٹ کر کے یا میں تیرے ولیمے کے لیے تھوڑا خرچا کروں" بلکہ سوچ رہا ہوں میں ہی ولیمہ کر دوں تمہارا اگر تمہیں توفیق نہیں ہے تو، مت بھولو تمہاری گرانٹی میں نے لی ہے تمہاری لاپرواہی سے میرا رشتہ نہ لٹک جائے" وہ کسی نو عمر لڑکے کی طرح اپنے رشتے کی فکر میں تھا، چاہے جو بھی ہوزو یا شاہ ایک بددماغ لڑکی تھی وہ اس سے کچھ بھی ایکسپیکٹ کر سکتا تھا۔ وہ بات کرتے کہیں سے بھی داگریٹ رافع سکندر نہیں لگ رہا تھا۔

اس کی بات پہ یاور نے دانت پیسے ولیمے کا انوائٹیشن مل جائے گا تجھے صبر کر"

"اچھا زویا کی بھی پوری فیملی کو انوائٹ کر دینا، شادی تمہاری دوسری ہے جبکہ جناب کو مشورے میں دے رہا ہوں" وہ اپنی ہنسی دبا کے بولا تھا اور فون رکھ دیا جانتا تھا یاور اب ستھری کرے گا۔

وہ دونوں پہلے ایک بزنس ڈیل میں ملے تھے جہاں رافع نے اس سے یہ ڈیل تقریباً چھینی تھی اگر کہا جائے تو غلط نہ ہو گا کہ رافع سکندر کبھی نہیں ہارتا اس کے بعد وہ اس سے حیات کی شادی میں ملا تھا جہاں اس نے یاور کو دیکھا تھا تو اس کے چہرے کی سنجیدگی اور قرب جو بظاہر مسکرا کر غائب کرنے کی ناکام کوشش کرتا رافع کو متحس کر گیا۔ اس نے یاور کو دیکھا تھا جب اس کروڑوں کی ڈیل کے ہاتھ سے جانے پر بھی اس کے چہرے پہ ہلکا سا ملال بھی نہ تھا تو ایسی کونسی شے تھی جس نے یاور ولی اتنا تکلیف دی ہوئی تھی۔ اس کے بعد اسے پتا چلا زویا حیات کی دوست ہے اور پھر جب حیات کے منگیتر کے بارے میں اس نے یاور کا کھٹکھٹنے پر انفارمیشن لی تو تب تک وہ یاور کے حیات کے مطلق جذبات سے ناواقف تھا۔ پر جس طرح اس نے اس سارے معاملے کو ہینڈل کیا وہ سب رافع کو بہت کچھ سمجھا گیا۔ تو اس نے اگے یاور کے لیے راہ نکال دی۔ وہ دوست نہیں بنانا تھا مگر یاور سے بن کہے ایک مضبوط اور پیارا رشتہ بن گیا تھا جو یاور بھی اب نبھانا چاہتا تھا عرصہ اکیلے رہنے کے بعد اسے رافع کی صورت اچھا مخلص دوست ملا تھا۔ ایسے دوست جو بن کہے اب ایک دوسرے کی مدد کرنے والے تھے بغیر کسی شکر یہ اور معافی کی گنجائش لیے ان کی دوستی خونی رشتوں سے بہت اچھی تھی۔۔۔

"السلام علیکم" مسٹر رافع "

"واعلیکم السلام، مس زویا"

"آپ کے دوست کی واقعی دوسری شادی ہے"

"مطلب میں سمجھا نہیں" وہ واقعی نہ سمجھا تھا کہ زویا نے پہلی بار اسے فون کیا اور پوچھا بھی کیا۔

"میری فرینڈ کو لگتا ہے یاور نے عینہ کے لیے اس سے شادی کی اور بس، وہ اس شادی سے کچھ اچھا

ایکسپیکٹ نہیں کر رہی وہ شاید کافی بدگمان بھی ہے یاور سے کافی میچور ہے اپنے معاملات خود تک

رکھنے والی بس اس کی باتوں سے مجھے یہی معلوم ہوا وہ اس شادی کو فار میلیٹی سمجھ رہی ہے"

"تو" رافع نے داڑھی کھجاتے کہا کہ وہ کیا لے کے بیٹھ گئی ہے اسے کیا میاں بیوی کے معاملات ہیں

وہ جھنجھلایا۔

"تو یہ مسٹر رافع آپ نے گرانٹی لی تھی اپنے دو لہے کے جو میری دوست کے معیار پہ فٹ نہیں

ہو رہا وہ بہت اچھی لائف ڈیزرو کرتی ہے وہ اپنے لیے اسٹینڈ کبھی نہیں لے گی پر میں تو لے ڈکتی

ہوں ناں، اگر آپ اس وقت انوالونہ ہوتے تو میں یہ شادی کبھی نہ ہونے دیتی"

رافع گڑ بڑا کے سیدھا ہو گیا، وہ سارا ملبا اس پہ ڈال رہی تھی۔

"تو میں اب کیا کر سکتا ہوں۔"

"اپنے دوست کو عقل دیں، مجھے پتا ہے وہ حیات سے محبت کرتے ہیں، بٹ جن سے محبت کرتے ہیں ان کو ان کے حال پہ نہیں چھوڑا جاتا، انہیں چاہیے کہ اگر وہ بدگمان ہے تو اس کی بدگمانی دور کرے بجائے خود بھی لا تعلقی اختیار کرے، سمجھ رہے ہیں نہ"

"آآآآ۔۔۔ مطلب وہ کیا کرے"

"اففففف۔۔۔ وہ بھی آپ کے ہی دوست ہیں ان کا قصور نہیں،"

رافع کا اپنی تعریف پر منہ بنا تھا۔۔۔

"انہیں کہے ولیمہ کر دیں تو ان کی مہربانی، کہ شادی کے بعد ولیمہ ہر کوئی کرتا ہے، میری دوست کو احساس دلائیں کہ وہ بھی اہم ہے،، شادی جیسے بھی حالات میں ہوئی ہے اس کے بعد یا اور کو چاہیے تھا کہ حیات کو اس کی پوزیشن کلیئر کرتے تاکہ وہ بدگمان نہ ہوتی جیسے اب ہو رہی ہے۔"

اس کی بات سن رافع نے اپنا ماتھا سہلایا تھا واقعی یہ ضروری تھا، اب زویا کے اتنی باتیں سنانے پر رافع کو یا اور کو ہوش دلانا فرض لگا۔

"آپ سمجھے کے نہیں" ادھر کوفت سے زویا اب رافع پہ چڑھ دوڑی جو حیات کی سنجیدگی کی وجہ سے کافی پریشان تھی۔

"اب سمجھ گیا، پورا سمجھ گیا، اسے بھی سمجھانا ہوں"

"شکریہ" کہہ کے کال کٹ گئی۔

"جب رافع نے فوراً یاد کو فون لگایا جیسے اس کی شادی کی سلامتی اب اس سے زیادہ اور کسی کے لیے ضروری نہ تھی۔ کی رشتہ مانگنے سے پہلے ہی اب انکار ہوتا نظر آ رہا تھا۔

اسے اجکل میں اب ذویا کے والد سے ملنا تھا۔

کہ ذویا کے مبہم اشارے کے سہارے وہ نہیں رہ سکتا تھا۔

NovelHiNovel.Com

یاد جلدی کام سمیٹ کر گھر کے لیے روانہ ہوا تھا۔ واپسی پر وہ حیات کے لیے پھول بھی لیتا آیا تھا۔ گھر میں داخل ہوا تو اسے لاؤنچ میں عینہ کے ساتھ کھیتے دیکھا۔

وہ آنکھوں پہ پٹی باندھے انتہائی خوبصورت مسکراہٹ کے ساتھ ہاتھوں سے اس پاس ٹٹولتے عینہ کو ڈھونڈنے میں لگی تھی۔ سیاہ زلفیں کھلی ہوئی تھیں کی شریر لٹیں چیرے پر طواف کر رہی تھی۔ گلے میں دوپٹہ ڈالے وہ اس وقت گرے اور ریڈ کہہ مینیشن جوڑے میں خود سے بیگانہ اس کو بہت اپنی اپنی سی لگی۔

وہ وہی سے اسے دیکھنے میں مگن تھا جب عینہ بھاگتے ہوئے اس کے پیچھے آچھپی اور آنکھوں میں شرارت لیے اسے اپنی ننھی انگلی کو اپنے ہونٹوں پہ رکھے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

وہ اس کی چالاکی سمجھتا مسکراہٹ ضبط کیے لب دبا گیا۔ جب حیات بھی اسی طرف آگئی۔

"عینہ ڈول کہاں ہیں ہنٹ تو دیں ماما کو"

"ماما جانی ادھر" وہ وہی سی بولی تھی۔ اور اپنے منہ پہ ہاتھ رکھے ہنسی بھی کنٹرول کرنے کی تگ و دو میں تھی۔

حیات فوراً اس کی طرف آئی تھی پر ٹٹولتے ہاتھ جب کسی سخت جان کو لگے تھے ایک ہاتھ اس کے سینے پہ رکھے دوسرے سے فوراً آنکھوں سے پٹی ہٹائی تھی۔ یاور کو اپنے سامنے یوں اچانک دیکھ وہ فوراً پیچھے ہونے لگی تھی،

جب قالین سے پیرا لچھنے پر وہ گرنے لگی۔ تو یاور نے اسے فوراً گرا اور بازو سے تھام کر گرنے سے بچایا تھا کہ وہ اس کے سینے سے ہی آگئی۔

یہ سب اتنا بے ساختہ تھا کہ یاور خود بھی گڑ بڑا گیا اور اسے آرام سے چھوڑ دیا جب کے وہ سرخ چہرہ لیے اس سے دور ہوئی تھی۔ یاور اپنے بالوں میں ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔

ہاہا ہا، "ماما جانی ہار گئی ہیں، عینہ جیت گی"

"اب مجھے میری فیورٹ آئس کریم کھلانے لے جائیں گی نہ" وہ انتہائی معصومیت سے گویا ہوئی، جبکہ اس کی چالاکی پر حیات اسے گھور بھی نہ سکی۔

"عینہ اور اس کی ماما جانی کو کل بابا لے جائیں گے آنسکریم بھی کھلائیں گے اور شوپنگ بھی کروائیں

گے اوکے" وہ نیچے جھکتا اس کے گال چومتا بولا۔

"اووو، یس بابا جانی از سوگڈ" وہ بے تحاشا خوش ہوئی تھی۔

"اوکے میری جان خالہ کو بولیں لُنج لگا دیں۔

"اوکے، بابا وہ فرمانبرداری سے کہتی اس کو گال پہ کس کرتی اس کے حصار سے نکلی۔ وہ بھی سیدھا

ہو کر اس کی طرف متوجہ ہوا۔

وہ نہیں سمجھ پاتا تھا کہ وہ اس سے اب پہلے کی طرح بات کیوں نہیں کر پاتا، اس کے سامنے آتے

الفاظ ختم ہو جاتے بس اس کی موجودگی ہی کافی ہو جاتی، مگر آخر ایسا کب تک ہو گا شاید اس کی

خاموشی حیات کو مزید بدگمان نہ کر دے

جب کچھ اور نہ سوچتا تو اس نے ہاتھ میں لیے پھول اس کے اگے کر دیے۔

"یہ آپ کے لیے"

"شکریہ" وہ پھولوں کو دیکھتی حیران سی بولی۔

"آپ سے بات بھی کرنی تھی"

"جی کہیں" وہ عام سے لہجے میں بولی۔ جب اس کے ہاتھ کے اشارے پر وہ اس کے آگے چلتی روم میں آئی۔

وہ دونوں الگ الگ صوفوں پہ بیٹھے تو یاور اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"کیا آپ ابھی بھی مجھے ہی غلط سمجھ رہی ہیں، رافع نے ایسے ہی بول دیا تھا، اس سارے معاملے میں، میں آپ کی فیملی کو ہرٹ نہیں کرنا چاہتا تھا، پر شاید سب ایسے ہی ہونا تھا۔ میری غلطی یہ ہے مجھے زرا بھی اندازہ ہوتا تو میں پہلے ہی اکرام کی تفتیش کروالیتا تو حالات شاید مختلف ہوتے" وہ خاموش ہوا تو اس کی طرف دیکھا۔

"ہممم، مجھے بعد میں اندازہ ہو گیا تھا، مجھے آپ کو ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا، ایم سوری"

"نہیں کوئی بات نہیں، پھر کیا آپ اس شادی سے خوش نہیں"

"یہ شادی سمجھوتہ ہے۔ جس طرح کے حالات میں ہوئی ہے، اس سے کیا امید لگائی جاسکتی

ہے، سوائے اس کے کہ میں شاید مسلط ہو گی آپ پہ" اور آپ اب عینہ کے لیے اسے نبھائیں گے"

"میں یہ بھی تو کہہ سکتا ہوں کہ میں ایک بچی کا باپ ہوں اس لیے شاید آپ کے معیار پر پورا نہیں اتر رہا آپ بھی اپنے گھر والوں کے لیے اب اس رشتے کو نبھائیں گی ورنہ آپ میری ذات سے مطمئن نہیں"

وہ اپنی بات کہہ کر اس کے تاثرات بغور دیکھ رہا تھا، جواب نا سمجھی سے اسے دیکھ رہی تھی۔
"مطلب"

"مطلب یہ کہ آپ کا فیصلہ آپ کے والدین کے لئے تھا، مگر میرا فیصلہ عینہ کے لیے نہیں تھا، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو میں کب سے آپ کا ہاتھ مانگ چکا ہوتا، یہ فیصلہ کہ آپ کو اپنی زندگی میں شامل کروں میں بلکہ عینہ کی وجہ سے نہیں لے سکا کہ آپ اپنی زندگی میں میرے نزدیک بہترین کی حقدار تھیں۔ میں آپ کو اپنی ذمہ داری میں نہیں پھنسانا چاہتا تھا اس لیے اپنے دل کو باغی ہونے سے باز رکھا اس لیے جانتا ہے میرے لیے وہ کتنا تکلیف دہ عرصہ تھا جب سوچا تھا کہ آپ کسی اور کی ہونے لگی ہیں"

وہ اپنا درد بیان کرتے سے یاد کرتے ہلکا سا ہنس دیا۔

پھر اس کی طرف دیکھا جو دم بخود ہو کر اسی کو سن رہی تھی

"ہاں، حیات مجھے کب سے آپ سے محبت ہے، آپ کی عادت ہے، جب سے آپ میرے

چھوٹے بڑے کی مسائل حل کرتی میری زندگی میں شامل ہوئی ہیں"

"میں کبھی آپ کے راستے میں نہ آتا چاہے جتنا ٹوٹ جاتا، پر شاید اللہ مجھے میری حد سے زیادہ اڑانا

نہیں چاہتا تھا، یا شاید وہ آپ کی صورت مجھ پر اپنی کرم نوازی کرنا چاہتا تھا، آپ میرے لیے عینہ

کے بعد دوسری ہستی ہیں دنیا میں جو جان سے زیادہ عزیز ہوگی ہیں"

وہ بس بتا رہا تھا، اور وہ کچھ کہنے کے قابل نہ رہی تھی۔

"میں کوشش کروں گا کہ آپ کے لیے بہترین ثابت ہو سکوں"

میں نے اگلے ہفتے ہمارے ولیمہ کا سوچا ہے، گرینڈ فنکشن ہوگا آپ تیاری کر لیں کل میں آپ کو

لے چلوں گا، ویسے مجھے پہلے خیال ہونا چاہئے تھا خیر آپ اپنی فیملی کو بھی آگاہ کر دیں،

وہ جو ابھی تک یاور کی باتوں کو ہضم کرنے کی کوشش میں لگی تھی بس ہلکا سا اثبات میں سر ہلا سکی۔

جب کہ وہ اٹھ کر چلا گیا۔ اور وہ کتنی دیر اس کی باتوں کو سوچتی وہی بیٹھی رہی۔

وہ معمول کے مطابق اپنے افس میں کام کرتی ہوئی مصروف تھی۔

جب باہر سے کسی کے آنے کی اطلاع ملی۔ وہ سیدھی ہو کر اب آنے والے دیکھ رہی تھی۔
وہ ایک درمیانی عمر کی خاتون تھیں جو اپنے پہناوے سے کسی بڑے خاندان کی لگ رہی تھی۔ غرور
ان کے چہرے سے چھلکتا تھا۔

وہ آ کے آرام سے اس کے سامنے بیٹھ گئی۔

"السلام علیکم" زویا نے پہل کی۔

"وعلیکم السلام" اگے سے استہزایہ انداز میں جواب دیا گیا۔

کہ ان کے اٹیوڈ پہ تو زویا بھی بھنویں اچکا کر رہ گئی۔

اس لیے مزید اخلاقیات کو پرے کیا اور سیدھا مدعے پہ آئی۔

"آپ کون ہیں، اور یہاں آنے کا مقصد"

جہ کہ مقابل جب سے آئی تھی اس کی آنکھیں اسے کا تنقیدی جائزہ لے رہی تھی۔

"میں کون ہوں اس سے تمہارا کوئی لینا دینا نہیں، میں تو بس یہ دیکھنے آئی تھی کہ آخر تم میں ایسا ہے

کیا کہ نواب خاندان کا چشم و چراغ اپنی خاندانی لڑکیوں کو چھوڑ تم میں دلچسپی لے رہا ہے"

ان کے انداز میں حقارت تھی۔

زویانے تحمل سے ان کو سنا تھا۔

"اور تمہیں خبر دار کرنے آئی ہوں، کہ رافع سکندر سے دور رہنا ورنہ انجام کی ذمہ دار خود ہو گی۔" کیونکہ شادی تو اسے خاندان میں ہی کرنی پڑے گی، "لہذا تم اس سے پہلے ہر طرح کا خسارہ سمیٹو پہلے سنبھل جاؤ، ہم کافی خطرناک لوگ ہیں" وہ کروفر سے کہتی وہاں سے چلی گئی تھی۔

پچھے زویا کے چہرے پر ایک پر اسرار مسکراہٹ تھی۔ وہ سر جھٹک دوبارہ اپنے کام میں لگ گئی۔ وہ بار بار ٹائم دیکھ رہا تھا کہ آسے زویانے بلایا تھا، اور آج وہ ان کے معاملے کو کسی حتمی نتیجے پر پہنچانا چاہتا تھا۔

جب وہ اسے اندر ریسٹورینٹ میں داخل ہوتی نظر آئی جس نی بلیک ٹراؤزر گھٹنوں سے اوپر اتنی شرٹ میں گلے میں مفلر کی طرح دوپٹہ ڈالے اس کا دل دھڑکا یا تھا۔

اس کے ٹیبل تک آنے تک وہ اس کے لیے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"السلام علیکم"

"وعلیکم السلام، کیسی ہیں"

"میں ٹھیک ہوں، آپ بتائیں"

"میں بھی، اپنے بلا یا خیریت"

"ہاں خیریت ہی تھی، ویسے ہی بلا یا تھا"

"رافع نے مہفوظ ہوتے اس کی بے نیازی دیکھی تھی، جانتا تھا تھوڑی دیر تک وہ آگاہ ہو جائے گا"

"شکر یہ اس عنایت کا"، مجھے یہ جانتا تھا کہ میں آپ کا ہاتھ کب مانگوں آپ کے والد سے"

"اور مجھے اس سے پہلے یہ جانتا ہے میں ہی کیوں"

"کیونکہ میرے دل نے کہا ہے آپ نہیں تو پھر کوئی نہیں" وہ کندھے اچکا گیا۔

"اور دل نے ایسا کیوں کہا ہے" وہ ناجانے کیا جانتا چاہ رہی تھی۔

رافع اسے دیکھتا رہا، پھر اس کے چہرے پہ نظریں نکائیں ہی بولا۔

"آپ آئیڈیل ہیں میری" اس کی بات پہ زویانے بھنویں اچکائے کہ وہ فحاح سامنے بیٹھے

شخص سے اس بات کی توقع نہیں کرتی تھی۔

وہ مزید گویا ہوا۔

"میں نے ہمیشہ لڑکیوں کی وہی قسم دیکھی ہے، حد سے زیادہ نازک خود کو کمزور سمجھنے والی یا ضدی

اپنے اگے کسی کو کچھ نہ سمجھنے والی اس لیے میں ہمیشہ انہیں جتنا ہو سکا انور ہی کیا ہے،

عورت نسلوں کی امین ہے مگر اچکل کی لڑکیاں خود کو ہی سنبھال نہیں پاتی، عجیب و غریب کمپلیکسز میں گھری ہیں نہ اپنی قدر کروا رہی ہیں نہ اگلی نسلوں کی تربیت،

یا تو وہ اپنی ہم جنسوں سے ہی مقابلہ اور حسد میں مبتلا ہے، بجائے ایک دوسرے کے حقوق کی حفاظت کرنے کے الٹا عذاب بنی ہوئی ہیں۔

دوسری طرف وہ نازک مزاج ہیں مگر زیادتیاں خوب برداشت کر لیتی ہیں جس کے لیے ان کی ہمت کا اگر شاید ایک فیصد وہ اپنے لیے کچھ کر لیں تو خود کو اذیتوں سے محفوظ کر لیں، یہی مجھے ان کی سمجھ نہیں آتی تھی اور میں ان سے شاید اس لیے چڑتا بھی تھا

کیونکہ میرے نزدیک عورت کو کمزور نہیں ہونا چاہیے اور نہ وہ ہوتی ہے، مجھے شک نہیں اس بات پہ کہ عورت مرد سے بھی زیادہ مضبوط ہے "اس نے تھوڑا توقف کیا پھر کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے مزید گویا ہوا۔

"آپ ان سب سے مختلف ہیں، وقت کے ساتھ ساتھ مجھے اندازہ ہوا ہے اور اس لیے شاید میں آپ کی طرف مزید بڑھتا گیا، اور میرے دل میں اب آپ کا وہ مقام ہے جو کبھی کسی کا بھی نہیں رہا، آپ کے دیے گئے زخم اور مرہم میرے لیے اعزاز سے کم نہیں، ہر چیز سے پہلے میں آپ کی بہت عزت کرتا ہوں کیونکہ آپ کو اپنی قدر کرنا بھی آتی ہے اور کروانا بھی،"

"آپ کا ساتھ میرے لیے اللہ کی طرف سے بہت بڑی کرم نوازی ہوگی" وہ کہہ کے اب اسے دیکھ رہا تھا۔

جو سنجیدگی سے اس کی باتیں سن رہی تھی، اسے اندازہ نہ تھا وہ شخص اتنا باریک بین اور حساس تھا۔

"اور کیا گرانٹی ہے، بعد میں بھی میری یہی خوبیاں آپ کو بری نہ لگیں گی، آپ مجھے میرے کاموں سے نہیں روکیں گے، آپ کی سوکالڈ آنا میرے سوچ کے آڑے نہیں آئے گی۔"

وہ مسکرا دیا تھا۔

"میں آپ کو اس سے بھی زیادہ میں سپورٹ کرتا رہوں گا، مجھے میری بیٹی کو ایک آئیڈیل ممدادینی ہے، کیونکہ مجھے اسے اپ جتنا سٹر ونگ بنانا ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ، مگر ہاں ایک چیز بدل سکتی مجھ میں"

وہ اسے دیکھتے بولا۔

"کیا"

"میری محبت شاید پھر اس کے لیے آپ سے زیادہ ہو،"

اس کی باتوں پہ زویا پہلو بدل کر رہ گئی جب کے وہ لب دبا گیا۔

"آپ کچھ زیادہ ہی آگے کا نہیں سوچ رہے"، اس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"میں ذرا حقیقت پسند شخص ہوں" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"اور آپ کی فیملی اس حوالے سے کیا سوچتی ہے، کیا میں انہیں قبول ہوں گی" وہ اب اپنے اصلی سوال کی طرف آئی تھی۔

"انہیں کسی بات سے اعتراض نہیں ہونا چاہیے یہ میری زندگی ہے اور ویسے بھی روایتوں اور جھوٹی اناؤں میں جکڑے لوگوں سے میں زیادہ بہتر خود کے لیے فیصلہ کر سکتا ہوں"

ان کا حق نہیں بنتا اور نہ میں ان کی وجہ سے کبھی بھی آپ کو کوئی مسئلہ ہونے دوں گا"

زویا پر سوچ انداز میں خاموش ہوئی تھی، جس پر اب رافع اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا، ذویانا سمجھی سے اسے دیکھے گی، جواب اس کی طرف آ کر اس کے اگے ایک گٹھنے پر بیٹھ اپنا ہاتھ اس کے آگے بڑھا گیا تھا۔

ذویا تو اس کے فلمی اسٹائل پر روتہ حیرت میں تھی، کہ آج کے دن بندے نے خوب حیران کیا تھا۔

"مس ذویا تو کیا آپ مجھے خوش نصیب لوگوں کی فہرست میں شامل کرنا چاہیں گی میری زندگی میں

شامل ہو کر، مجھ سے منسلک ہو کر، اس کے بعد میں آپ کا ساری زندگی بھی انتظار کر سکتا ہوں"

وہ اس کے خلوص کو واضح اس کی آنکھوں میں دیکھ پارہی تھی۔

"بابا سے بات کر لیں" وہ ہلکا مسکراتی، اتراتی اس کے بڑھے ہاتھ میں سامنے اسی کے لیے رکھ گئے رافع کی طرف سے گلدستے سے ایک گلاب نکال کر رکھ گئی۔

"وہ ہنس دیا، اور سر کو خم دیتے اس کے پھول کو وصول کرتا واپس اپنی جگہ پر آ بیٹھا وہ اس وقت پرائیویٹ کیمبن میں بیٹھا اب پر سکون ہو کر اس کے ساتھ لچ کر رہا تھا۔

نواب زادہ رافع سکندر اس وقت زویا پیلس میں موجود تھا۔ اور رحمت شاہ سے انتہائی خوش مزاجی سے دیکھ رہے تھے۔

رافع زندگی میں پہلی بار اپنے الفاظوں کے جوڑ توڑ میں پریشان، شہادت کی انگلی سے اپنا ماتھا کھجا رہا تھا، کہ بات کہاں سے شروع کرے۔

رحمت شاہ جو اس کے سامنے صوفے پر بیٹھے تھے ان کی دلچسپی بڑھی کہ وہ انتہائی عاجزی اور پرتپاکی سے ملنے کے بعد اب خاموش بیٹھا تھا۔ تو انہوں نے ہی اس کی مشکل آسان کی۔

"بہت خوشی ہوئی برخوردار تمہیں یہاں دیکھ کر، امید کرتا ہوں خیریت سے ملنے آئے ہو

گے،" وہ جو معاملے سے بخوبی واقف تھے ان کی یہ بے نیازی رافع کو زویا کی یاد دلائی۔

وہ مبہم مسکراتے ہوئے ان کو اور ان کے پہلو میں بیٹھی رابعہ بیگم کو دیکھنے لگا جواب شفیق مسکراہٹ کے ساتھ خود بھی اپنے میاں کی بے نیازی پہ انہیں دیکھ کے رہ گئی۔
رافع نے مسکراتے سر جھٹکا جانتا جو تھا وہ اسے آزما رہے ہیں۔

"جی خیریت ہی تھی، میں بس ایک درخواست لے کے حاضر ہوا تھا۔"

"واقعی نواب زادہ رافع سکندر کو بھلا ہم سے کیا کام پڑ گیا" وہ انجان بنے، اور رافع کو زندگی میں پہلی بار کوئی کام اتنا مشکل لگا۔ مگر وہ گہرا سانس فضا کے سپرد کرتا آریا پار کا فیصلہ کرتا سیدھا بات پر آیا۔
"جناب میں یہاں آپ سے آپ کی بیٹی کا ہاتھ منگنے آیا ہوں، اور آپ کی تسلی کے لیے میں کچھ بھی کرنے کو تیار ہوں کے آپ اس کے معاملے میں مجھ پہ بھروسہ کر سکیں"
وہ اپنے لہجے میں سنجیدگی، ارادوں کی پختگی کے ساتھ پر خلوص لہجے میں بولا،
کہ رحمت شاہ کتنی دیر اس کو بس دیکھتے ہی رہے، پھر بس اتنا بولے۔

"آگر میں انکار کر دوں تو"، وہ اب سنجیدہ تھے، اور رافع کے تاثرات جانچ رہے تھے۔

"میں وجہ جاننا چاہوں گا"

"ہمارے پاس اور اپشن ہو سکتے ہیں اس کے لیے"

رافع کا چہرہ اب تاریک ہوا تھا، مگر وہ سنبھل گیا۔

"میں سب سے بہتر ثابت ہوں گا، وہ عزم سے بولا"

"مگر میں نہیں چاہتا یہ" وہ اب ارام سے بولے تو رافع سیدھا ہو کے بیٹھ گیا، ادھر رابعہ بیگم بس اپنے شوہر کو ہی دیکھتی رہ گئی، جو سامنے بیٹھے شاندار شخص کا سانس خشک کر چکے تھے وہ بھی بلا وجہ

رافع انہیں دیکھتا رہ گیا کتنی دیر پھر بولا۔ تو چہرہ کسی بھی تاثر کے بغیر تھا۔

"مجھے خالی ہاتھ لوٹانے کی وجہ بتادیں" وہ اب کسی بچے کی طرح اپنی پسندیدہ چیز کے نامنے پر اداس اور غم کی تصویر لگا تھا۔

"تمہیں گھر والوں کے ساتھ آنا چاہیے تھا" رافع نے ان کی بات سمجھتے ہوئے بس سر ہلایا اور مزید گویا ہوا۔

"زویا سے شادی کا فیصلہ سراسر میرا ہے کہ مجھے اتنا شعور ہے میں اپنی شریک حیات خود منتخب

کروں، بجائے فرسودہ روایات اور جاہلانہ رسوم کی وجہ سے کسی بھی لڑکی سے شادی کر اپنے اور

اپنی نسل کو تباہ کروں، میں اپنے خاندان کو ایسے ہی خاندانی روایات کے سبب یہاں تک لانے کی

غلطی نہیں کر سکتا جانتا ہوں وہ کبھی نہیں مانیں گے،"

اگر مان بھی جائیں تو بھی میں زویا کو ان سے دور رکھوگا۔ جانتا ہوں اسے ہماری روایات پسند نہیں

ائیں گی اور نہ میں چاہتا ہوں کہ وہ بھی انہیں اپنائے۔"

"کیا خاندان سے الگ ہونا اتنا آسان ہے، برخوردار" رحمت شاہ سنجیدہ تھے۔

"میں ان سے چاہ کے بھی الگ نہیں ہو سکتا، مگر ان کو کبھی بھی ہماری زندگی پہ اثر انداز ہونے کی

اجازت بھی نہیں دوں گا۔ وہ یہی رہے گی میرے ساتھ، آپ ہر طرح سے مجھ سے اطمینان کر

سکتے ہیں۔ تمام خدشات کو دور کر کے ہی آپ زویا کو مجھ سے منسلک کیجئے گا"

رحمت شاہ نے پر سوچ انداز میں اس کی طرف دیکھا تھا پھر سر ہلا گئے۔

"ٹھیک ہے تو ہمیں منظور ہے، آپ نکاح کے ساتھ ہی رخصتی لے سکتے ہیں، تاریخ اسی مہینے کے

بعد رکھ لیتے ہیں،"

وہ بولے تو رافع جو انتہائی سنجیدہ میٹھا تھا ان کی اچانک غیر متوقع بات پہ چونکا، اور پھر ان کی کہی

پہ یقین آتے ہی اس کے چہرے پہ انتہائی خوبصورت مسکراہٹ آر کی، اس کے چہرے کی اس بحالی

OWN NIN OWN NIN

رونق پر رابعہ بیگم اور رحمت شاہ بھی مسکرا دیے۔

"لیکن بس نکاح کر لیتے ہیں فلحال کہ زویا نے ابھی رخصتی کے لیے 5 سال مانگے ہیں، وہ انتہائی

چمکتی آنکھوں سے مسکراہٹ لیے ہی معصومیت سے بولا تھا"

کہ اس کے انداز پہ رحمت شاہ ہنس دیے،

"آپ سے مانگا تھا، ہمیں تو رخصتی کی تاریخ بتائی ہے، اب چونکہ آپ انہیں اس شہر سے کہیں نہیں لے جا رہے تو ہمیں بھی کوئی اعتراض نہیں، آپ شروع سے ہمیں زویا کے لیے پرفیکٹ لگے تھے، بس کچھ چیزوں کے بارے میں جاننا تھا، اب ہم مطمئن ہیں، امید ہے آپ آگے بھی ہمیں مطمئن رکھیں گے۔"

رحمت شاہ کی بات جیسے ختم ہوئی ان کی زویا کی طرف سے کی گئی غیر متوقع بات نے رافع کو حیرتوں کے سمندر میں پھینکا تھا، مگر اس کی اب خوشی کی انتہا نہیں تھی، کہ جو بھی تھا اس کی سوچ سے زیادہ ہی تھا،

وہ فوراً اٹھا تھا، اس کے ساتھ رحمت شاہ اور رابعہ بیگم بھی اٹھی تھیں، بیگم داماد کا منہ میٹھا کروائیں اور ہمارا بھی وہ آگے بڑھ کے رافع سے گلے ملتے ہوئے بولے تھے، جو ان سے انتہائی عاجزی سے ملا تھا، اور رابعہ بیگم کا ہاتھ سر پہ رکھوانے کے لیے سر جھکا یا تھا،

"اللہ عمر دراز کرے، ہمیشہ خوش رہیں"

"بہت شکریہ آپ دونوں کا آپ کی وجہ سے مجھے زویا شاہ جیسی شریک حیات ملی ہے ورنہ میں شاید لا حاصل تلاش میں رہتا"

جس پہ رحمت شاہ، رابعہ بیگم کے گرد بائیں بازو کا حصار باندھ گئے۔

"میں بھی ایسے ہی ان کا شکر گزار رہتا ہوں" انہوں نے کہا تو رحمت شاہ اور رافع قہقہہ لگا گئے، جبکہ رابعہ بیگم نے انہیں مصنوعی گھوری سے نوازتی مسکرائی اور کچن کی طرف جانے پر اکتفا کیا،

"میٹھے سے بہتر ہے میں کھانا لگوا لوں، کے کھانے کا وقت ہو چکا"،

وہ چلی گی تو وہ پھر باتوں میں مصروف ہو گئے۔

"وہ وہاں سے کھانا کھا کر نکلا تو ارادہ ذویا سے ملنے کا تھا، وہ آج انتہائی سرشار سا تھا، اور اب یہ جاننے کے لئے بے چین تھا کہ ذویا اتنی جلدی رخصتی کے لیے راضی کیسے ہو گی۔ اور اب ذویا سے ملنا اس کے لیے بہت ضروری تھا، مسکراہٹ آج ایک پل کو بھی اس کے لبوں سے جدا نہ ہوئی تھی۔

وہ اپنے آفس میں ہی سر جھکائے فائلز کو دیکھنے میں مصروف تھی، جب جانی پہچانی خوشبو کا ریلہ اسے آفس میں داخل ہوتا محسوس ہوا، بے ساختہ اس کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی جیسے جانتی ہو، کہ آنے والے کی خبر پہلے سے تھی، مگر پھر خود کو سنجیدہ خول میں لاتے اس نے سر اٹھایا اور ابڑوا چکا کر آنے والے کو بغیر ناک کے اندر آنے کا احساس دلایا۔

مگر مقابل بھی چمکتی آنکھوں سے اس کے اشارے کو انگور کرتا اس کی ٹیبل کے سامنے پڑی کر سی

کھینچتا دوسری جانب اس کے پاس رکھتا بیٹھ کے اب اس کو پر سوچ انداز میں دیکھ رہا تھا۔

ذویا جو اس کی ساری کاروائی ملاحظہ کر رہی تھی اپنی ٹیک چھوڑا اس کے سامنے سیدھی ہو کے بیٹھی،

دونوں ایک فٹ کے فاصلے پر اب مد مقابل تھے۔

"خیریت تھی" زویا نے عام لہجے میں ابسرواچکاتے سوال کیا۔

"نہیں نہ پہلے خیریت تھی، نہ اب ہے، پہلے نہ ملنے کی، پھر جلدی ملنے کی، اور اب۔۔۔۔۔ وہ چپ

ہوا تھا۔

"اب" زویا نے اسے چپ خود کو دیکھتا پا کر سوال کیا۔

"نکاح اور رخصتی دو ہفتے بعد کیوں رکھی، ہفتہ کافی تھاتاری کے لیے"

اس کی بات پر زویا عیش عیش کرا اٹھی۔

"اب آپ زیادہ پھیل رہے ہیں" وہ گھور کے بولی تو وہ ہنس دیا۔

"آپ کی مجھ سے شادی کے لیے راضی ہونے کی وجہ" وہ اب اپنے بارے میں جاننا چاہ رہا تھا۔"

"دو جوہات ہیں، ایک آپ کی آنکھوں میں میں نے ہمیشہ اپنا مطلب اور منافقت سے پاک عکس دیکھا ہے جس میں میرے لیے بس عزت ہوتی ہے"، اور لڑکیوں کے لئے ہر چیز سے پہلے اپنا مقام اور عزت ہونا چاہئے"

وہ چپ ہوئی تو رافع بول دیا،
"اور دوسرا"

"آپ کے ڈمپلز" وہ صاف گوئی سے بولی تو رافع پہلے حیران ہوا پھر مسکرا دیا جس پہ اس کے ڈمپلز ایک بار پھر واضح ہوئے، مگر زویا نظریں چراتی اپنی ٹیبل کی طرف کرسی سمیت چہرہ موڑ گئی۔

رافع اس کی حرکت سے مہظوظ ہوا تھا اس لڑکی سے کسی بھی چیز کی توقع کی جاسکتی تھی، سوا سے زیادہ حیران نہیں ہونا تھا، تبھی دوبارہ اس کی کرسی کو پکڑتے نرمی سے موڑ کر آہستہ آہستہ اپنی طرف لاتے وہ دوبارہ اسے قریب روبرو کر گیا۔

"آج سے یہ ڈمپل آپ کے، اگر آپ کل تک مجھ سے نکاح کر لیں، رخصتی اسی تاریخ کو کر لیجئے گا۔ میں بس چاہتا ہوں ہر وہ لمحہ جو آپ کے ساتھ گزاروں اس پر جائز حق رکھتا ہوں۔"

وہ گھمبیر لہجے میں بول کر چپ ہوا تو وہ مسکرا کر ریوانگ چیئر پھر سے اس سے دور کر گئی۔

"او کے بابا سے بات کرتی ہوں" وہ بال کان کے پیچھے اڑستی بولی۔ وہ اس وقت مکمل ایک مشرقی لڑکی لگی تھی، مقابل کو کوئی نہ کہہ سکتا تھا یہ زویا شاہ ہے۔
وہ اب ایسے مطمئن تھا جیسے دنیا فتح کر لی ہو۔

پھر رات تک رحمت شاہ نے فون کر کے اسے نکاح کا وقت بتا دیا تھا جو سادگی سے ان لوگوں کے چند دوستوں کی موجودگی میں ہونا تھا۔

اور نکاح سے پہلے رافع کو اس معاملے میں حویلی والوں کو بھنک بھی نہ پڑنے دینی تھی، سو وہ محتاط تھا۔



حیات چلیں وہ جو عینہ کا ہاتھ پکڑے اندر آیا تھا اسے ڈریسنگ کے سامنے چادر سے نقاب کرتے دیکھ کر بولا۔ نظریں ہنوز اس کو دیکھتی مصروف تھی۔

"جی" وہ پاس آ کر عینہ کا ہاتھ پکڑتی اگے چل دی جب کے وہ پیچھے چلتا ہوا اس کے سامنے آیا اور اس کے لیے کار کا دروازہ کھولا وہ چپ کر کے بیٹھ گئی۔ جب عینہ کو اس نے پیچھے بیٹھایا۔ گھر سے شاپنگ مال تک سارا راستہ عینہ پیچھے سے دونوں کے درمیان سیٹ پکڑے کھڑی رہی اور آکسائیڈ بولتی رہی کہ وہ پہلی بار اپنے ماما بابت دونوں کے ساتھ باہر آئی تھی۔

"حیات زویا کے لیے بھی کچھ لے لیجئے گا کل ہمیں ان کی طرف جانا ہے،

وہ جسے زویا نے اطلاع دے دی تھی اثبات میں سر ہلا گی۔

کہ ابھی نکاح کا ٹائم کنفرم رات تک بتانا تھا، تو تیاری ضروری تھی۔

یاور نے دونوں کو خوب شوپنگ کرائی تھی، حیات نے بس عینہ کے لیے شاپنگ کی تھی، جبکہ اس کی ساری شوپنگ خود کرتا رہا تھا۔ اس نے زویا اور رافع کے نکاح کے لیے توجوڑے لیے، مگر جس

اصل مقصد کے لئے انہوں نے شاپنگ کرنی تھی، بس وہ نہ ہو،

ان کے ولیمہ دو دن بعد تھا، سب کو انوائٹ کیا جا چکا تھا، سب تیاری تھی سوائے دلہن کے

ڈریس کے، حیات کو لگا شاید وہ بھول گیا ہو، کہ اس کا دھیان سوائے ولیمے کے

کپڑوں کے باقی کی چیزوں کو خریدنے میں تھا۔

وقت نہیں تھا کہ وہ دوبارہ آتے، تو حیات نے بلا آخر اس کو یاد دلانے کا سوچا کہ بعد میں مسئلہ نہ ہو

جائے۔

"یاور" پہلی دفعہ اس کے منہ سے اپنا نام اس طرح پکارنے پر اس کے دل کی دھڑکن رکی تھی، وہ

جواگے جا رہا تھا، بے ساختہ پیچھے مڑا اور مسمرائز سا اسے دیکھا، جواب شاید مزید بات کرنے کو الفاظ

ڈھونڈ رہی تھی کہ پہلے کبھی وہ خود سے مخاطب نہ ہوئی تھی۔

"ہم نے، مطلب آپ نے ولیمہ کے جوڑے کا بھی کہا تھا کہ آج لینا ہے، عہ بلا آخر بول گی مگر یا اور کادل اب 120 کی رفتار سے دھڑک رہا تھا، اس نے خود کو سنبھالا۔

"میں نے آرڈر دے دیا تھا، آپ کے مطابق جوڑا نہ ملتا اس لیے بنوانا پڑا پھر عینہ کو آپ کے ساتھ میچنگ بھی تو کرنی ہے۔ ہم تینوں کے ڈریسز تیار ہیں نیچے والے فلور پر چیک کرنے چلتے ہیں کوئی کمی بیشی ہوئی تو انہیں بتادیں گے، کل تک ڈریسز آجائیں گے"

اس نے اسے تفصیل بتائی تھی کہ وہ اس کے معاملے میں ذرا بھی کوتاہی نہیں کر سکتا۔

جبکہ وہ اس کے اتنا سوچنے پر حیران تھی۔ پھر وہ لوگ نیچے چل دیئے یاور نے عینہ کو اٹھایا ہوا تھا چونکہ وہ تھک گئی تھی۔ مگر اس سارے وقت میں حیات کو لگا تھا کہ جیسے کوئی ان پر مسلسل نظر رکھے ہوئے ہے۔

وہ مطلوبہ جگہ آئے تو حیات سٹل ہوئی تھی، کیونکہ اسے سامنے لگے لباس کو دیکھنے کا

کہا گیا تھا جو یاور نے اس کے لیے بنوایا تھا وہ ڈارک ریڈ، میرون اور زیادہ تر آف وائٹ

اور گولڈن کلر کام کا گھیر دار گاؤن تھا وہ جس ڈمی پہ ڈسپلے کیا گیا تھا اس کے سر پر ڈارک ریڈ اور

میرون کر کمرہ مینیشن میں گولڈن لائننگ کے ساتھ مکمل حجاب اور مقاب سیٹ تھا۔

یاور نے اس کی پسند نہ پوچھی تھی مگر جو بھی لیا تھا وہ لاجواب تھا۔

اور اسے کلر کوہ مینیشن میں عینہ کا باربی فرائک تھا جسے دیکھ وہ بہت خوشی تھی۔ اور خوشی سے اچھل اچھل کر اسے ہر اینگل ڈے دیکھ رہی تھی۔

یاور جو بظاہر تو آف وائٹ پیٹ کے ساتھ وائٹ ہی شرٹ مگر میرون کوٹ جس میں انتہائی نفیس سا گولڈن برویج لگا تھا اپنا ڈریس دیکھ رہا تھا مگر تمام تر توجہ حیات کی طرف تھی جو مبہوس سی اپنے ڈریس کو دیکھ رہی تھی، وہ شخص کیسے کے بتانے سے پہلے ہی اس کی ذات سے منسلک ہر چیز کا خیال رکھتا تھا وہ سوچنے پر مجبور ہوئی، وہ واقعی اس کے لیے خاص تھی، اس کے دل نے قبول کیا تھا، جب پلٹی تو یاور کو دیکھا وہ بھی اسی کو دیکھ رہا تھا،

آنکھوں سے آنکھیں چار ہوئیں تھیں مگر وہ زیادہ دیر ان آنکھوں میں نہ دیکھ سکی، کہ اس کا دل مانو اب پسلیوں سے سرپٹکنے لگا تھا۔ وہ دل کی حالت کو دیکھتے خود کو پر سکون کرنے لگی، جب وہ وہی چلا آیا، کوئی چینجز کرانے ہیں تو بتادیں۔

"نہیں پرفیکٹ ہے"

بے ساختہ الفاظ ادا ہوئے تھے۔ اور یاور ولی کے لیے بس یہی کافی تھا وہ خوش تھا۔ حیات کا بدلہ

رویہ اسے پر سکون کر گیا تھا۔

گارڈان کے ہمراہ ہی تھے۔

وہ اب ایک فائیو سٹار ہوٹل میں ڈنر کے لیے ر کے تھے۔ جب حیات کا واشر روم فریش ہو کے آنے کا کہہ کر اٹھی کہ سارا دن نقاب کے ساتھ گزرا تھا اسے منہ دھونا تھا۔ اس نے واشر رومز کا رخ کیا یا ورجاہ کے بھی نہ جاسکا کہ عینہ تھک کر اس کی گود میں ہی سو گئی تھی۔ وہ وہی بیٹھا رہا۔

"جی جناب صبح سے ان کا پیچھا کر رہے اب جا کر موقع ملا ہے اس کی بیوی اکیلی باتھ رومز کی طرف گئی ہے یا ورولی اور گارڈز باہر ہیں،"

"جی میں پوری کوشش کرتا ہوں وہ آج ہی آپ کی طرف اٹھا کر لاتا ہوں کہ پھر شاید یہ موقع نہ ملے وہ سیکورٹی میں ہوتی ہمیشہ"

وہ جلدی سے فون بند کرتا اپنے ساتھ کو واشر روم کے باہر نظر رکھنے کا کہتا خود اندر داخل ہوا وہ دونوں لیڈیز گاؤن میں تھے اس لیے سیکورٹی کی نظروں سے بچے ہوئے تھے۔

وہ اندر داخل ہوا تو حیات جو منہ دھور ہی تھی، کسی عورت کا انا پہلے اگنور کر گئی مگر چھٹی حس کے کچھ غلط ہونے کا الارم دینے پر چوکس ہوتی فوراً اس کی طرف دیکھا، وہ جو کوئی بھی تھی اسے دیکھ رہی تھی اور اپنے پرس میں ہاتھ ڈال کچھ پکڑے اب اس کی طرف قدم بڑھا رہی تھی،

مگر نہیں وہ قدم رہا تھا اس کے چلنے اور جسامت سے وہ کوئی عورت تو نہ لگتی تھی، وہ کوئی مرد تھا، حیات الرٹ ہوئی وہاں سے جا نہیں سکتی تھی کہ وہ سامنے سے ہی آ رہا تھا۔

وہ حیات تک پہنچ پاتا اس سے پہلے ہی دروازہ پھر ڈے کھلا اب نوار د کو دیکھ دوسرے شخص کا سانس

خشک ہوا تھا اس نے فوراً گن نکال کر حیات کو گرفت میں لینے کے لئے بڑھا کہ اب یہی

واحد راستہ تھا بچنے کا اس سے پہلے ہی یا اور ایک جست میں پہنچتا اس سے گن چھین کر اس کے

دونوں پاؤں پر فائر کر دیا وہ وہی تڑپنے لگا اس سے پہلے پہلا شخص سنبھل کر کوئی کاروائی کرتا اس کا

بھی یہی حال ہوا تھا۔ جب وہ غصہ ضبط کرتے چہرے کے ساتھ حیات کی طرف پلٹا، جو شاید اس

تمام واقعے سے شاید نکل نہ پار ہی تھی، اور اسے دیکھے جا رہی تھی

"حیات آپ ٹھیک تو۔۔۔۔۔" اس کے الفاظ منہ میں رہ گئے جب وہ اس کے سینے سے

آ لگی تھی۔

اور یاور نے اس کے گرد اپنا مضبوط حصار بناتے اسے اپنی موجودگی کا احساس دلایا تھا۔

اپنے سر پر یاور کے بوسے کو محسوس کرتی اس سے الگ ہوئی تھی، اور اس کی جانب دیکھا جو ابھی

بھی مضطرب سا اسے ہی دیکھ رہا تھا اس کے سر اٹھانے کے باوجود بھی یاور نے اسے خود سے الگ نہ

کیا تھا، جیسے وہ اب کوئی اور لا پرواہی نہیں کرنے والا تھا۔

یاور نے اسے اپنے حصار میں لے کر اپنی پیٹھ کر، حیات کو ان لوگوں کی نظروں تک سے اوجھل کر رکھا تھا، اس کے گارڈز بھی آچکے تھے جو ان دونوں کو گھسیٹ کر لے جا رہے تھے۔

"میں ٹھیک ہوں" حیات اپنا نقاب درست کرتی بولی پھر یقیناً چونک کر یاور کو دیکھا۔

"عینہ کہاں ہے" وہ بوکھلائی سی بولی۔

"عینہ کے پاس ایک ویٹرس اور گارڈز موجود ہیں ڈونٹ وری"

کہتے ساتھ وہ دوبارہ اس کے ماتھے پر بوسہ دے گیا تھا۔ حیات بس اسے دیکھ کر رہ گئی شاید وہ اس کے لیے زیادہ ہی فکر مند ہو گیا تھا۔

"چلیں" وہ اس کا ہاتھ تھامے اسے باہر لے آیا۔

حیات فوراً عینہ کی طرف لپکی تھی اور اسے اٹھالیا ویٹرس کی گود سے جو ابھی تک سو رہی تھی۔ جبکہ یاور ہوٹل انتظامیہ سے سختی سے باز پرس کر رہا تھا۔

"مطلب کیا ہے آپ کا، اگر میں اپنی وائف کو دیکھنے نہ جاتا تو اندازہ ہے وہ لوگ شاید اسے لے بھی

جا چکے ہوتے، آپ کی سیکیورٹی کہاں ہیں، کوئی بھی آرام سے یہاں کاروائی کر سکتا ہے۔ وہ کچھ

بولنے کے قابل ہی نہ رہے۔

"ان لوگوں کے بارے میں ساری معلومات میرے گھر پہنچنے تک مجھے مل جانی چاہیے، ان کا مقصد

بھی بتانا، وہ آخری تنبیہ کرتا پولیس اور گارڈز کو کہتا حیات کی طرف پلٹا۔

عینہ کو اس سے لے کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھا۔

گھر پہنچتے ہی وہ عینہ کو اس کے روم میں لیٹا تا اسٹڈی میں چلا گیا۔

حیات نے اس کو آرام دہ کپڑے چینج کروا دیے۔ خود بھی چینج کر سادہ سے نیلے رنگ کے جوڑے

میں بالوں کا جوڑا بنائے وہ عینہ کے بیڈ پر بائیں جانب ہی اس کے پاس کمر بیڈ کراؤن

سے لگا کر بیٹھ گئی۔ لاشعور یاور کو دیکھنا چاہتا تھا، ان کے درمیان جو مقدس رشتہ تھا وہ

خود ہی ان کے درمیان حجت پیدا کر رہا تھا۔

کچھ دیر بعد یاور بھی وہی آگیا، حیات کو ایک نظر دیکھ وہ عینہ کے پاس دوسری طرف کمر بیڈ کراؤن

سے لگا کر بیٹھ گیا۔ جھک کے عینہ کے ماتھے پر لب رکھے تھے۔ پھر سیدھا ہو کر حیات کی طرف

دیکھا۔

"آپ سوئے نہیں" اس کی نظر کو خود پہ محسوس کرتی وہ کندھوں پر خام خاہ دوپٹہ

ٹھیک کرتی مصروف انداز میں بولی۔

"آپ اپنے روم سے زیادہ یہاں کمر ٹیبل ہیں سوچا میں بھی عینہ کے روم میں شفٹ ہو جاؤں کیا کہتی ہیں،"

وہ مبہم مسکراتا ہوا بولا۔

"آپ کی مرضی جہاں بھی رہیں" وہ بال کان کے پیچھے اڑستی عام انداز میں بولی۔
"مہم۔۔۔ لیکن شرط یہ ہے کہ آپ آس پاس ہوں۔"

وہ گھمبیر لہجے میں بولتا اس کی طرف ہاتھ بڑھا گیا، بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے ان کے درمیان چند انچ کا فاصلہ یاور نے ختم کیا تھا، جب حیات کے بالوں سے کیچر نکال اس کا جوڑا کھول دیا اور کھلی آبخار حیات کے کندھوں پر آگری تھی۔

حیات سانس روک گئی تھی اس کی پیش قدمی پر،

جب یاور اس کے بال سہلاتا اس کی گردن پر ہاتھ رکھ انکھوٹے سے اس کا کان کے پاس تل سہلاتا اس کا چہرہ اپنے مزید نزدیک کر گیا۔

"سانس لے لیں حیات" وہ اس کی کنپٹی پر لب رکھتا، پیچھے ہوتا بولا۔

جب حیات نے سرخ چہرے کے ساتھ اپنا سانس بحال کیا۔

میں بہت ڈر گیا تھا آج، مگر پھر آپ کی طرف سے کیے گئے کارنامے پر کافی حوصلہ ہو گیا، کہ آپ اپنی کافی حد تک حفاظت کرنا جانتی ہیں وہ مسکرا کر بولا، مقصد اس کو ابھی یاور سے ہوئی بے اختیاری کے اثر سے نکالنا تھا۔

حیات بھی مسکرا دی۔ جس پر یاور پر سکون ہوا۔

"کچھ پتا چلا وہ لوگ کیا چاہتے تھے" حیات نے پوچھا تو یاور نے اپنا فون اٹھا کر اسے ایک وائس نوٹ سنوایا جو تھوڑی دیر پہلے آیا تھا۔

"سر وہ لوگ اکرام کے گینگ سے تھے، میم کو کڈنیپ کرنے آئے تھے تاکہ تعاون میں اکرام کو آزاد کروا سکیں،"

وائس نوٹ سن حیات کا چہرہ ہر تاثر سے عاری تھے۔

"کوئی اور پریشانی ہے حیات؟"

یاور کو اس کاری ایکشن سمجھ نہ آیا تو پوچھا۔

"آپ مجھے خود سے بھی بتا سکتے تھے یہ سنوانا ضروری نہیں تھا، مجھے بھروسہ ہے آپ پر"

آخری جملہ اس نے سر جھکا کر کہا تھا، جو یاور کو حیرتوں اور خوشی کے سمندر میں پھینک آیا۔ کہ وہ بس اتنا بول سکا۔

"شکریہ، میں کبھی یہ مان ٹوٹنے بھی نہیں دوں گا انشاء اللہ۔" وہ اسے دیکھتا پر مسرت انداز میں بولا

اور اس کا ہاتھ تھامنے کو ہاتھ بڑھایا پر ایک مرتبہ پھر اپنی بے اختیاری پر غصہ آیا۔ وہ اپنا ہاتھ پیچھے کرتا جو عین حیات کے ہاتھ کے ساتھ تھا،

حیات نے مسکراہٹ ضبط کرتے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں رکھ دیا وہ اب اسے سمجھنے لگی تھی۔

اور یہ یاور کے لیے دوسرا جھٹکا تھا، فائنلی ان کے درمیان سب ٹھیک ہونے لگا تھا، اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔

وہ مسکراتا اسی ہاتھ کو پکڑتا اسے صحیح لگا گیا اور خود بھی عینہ کے دوسری طرف صحیح سے لیٹ گیا اس کا ہاتھ ہنوز پکڑ رکھا تھا۔

"سو جائیں حیات صبح بہت کام ہیں رافع اور ذویا کی طرف انہوں نے پہلے آنے کا کہا ہے" وہ اسی ہاتھ کو اپنے لبوں سے لگاتا بول گیا۔

وہ دونوں عینہ کے اطراف میں ہی سو گئے۔

صبح اٹھتے ہی عینہ نے اپنی دونوں طرف ماما بابا کو دیکھا تو پھولے نہ سمائی۔

"والدین کی زندگی بچوں پر بہت متاثر ہوتی ہے وہ جوان میں دیکھتے وہی سیکھتے اسی طرح والدین کی

طرف سے دی گئی توجہ بھی ان پر بہت مثبت اثرات مرتب کرتی ہے۔ جو والدین بچوں کو توجہ

نہیں دیتے ان کے بچے کی کمپلیکسز کا شکار ہو جاتے ہیں مگر توجہ تربیت ان کو بہترین انسان بنا سکتی ہے"

وہ وہی بیٹھ کر ان کو سوتا دیکھنے لگی، یہ صبح اس کی آج تک کی سب سے اچھی صبح تھی۔

دونوں کی آنکھیں جیسے ہی کھلی سامنے عینہ کا خوشی سے تمتمتا ہوا چہرہ دیکھا دونوں بے ساختہ مسکرا دیے،

یاور نے بے ساختہ اٹھتے اسے گود میں لیا۔

"میرا پیارا بچہ بہت خوش لگ رہا ہے، کیوں ہمیں بھی تو بتائے"

وہ اس کو چومتا گلے سے لگا گیا۔

"مما بابت دونوں عینہ کے پاس تھے، عینہ کی بھی اب کمپلیٹ

فیملی ہے، اس لیے عینہ بہت خوش ہے"

وہ جس طریقے سے بولی تھی، حیات کو اس پہ بے انتہا پیار آیا جب کے یاور کو بیٹی کی حسرتوں پر چپ لگ گئی۔

"اوہ میری پرنسز ماما، بابا اب ہمیشہ عینہ کے ساتھ رہیں گے اور ہم مل کر خوب فن کریں گے، انشاء اللہ" وہ اسے یاد کی گود سے اتارتی گدی گدی کرتی ہنس کر بولی تو عینہ کی قلقاریوں پر یاد بھی متوجہ ہوا، اور بے ساختہ انشاء اللہ کہا۔

حیات سنجیدہ ہوتے ماحول کو بدلنے میں کامیاب ٹھہری تھی۔
"آپ دونوں یہی بیٹھیں بس دو منٹ"

وہ کہہ کر کمرے سے گی تو باپ بیٹی ایک دوسرے کو دیکھ کندھے اچکا گئے۔ وہ کیا کرنے گی تھی اندازہ نہ تھا۔

واپسی پر اس کے ہاتھ میں یاد اور اپنا ٹوتھ برش تھا، جو اس نے اس کی طرف بڑھایا جسے اس نے تھام لیا مگر نا سمجھی سے حیات کو دیکھا،

"دیکھتے ہیں پہلے برش کر کے فریش کون ہوتا ہے" وہ اپنا برش پکڑے چمک کر بولی اور عینہ کے روم میں موجود باتھ روم میں چلی گی۔ عینہ کا روم بلاشبہ اس کے ٹوائز سے بھرا تھا مگر چھوٹا ہر گز نہ تھا نہ ہی اس سے ملحقہ واٹر روم۔

عینہ کو چیلنج پتا چلا تو وہ پر جوش ہوتی باپ کو جھنجھوڑ گی

"بابا جلدی کریں ہم ہار جائیں گے، مہار کیس ابھی سٹارٹ نہیں کرنا آپ نے" یاور بھی متذبذب ہوتا اس کے پیچھے ہی اٹھا کے بیگم اور بیٹی کی بات ماننا لازم تھا۔

وہ تینوں دیوار گیر شیشے کے آگے کھڑے برش کر رہے تھے، عینہ اسی کے لیے نسب اسٹول پر کھڑی ان کے درمیان کھڑی تھی، اور سب سے زیادہ فاسٹ برش کرتی اپنے فیس واش سے منہ دھوتی اپنی جیت کی خوشی منا رہی تھی۔

"میں جیت گی، اب دونوں بہت سلو ہیں،" وہ ایک ادا سے بولی تھی " وہ دونوں جو اس کے مکمل منہ دھولینے تک کے انتظار میں تھے اپنا چہرہ دھوتے اس کے نخرے ملاحظہ کر رہے تھے۔

"جی نہیں دیکھتے ہیں ناشتہ پہلے میں کمپلیٹ کروں گی، اپ دیکھ لینا،"

"نو مہار میرے فیورٹ باریک فاسٹ بناویں وہ بھی جلدی فنش کر دوں گی" جبکہ یاور سینے پہ بازو باندھے دونوں ماں بیٹی کی نوک جھوک سے لطف اندوز ہو رہا تھا، اور پھر زویا کے گھر جانے تک دونوں نے ہر کام میں کپہ پیٹیشن ہی رکھا تھا۔

یاور زویا پیلس میں حیات کئے ساتھ پہنچا تھا، وجہ حیات کا زویا کی تیاری کے وقت ہونا لازم تھا وہ تھا تو رافع کی طرف سے مگر وہی اس کے آنے کا انتظار کرنے

لگا، جب وہ آیا تو اپنے کچھ خاص جاننے والوں کے ہمراہ تھا یاور نے رحمت شاہ کے ساتھ اس کا

استقبال کیا،

سبھی لوگ چلے گئے تو یاور اور رافع پیچھے تھے۔

"تھوڑا صبر نہ ہو اتم سے بے صبرے انسان میرے ویسے تک"

یاور نے چھیڑا۔

"نہیں میں تمہاری طرح سست نہیں ہوں، تمہیں اندازہ تو ہو گیا ہو گا"

رافع نے گردن اکڑا کر اس کی لاپرواہی پر ایک بار پھر ٹونٹ مارا تھا۔

"ہاں یہ تو میں زویا کی گاڑی کے تین بار ٹائر پنچر ہونے پر دیکھ چکا ہوں"

وہ لب دبا کے بولا، جس پہ رافع نے اسے گھوریوں سے نوازا۔

"کیا۔۔۔ یار کیا کروں دانوا بزادہ رافع سکندر کی کارستانیاں ہضم نہیں ہوئی بس کہ وہ لڑکیوں کی

گاڑی کے ٹائر پنچر کروانا پھر رہا ہے فری لفٹ دینے کے لیے"

اس نے ہاتھ کھڑے کرتے کہا تو اب کی بار رافع بھی ہنس دیا۔

نکاح کی خوبصورت رسم کی گھڑیاں آن پہنچی جس میں زویا سے اسی کے کمرے میں یاور رحمت شاہ

اور حیات اور رابعہ بیگم کی موجودگی میں اقرار سنا گیا۔

قبول کرنے اور سائن کر کے خود کو رافع سکندر کے نام کرتی، اپنے نام کے ساتھ اس کا نام جوڑ چکی تھی۔

مگر یہ وقت زویا شاہ پر بھی بھاری پڑا تھا۔ کہ وہ جتنی مضبوط تھی، رحمت شاہ کے گلے لگتی رو دی، رابعہ بیگم نے بھی رحمت شاہ کے ساتھ نم آنکھوں سے اپنی جان عزیز بیٹی کو پیار اور ڈھیروں دعائیں دی، رحمت شاہ لال آنکھوں سے اس کے ماتھے پر بوسہ دیتے باہر کی طرف بڑھے جہاں رافع سکندر زویا شاہ کو ہمیشہ کے لیے قبول کرنے کو بے چین تھا۔

اخر اس خوبصورت شام کا اختتام ہوا زبردست کھانے کے دور کے بعد دوست احباب رخصت ہوئے اور رافع کو بھی زویا سے ملنے کی اجازت مل گئی۔

۔ وہ سفید رنگ کی شارٹ شرٹ اور غرارے میں سر پر ریڈ وپٹہ لیے ہلکے پھلکے میک اپ اور جیولری میں مقابل کو چاروں شانے چت کر چکی تھی۔ سینے پہ ہاتھ باندھے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ کھڑکی کے پاس وہ اسے اپنے روم میں آتا دیکھ رہی تھی، جو اسے ہی دیکھنے میں محو تھا، اس کے چہرے پر اطمینان تھا۔

جب وہ اس کے پاس آیا اور اسے کندھوں سے تھاما۔

"نکاح مبارک ہو مسز"

"اپ کو بھی مبارک ہو مسٹر" وہ مسکرا کر بولی تو وہ ہنس دیا۔

پھر وہ کتنی ہی دیر اسے دیکھتا رہا۔

"شکریہ میرا ساتھ قبول کرنے کے لیے۔"

"شکریہ کی ضرورت نہیں، میں جانتی ہوں مجھے صرف آپ انورڈ کر سکتے ہیں"

"واقعی ایسا ہی ہے، شکر ہے مجھے اتنی توفیق ملی۔"

"آپ کو پتا ہے نہ میرے سوشل ورک کا اس کے علاوہ بھی کئی پنگے ہیں میرے مجھے سب میں

اب بس سپورٹ کریں گے" وہ دوبارہ یاد دلا رہی تھی۔

"اچھا ایسا ہے کیا، مجھے یاد نہیں" وہ شرارت پہ آمادہ تھا تبھی لب دبائے۔

"زویانے گھور کے اس کے بازو پہ مکا جڑا۔

ہاہا ہا ہا ہا،۔۔۔ رافع کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

"ڈونٹ وری اس سے زیادہ ہی کروں گا،"

وہ اسے حصار میں لیتا اس کے ماتھے سے ماتھا جوڑ کے آنکھیں موند گیا۔

زویا بھی مسکراتی اس کے سینے پر ہاتھ رکھتی آنکھوں کو بند کر گئی۔ کہ محرم کا یہ حصار بہت پر سکون تھا۔

زویا اور رافع کتنی ہی دیریوں ہی سر جوڑے کھڑے رہے جب زویا کی آنکھوں میں شرارت چمکی۔
"مسٹر رافع جلدی ہنسیں اب" رافع اس کے بنا سر پیر کی بات پر سیدھا ہوتا اسے متعجب نظروں سے دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب" وہ شہادت کی انگلی سے اپنا ماتھا کھجاتا اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔
"مجھے میرے ڈمپلز دیکھنے ہیں۔"

اس کی بات سنتے رافع ہنس دیا، ڈمپلز دکھے جن کو زویا نے پورے حق سے چھو دیا تھا۔ مگر رافع اس کے ہاتھ کو اپنے گال سے الگ کرتے ان پہ اپنے لب رکھتا اسے جھینپنے پر مجبور کر گیا۔ زویا کی پلکیں لرز کر جھکی تھی اس کی کاروائی پر۔

"کیا مطلب تھا اس بات کا، کیا اب جب بھی ڈمپلز دیکھنے ہوں گے ایسے ہی بول دیں گی کیا،" وہ استفسار کر رہا تھا۔

"جی ہاں، اسی کو حق ملکیت کہتے ہیں، آپ کی نکاح کی شرط میں نے پوری کی اب یہ ڈمپلز میرے، جب چاہوں دیکھ سکتی ہوں، اور آپ کو دیکھانے ہوں گے"

وہ آنکھیں نچاتے بولی، تو رافع مسکراتا اس کی آنکھوں پر لب رکھ گیا۔

"جو حکم"

"مجھے آپ کو اپنی فیملی کے بارے میں بتانا ہے" وہ اس کی کمر کے گرد حصار بناتے سنجیدگی سے

بولاً۔

"مجھے بھی جاننا ہے" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی بولی۔

NovelHiNovel.Com

"میں نواب زادہ فیملی کا چشم چراغ ہوں، فیملی بزنس سے لے کر سیاست مجھے ورثے میں ملی ہے،

بابا کے انتقال کو پانچ سال ہو چکے، ان کے بعد سب مجھے سنبھالنا پڑا۔

مما حویلی میں ہی ہوتی، وہ سادہ ہیں بہت۔

وہ آرام سے باتوں میں آجاتی ہیں، حویلی میں ہمارے ساتھ چھوٹے چچا کی فیملی بھی رہتی ہے، ان

کے ایک بیٹا اور بیٹی ہیں، سفیان اور مول حیدر، مجھے بچپن سے ہی کہہ دیا گیا تھا کہ وہ میری منگیترا

ہے"

یہ کہتے ساتھ ہی اس نے زویا کی طرف دیکھا تھا، اس کے تاثرات دیکھنے کے لیے، زویا اس وقت رافع کے حصار میں بیٹھی تھی اس کی پیٹھ رافع کے سینے سے لگ رہی تھی، جبکہ رافع اس کے سر پر اپنی تھوڑی ٹکائے، اس کے گھنے بال سہلا رہا تھا۔

دونوں ہی ٹیرس پر بڑے جھولے پردر از آسمان کے ستاروں کو دیکھتے ہوئے محو گفتگو تھے۔ رافع کے کافی دیر نمدید نہ بولنے پر زویا نے کی طرف دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"اگے بھی بتائیں" وہ نارملی بولی تو رافع دوبارہ اسی پوزیشن میں بولنا شروع ہوا،
"تایا کے دونوں بچوں سے میری کبھی نہیں بن سکی، سفیان کو میری پوزیشن سے ہمیشہ مسئلہ رہا، اور مول میرے مزاج سے یکسر مختلف تھی۔"

اور اس کی عادات و اطوار نے مجھے کبھی اس کی طرف بڑھنے نہیں دیا، میں جانتا تھا کہ اگر بڑوں کی بات مان کر اسے زندگی میں شامل کر بھی لیا تو بھی وہ خود کو کبھی نہیں بدلنے والی اسے ماڈرنزم کی بیماری بری طرح لاحق تھی، اور میں اپنی تمام زندگی بے سکون نہیں کر سکتا تھا۔"

"مگر یہ بھی جانتا ہوں، ہماری شادی کو بھی وہ لوگ نہیں ماننے والے کافی سخت ری ایکشن ہو سکتا ہے، مگر میں انہیں ہماری زندگی میں اثر انداز نہیں ہونے دوں گا"

"اب تم بھی کچھ بولو، جانتا ہوں مجھے یہ مسئلہ پہلے بتا دینا چاہیے تھا، مگر میں تم سے کسی صورت دست بردار نہیں ہو سکتا تھا، تم میری مصروف زندگی کا سب سے پر سکون حصہ ہو۔"

"کیا آپ کی فیملی کے لوگ بھی "ہم، ہم" بولتے جیسے نواب فیملیز کوٹی وی میں دیکھا یا جاتا ہے"

وہ بولی بھی تو کیا، اس لڑکی کا ہر انداز نرالا تھا تو سوال کیسے نہ ہوتے وہ ہنس دیا،

وہ جو سوال پوچھتی اس کی طرف دیکھ رہی تھی، پھر سے اس کے گال کو چھوا جس پہ وہ تھوڑا اور قریب ہوا تو زویا مسکراتی اس کے مسکراتے ڈمپل پہ لب رکھ گئی، جس کا جواب اس نے اس کے ماتھے پہ پر شدت بوسے سے دیا۔

"ہاں، سبھی "ہم، ہم" کہتے ہیں"

"تو آپ کیوں نہیں کہتے"

"کیونکہ مجھے اپنے ساتھ اپنے فرشتوں کو بھی گنونا پسند نہیں، میں اکیلا کافی ہوں" کافی روعب

سے جواب دیا گیا۔

اور زویا ہنس دی۔

"ہممم یہ بھی سہی ہے"

"لیکن" وہ اسے دیکھا اب سنجیدہ ہو کر بولی تھی۔

"لیکن کیا"، اس کے چہرے کو دیکھ رافع بھی سنجیدہ تھا۔

"مجھے ملنا ہے آپ کی فیملی سے،"

"مگر میں نہیں چاہتا آپ ان کی طرف سے کچھ غلط سنین میں برداشت نہیں کر سکتا، کیونکہ یہ ظاہر ہے وہ آپ کو کبھی قبول نہیں کریں گے"

وہ اب قدرے سنجیدہ تھا۔

"میں ہر قسم کے حالات کا سامنا کر سکتی ہوں، بس آپ ہمارا نکاح اناؤنس کر دیں، اور ویسے کا بھی بتادیں"

"بٹ وہ رخصتی میں مداخلت کر سکتے جو میں نہیں چاہتا بعد میں بتادوں گا۔"

"کچھ نہیں ہوگا، بابا نے مجھے آپ کے حوالے کر دیا ہے،

نہ کیا ہوتا تو آپ ابھی یہاں نہ بیٹھے ہوتے۔ ہم ساتھ چلیں گے اور بس ولیمہ کے لیے انوائٹ کر

لیں گے۔ اور یاور، حیات کے ولیمہ کے بعد اپنا نکاح اناؤنس کر دیں گے۔" میرے بچوں کے ساتھ

مطلب این جی او کے بچوں کے ساتھ زبردست ساڈنر رکھیں گے تبھی آپ کے ساتھ آفیشل

رخصتی بھی کر لوں گی۔"

وہ تو جیسے ہر چیز سوچے بیٹھی تھی۔

وہ اٹھتی اسے اٹھاتی بولی۔

"کیا مطلب ابھی مزید رکنا ہے مجھے تمہارے پاس"

"آپ بات کرنے کے لیے رکے تھے، مزید نہیں رک سکتے مت بھولیے ابھی رخصتی نہیں ہوئی"

وہ کمر پہ ایک ہاتھ رکھتی دوسرے کے ناخنوں پر پھونک مارتی بولی۔

"یہ بھی سہی ہے" وہ سینے پہ ہاتھ باندھتا بولا تو دونوں ہنس دیے۔

"اوکے خدا حافظ، اور مجھے سمجھنے اور مجھ پر بھروسہ کرنے کے لیے شکریہ"

"محبت کی پہلی سیڑھی بھروسہ ہی ہوتا ہے" وہ بولی تو،

اگے ہوتا اس کے ماتھے پہ مان بھر اوسہ دیتا وہ اگے بڑھ گیا۔

"کیا مطلب انہوں نے نکاح کر لیا ہے تم کہاں مرگئے تھے، ہمیں پہلے اطلاع دیتے تو ہم

کچھ کر بھی دیتے۔"

اگے سے شاید معذرت کی گئی تھی۔

"جہنم میں بھیجیں گے ہم تمہیں جلدی اس لڑکی کے بارے میں ساری معلومات ہمیں دو گھنٹے

میں چاہئیں"

وہ غصے سے فون کان سے ہٹا کر صوفے پر پٹخ گئے۔

"اب کیا فائدہ بابا حضور، وہ نکاح کر چکے، اور آپ کو کیوں لگتا ہے وہ آپ کو کچھ کرنے دیں گے۔"

"نواب زادہ سفیان حیدر شاید آپ اپنے والد سے واقف نہیں، ہم بھی ان کے چچا ہیں، وہ اس طرح اپنے خاندان کے خلاف نہیں جاسکتے، زرا بھابھی حضور کو بھی تو ان کے صاحبزادے کے کارنامے بتائیں، انہوں نے زبان دی تھی ہمیں"

وہ کہتے کمرے سے نکل گئے۔ پیچھے سفیان بالوں میں ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔

"ہن۔۔۔۔۔ محظ سوچ ہے ان کی بھلا آج تک وہ خاندان کو کسی خاطر میں لائے ہیں جو اب

لائیں گے، ان کا بس، بس ہم تک چلتا ہے"

وہ اٹھتا اپنی براؤن شال کندھے پر پٹختا باہر نکلا، ارادہ شہر میں اپنے اپارٹمنٹ جانے کا تھا، کہ اسے

ہمیشہ وہی سکون ملتا تھا جب بھی وہ رافع کی وجہ سے اپنی پوزیشن کو کم محسوس کرتا یا اس کی وجہ سے

اسے نظر انداز کیا جاتا تو وہ خود کی ذات کے ساتھ نا انصافی پر زخمی دل کو لیے وہی چلا جاتا،

تبھی اس کی رافع سے کبھی بن نہ سکی کہ وہ خود بھی بے نیاز تھا، اسے خاندان سے دور رہنا زیادہ

پسند تھا، وجہ اس کی بہن کا اس گھر میں موجود ہونا تھا، وہ جانتا تھا رافع اس سے چڑتا ہے، خیر اسے

بھی ان معاملات سے کوئی سروکار نہیں تھا۔

وہ کسی صورت بھی رافع سے کم نہ تھا، بس رافع کی طرح اس کی آنکھوں کا رنگ براؤن نہیں تھا، بلکہ کرسٹل بلیو تھا۔

وہ کلف لگے سفید کاٹن سوٹ میں ملبوس اپنی 4/4 میں شہر کی طرف جا رہا تھا جب اسے راستے میں اچانک کسی لڑکی کی وجہ سے بریک لگانا پڑی جو پتا نہیں اچانک کہاں سے ٹپک پڑی تھی۔ وہ بد مزہ ہوتا باہر نکلا۔

"کیا آپ پاگل ہیں، ہماری گاڑی کے آگے ہی آ کے مرنا تھا کیا۔"

"ہاں، کیا کہا پاگل، آنکھوں کے ساتھ دماغ کا بھی علاج کروائیں"

وہ جو ابھی اچانک گاڑی کے سامنے آنے پہ سنبھلی تھی، مقابل کے پاگل کہنے پر فوراً ہی بھڑکی۔

"ہمارا دماغ خراب نہ کریں اور اب راستے سے ہٹیں" وہ بے زار ہوتا دوبارہ گاڑی کی طرف مڑا۔

"بات سنیں اپنی چادر دیتے جائیں پلیز، پیسے لے لیں اس کے بدلے"

اچانک لڑکی کی پیچھے سے آتے عجیب فرمائش پر اسے اچکاتے پلٹا۔

وہ جو مضطرب سی اسے دیکھ رہی تھی، اس کے جواب کا انتظار کرنے لگی۔

سفیان نے دیکھا وہ سر پر دوپٹہ مضبوطی سے تھامے ہوئے تھی، اور ابھی تک ہانپ رہی تھی۔

"ہم اپنی شال آپ کو کیوں دینے لگے بھلا"

"کیونکہ آپ سے زیادہ مجھے ضرورت ہے اس وقت"

"تو گھر سے لاتی ناں" وہ ہاتھ باندھے باقاعدہ اس پر اعتماد لڑکی سے باز پرس کر رہا تھا جو کافی عجیب

تھی۔

"گھر سے لائی تھی، مگر ایک لڑکی کو دے دی، اسے ضرورت تھی، اس کے پیچھے کوئی گندے لوگ

لگے تھے پھر میرے پیچھے لگ گئے"

وہ شروع میں سردا بھرتی آخر میں رو تو سامنے بنا کے بولی۔

"ہم سہی سمجھے تھے آپ واقعی پاگل ہیں، مگر ہم نہیں" وہ کہتے پھر گاڑی کا دروازہ کھولنے لگا۔

"کیسے مسلمان ہیں آپ ایک مسلمان لڑکی کو چادر تک نہیں دے سکتے گناہ ہو گا آپ کو۔" وہ تنگ

کر بولی تھی۔

جس پر مقابل دانت پیستے پلٹا اور اس کے قریب آنے تک اپنی چادر اتار اسے مکمل اڑھا دی۔

جب کے وہ چہرے پر اطمینان لیتی اسی کو مسکراتے دیکھنے لگی۔

اس کی مسکراہٹ بہت معصوم تھی، سفیان کے دل نے اعتراف کیا۔

"اسندہ اس پاگل مسلمان لڑکی کو ہر چیز سے زیادہ اپنی چادر کی حفاظت کرنی چاہیے"

"ام، ہم آئندہ میں ایکسٹر اچادر ساتھ رکھوں گی"

کہ وہ حیران ہوتا سے دیکھتا رہ گیا، یعنی وہ موقع ملتے دوبارہ خطرے میں جانے کی بات کر رہی تھی۔
وہ ابھی کچھ اور کہتا کہ تین افراد کا اس کی طرف آتے دیکھا۔

"اوائے لڑکی کو ہمارے حوالے کر" مٹی کی ان کی طرف پیٹھ تھی، جب سفیان
نے اس کی طرف دیکھا تو اس کا سفید پڑتا چہرہ دیکھا، وہ خوف زدہ ہوتی اسی کو
دیکھنے لگی، پیچھے مڑنے کی ہمت ابھی بھی نہ ہوئی۔

"کیوں، کیا لگتی ہے تمہاری"

"دماغ خراب نہ کرو نہ ہمارے کام میں اس کی طرح ٹانگ اڑانے پر تو بھی پھسے گا، ہماری مشکل
سے ہاتھ آئی لڑکی کو اس نے بھگا دیا، اب اسی کو ساتھ لے جائیں گے"

"میں نہ جانے دوں تو"

"زیادہ ہیر و گری نہ کر، لڑکی کو حوالے کر" کہہ کر وہ اس کی طرف بڑھے،

سفیان نے اسے بازو سے پکڑ کر اپنے پیچھے کیا، اور جیب سے گن نکال کر ان کے پیروں میں دو فائر
کیے۔

ان فائر سے جہاں وہ لوگ رک کر پیچھے ہوئے تھے۔ وہ مزید اسکے بازو میں منہ دے گی۔
- سفیان نے لب بھینچے تھے۔

"چار گولیاں اور بھی رہتی ہیں آگے تمہاری مرضی"

"دیکھ لیں گے تجھے بھی" وہ دانت پیستے وہاں سے چلے گئے مقابلے کا فائدہ نہ تھا نہ ان کے پاس اسلحہ تھا، اور وہ مزید روڈ پر کھڑے ہو کر پھنس سکتے تھے۔

"اسنے سراس کی طرف موڑا، جو ابھی بھی اس کا بازو دبوچے انکھیں میچے ہوئی تھی۔
"دور ہوں ہم سے وہ چلے گئے" اس نے نارمل انداز سے کہا۔

"امید ہے آئندہ اس قسم کی خدمت خلق نہیں کریں گی، کیونکہ ہر دفع ضروری نہیں بچ بھی
جائیں"

"شکریہ، میری توبہ آئندہ جو کبھی راہ چلتی لڑکی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا، مگر جو خود سے مدد
کے لیے کہہ دے، میں منع نہیں کر پاتی"

اس نے جیسے اپنا کوئی بڑا مسئلہ بتایا تھا۔

"اور بابا اور آپ نے بھی ہمیشہ دوسروں کی مدد کرنے کا کہا ہے نہ"

"آپ ذرا اپنا کارنامہ انہیں سنائیے گا، دیکھئے گا ان کو بھی ایسے زہر لگیں گی آپ جیسے اس وقت ہمیں لگ رہی ہیں"

وہ خلاف توقع اس بے وقوف لڑکی سے بحث کر رہا کہ شاید اسے عقل آجائے لیکن یہ ناممکن تھا۔

"خیر ایسا کونڈا سے کم آپ بھی نہیں لگ رہے مٹی کو، ہیلپ نہ کی ہوتی تو تو مٹی آپ سے بات بھی نہ کرتی ڈانٹ سنا تو دور کی بات ہے"

شاید اسے اس کا ڈانٹنا پسند نہیں آ رہا تھا۔

اپنے پیسے لے لے ہم سے چادر کے وہ کہتی اپنا لٹکتا پرس کنگھانے لگی۔

اس نے دیکھا تھا وہ مخمل سی گڑیا کی طرح معصوم مگر شرارتی اور خوبصورت لڑکی کیسے خود کو اس کی

چادر میں چھپائے ہوئے تھی بلکہ اب چہرے کا ادھاحصہ بھی چھپا رکھا تھا، سڑک پر اک دکا گاڑی

آتی تھی۔

اسنے پیسے نکالے تو سفیان اکتایا۔

"رہنے دیں، چلیں آپ کو آپ کے گھر کی طرف چھوڑ دیں، اس سے پہلے دوبارہ کسے مصیبت کو

گلے لگائیں آپ"

وہ طنز کرنے سے باز نہ آیا تھا۔

اس نے بھی پیسے رکھ لیے اندازہ ہو گیا تھا کوئی ضدی امیر زادہ ہے پیسے نہ لے گا ویسے بھی وہ نہ دے سکتی تھی، اس کی چادر بہت مہنگی لگ رہی تھی، یہاں وہ رک بھی نہ سکتی تھی کیونکہ واقعی وہاں سے کوئی ٹرانسپورٹ نہ ملنا تھا۔

اور وہ صحیح بندہ لگ رہا تھا ابھی تو بچا یا تھا اس نے وہ اللہ کا نام لیتی ساتھ ہو لی۔
وہ اس کے کہنے پر اسے گھر کے ساتھ روڈ پر چھوڑ کر چلا گیا۔

گھر آئی تو امجد صاحب جو اس کے لیٹ ہونے پر باہر پریشان کھڑے تھے۔ فوراً اس کی طرف آئے

"مشی میرا بچہ لیٹ کیوں ہو گیا ہے"

وہ گھر میں داخل ہوئی تو اس کی امی جو پریشان تھی اس کی طرف لپکی مگر دیکھا اس نے کوئی اور چادر پہنی تھی نہ کہ وہ جو گھر سے نکلتے وقت اوڑھی تھی۔

"یہ چادر کس کی ہے"

ان کا پوچھنا تھا کہ وہ سب بتاتی چلی گئی۔

جس کی عقل پر اس کی والدہ تو اس کے سر پر چپت لگا گی، جبکہ امجد صاحب سر پکڑ گئے۔

"ارے بے وقوف لڑکی کچھ ہو جاتا تو، اندازہ بھی ہے تمہیں"

"بابا وہ لڑکی بہت رو رہی تھی، اسے نکالنا ضروری تھا وہاں سے میں نے اس کی حفاظت کی تو اللہ نے

میری حفاظت بھی تو کر دی"

اس کی سادگی پر امجد صاحب مسکرا دیے،

"ٹھیک کیا آپ نے مگر آئندہ ایسا خطرہ مول نہیں لیں گی، وہ تو بھلا ہوا اس انسان کا جسے اللہ نے

وسیلہ بنایا۔"

"کل سے ازان بھی تمہارے ہمراہ انسٹیٹیوٹ جائے گا۔ اوکے"

"اوکے بابا" وہ مسکرا دی۔

"میں تیاری کر لوں کل آپ کا ولیمہ ہے میں ساری تیاری کے ساتھ جاؤں گی، کیونکہ وہاں کافی

امیر لوگ بھی تو ہوں گے"

جس پہ اب کے امجد صاحب نے اس کے سر پہ چپت رسید کی تھی۔

"میری مٹی ایسے بھی بہت پیاری ہے اتنا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں"

ان کا کہنا تھا کہ وہ مسکرا دی۔

"وہ تو ہے"

حیات واپسی پر عینہ کو سلاتی اب خود بھی چہنچ کرنے کی غرض سے اپنے روم میں آئی تھی۔

وہ ڈریسنگ روم سے چہنچ کر کے نکلی تو یاور بھی باتھ روم سے شاہور لے کر نکلا وہ بلیک ٹراؤزر شرٹ

میں بال تو لیے سے رگڑ رہا تھا جب حیات کو دیکھا وہ مٹے مٹے میک آپ کے ساتھ سیاہ ڈھیلے

ڈھالے جوڑے میں بال لپیٹ رہی تھی۔

"کھلے رہنے دیں اچھے لگتے ہیں"

اس کی بات پہ چونکتے اس نے واقعی چھوڑ دیے۔

جب یاور ڈریسنگ ٹیبل کے مرر میں اس کے پیچھے جا کھڑا ہوا۔

"آج بہت خوب صورت لگ رہی تھی"، بلکہ ابھی بھی بہت خوب صورت لگ رہی ہیں۔"

وہ گھمبیرتا سے بولا تھا۔

جبکہ وہ سر جھکائے بال کان کے پیچھے اڑنے لگی۔

یاور نے کندھوں سے تھام کر اس کا رخ اپنی طرف کیا، اور اس کی تھوڑی سے پکڑ کر اس کا چہرہ اوپر

کیا۔

"حیات کیا آپ خوش ہیں میرے ساتھ؟" سوال میں اضطراب بھی تھا۔

حیات اس شخص کو کتنی ہی دیر دیکھتی رہی وہ جانتی تھی آج نہیں تو کل اسے اس شخص سے محبت ہو ہی جائے گی کیونکہ وہ تھا ہی اتنا اچھا اس کے ساتھ پہلے امپلائے بن کر پھر اب ایک بہ گھر میں رہ کر اتنا تو وہ اسے جان چکی تھی۔

"میں مطمئن ہوں"

"مطلب خوش نہیں ہیں" وہ پریشان ہوا تھا۔

"اطمینان، خوشی سے زیادہ بہتر ہے کیونکہ خوش ہونا عارضی جذبہ ہے جبکہ اطمینان سکون کا دوسرا نام ہے جو مستقل ہے اور اس کی کوئی چیز متبادل نہیں"

وہ کہہ چکی تو وہ یاور کو بھی اطمینان ہوا۔

"شکر یہ میری زندگی میں آنے کے لیے، مجھے سمجھنے کے لیے"

"میں کبھی بھی آپ کو کوئی شکوہ کرنے کا موقع نہ دوں ہمیشہ یہی کوشش رہے گی۔"

"مجھے کبھی کوئی شکوہ رہا بھی نہیں"

"حیات"

وہ جس انداز میں بولا تھا حیات کا دل دھڑکا تھا۔

اس نے پلکوں کی باڑھٹا کر اس کی طرف دیکھا تو، یہ زندگی کا سب سے مشکل امر لگا وہ فوراً نظریں جھکا گی۔

"کیا آپ اس رشتے کو دل سے قبول کرتی ہیں"

وہ۔ بولا تو وہ کچھ بولنے قابل نہ رہی۔

اس کے جواب کے انتظار میں یاور کی نظر اس کے کان کے پاس تل پر پڑی جو ہمیشہ اسے بری طرح اڑیکٹ کرتا تھا۔

کہ بے ساختہ ہاتھ اس کی طرف بڑھا مگر پھر کچھ سوچ وہ رک گیا اور حیات کی طرف دیکھا۔

جو ہمیشہ کی طرح اس کی نظروں کے ساتھ اس کے ہاتھ کی سمت کا بھی جان گئی تھی تبھی شرمگین مسکراہٹ کے ساتھ اپنا گال اگے بڑھ کر یاور کی ہتھیلی سے جوڑ گی۔

اس کی اس مہربانی پر پہلے تو وہ حیرت کے مارے اسے دیکھتا رہا پھر بے ساختہ اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں لے کر اس کے ماتھے پر عقیدت بھرا بوسہ دیا۔

"تھینک یو حیات، آئی لو یو سوچ"، شکر یہ اس بھروسے کے لئے شکر یہ میری زندگی کو میری ٹوٹی ہوئی فیلمی کو مکمل کرنے کے لیے"

وہ کہتا اس کے ماتھے سے ماتھا جوڑ گیا تھا۔ وہ اس کے خواب کی حقیقت سے زیادہ خوبصورت تعبیر تھی۔

حیات صبح اٹھی تو خود کو یاور کے مضبوط حصار میں پایا۔ جس کی آنکھیں ابھی بند تھی۔ اس کا ہاتھ اٹھانا چاہتا تو معلوم ہوا جناب جاگ رہے ہیں اور فلحال ان کا تنگ کرنے کا موڈ ہے۔

"یاور پلیز۔۔۔"

وہ بال کان کے پیچھے اڑتی منمنائی تو یاور کا قہقہہ فضا میں گونجا۔

"جی مسز یاور کہیں" وہ اب باقاعدہ دوسرا ہاتھ سر کے نیچے رکھ اونچا ہو کے اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"عینہ اٹھنے والی ہوگی، اس کے پاس جانا ہے" وہ ابھی بھی نظریں جھکائے بات کر رہی تھی۔

"او کے جیسا آپ کہیں" وہ جھکتا اس کی آنکھوں کے بعد ماتھے پر عقیدت بھرا بوسہ دیتا اٹھ گیا۔

تینوں ڈاننگ ٹیبل پر حیات کے بنے پراٹھوں سے بھرپور انصاف کر رہے تھے، اور عینہ کی اکسائٹمنٹ کی کوئی حد نہ تھی۔ کیونکہ انجدر اصل ان کی شادی کا پہلا یاور اور حیات کا آفیشل فنکشن

تھا۔

وہ اپنی تیاریاں گنوار ہی تھی۔ کہ اچانک اپنی جگہ سے اچھلتی اینٹرنیس ڈور کی طرف بھاگی۔ دونوں نے اس کی پھرتیوں پر حیرانی سے اس کی جانب دیکھا تو سمجھ آیا۔ عینہ کی آنی مشی آئی ہوئی ہیں۔

یاور اور حیات مسکراتے دونوں جھلی آنی بھانجی کو دیکھ رہے تھے جو چیختے ہوئے مل تو ایسے رہی تھی جیسے کب کی بچھڑی ہوں۔

مشی عینہ کو چٹاچٹ چومتی اسے گود میں اٹھائے ان کی طرف بڑھی۔

"السلام علیکم یاور بھائی، آپی!"

"وعلیکم السلام، گڑیا!"

یاور نے مسکراتے اس کے سر پہ ہاتھ رکھا تھا، جبکہ حیات نے گلے لگاتے اس کا ماتھا چوما تھا۔

ابھی وہ اس سے کچھ پوچھتی کہ دروازے سے ازان کی دہائیاں سنتی وہ ہنس دی۔

"مشی آپی تھوڑا تو سامان اٹھا لیتی، سارا مجھے پکڑا کر آگے۔ اندر بوریاں ڈالی ہیں کیا میرا ہاتھ درد کر

رہا"

اس کے احتجاج پر یاور نے دو ملازموں کو اس سے سامان لینے بھیجا، جسے اس نے فوراً نہیں تھما دیا اور

ہاتھ جھاڑان کی طرف بڑھا۔

یاور سے مسافے کے بعد وہ بھی حیات کو بچوں کی طرح گلے لگا، جس نے اس کے ماتھے پر بوسہ

دے کر ساتھ میں ایک چپت بھی رسید کی،

"تم زیادہ ڈرامے باز نہیں ہو گئے۔"

"یہ ٹیلنٹ ہے آپ نہیں سمجھی گی وہ ڈھٹائی سے ہنستا گویا ہوا، اور عینہ کو گود میں اٹھالیا۔

"میری پرسنز نے ماموں کو یاد کیا"

"جی ماموں بہت یاد کیا" اس نے بہت کو بہت کھینچ کر کہا۔

"کتنا؟"

"اتنا....." وہ ہاتھوں کو کھول کے بتانے لگی

"بس اتنا"

"نہیں اتنا....." وہ ننھے ہاتھ جتنا کھول سکتی تھی اتنا کھول گی۔

"بس اتنا....." میں نے تو اس سے بھی زیادہ مس کیا، ہتا ہے، ایک ہاتھ سے اسے پکڑے وہ سیکنڈ

ایئر کاسٹوڈنٹ جو یاور کے کان تک تھا دوسرے ہاتھ کو پھیلا کر بولا

"اتنا.....، بتاؤ آپ نے زیادہ کیا میں نے" وہ اسے تنگ کرتے بولا۔

"اذان ماموں چلا کی نہ ماریں۔۔۔ میرے بازو چھوٹے ہیں اور آپ کے بڑے"

وہ سینے پہ ہاتھ باندھے، منہ چڑا کے بولی "تو اس کی بات پر سب کا تہقہہ گونجا، وہ اس کی شرارت پکڑ گی تھی۔"

"میری بھانجی آپنی آنی کی طرح بہت سمجھدار ہے، اسے بے وقوف نہیں بنا سکتے" وہ عینہ کو اس سے لیتی اپنی تعریف کرتی عینہ کے روم کی طرف چل دی۔

باقی سب مسکراتے وہی بیٹھ گئے۔

"یاور بھائی کوئی کام ہو تو بتائیے گا" اذان اس کو دیکھتا بولا۔

"نہیں جناب سب اریجمنٹس ہو چکے بس آپ ادھر ہی رکئیے گا، شاید حیات کو کوئی کام پڑے،

باقی عینہ کو اس کی مشی آنی سنبھال لے گی۔"

تیاریاں مکمل ہوئی شام کا وقت ہو اویسے کی ساری ڈیکوریشن یاور کے گھر کے وسیع و عریض گاڈن

میں ہوئی تھی۔

زویا اور رافع بھی پہنچ گئے۔

"زویا کو گاڑی سے اترنے میں مدد کرتے وہ بس اسی کو دیکھے جارہا تھا۔"

"مسز رافع آج تو آپ ہمارے لیے آزمائش بنی ہوئی ہیں، ہائے بڑا مشکل ہو رہا اس دل کو

سنجھالنا"

وہ دل تھام کے بولا تو زویا ہنس دی اور اس کا ہاتھ پکڑتے اندر داخل ہوئی۔

زویا تو بلیک میکسی میں ملبوس میٹل جیولری پہنے ہوئے تھی۔ جبکہ رافع کاٹن کے شلوار قمیض میں بلیک ہی چادر کندھوں پر ڈالی ہوئے تھا۔ دونوں ایک ساتھ اتنے مکمل لگ رہے تھے کہ ان کو دیکھتے

یاور کے منہ سے بے ساختہ ماشاء اللہ نکلا۔

دعا سلام کے بعد زویا تو حیات کے کمرے کی طرف بڑھ گئی جبکہ رافع یاور کے ساتھ میزبانی کے فرائض سنبھالے کھڑا ہو گیا۔

"آج لگ رہے تم واقعی دلہے"

"دلہے تو خیر تم بھی ہو، ذرا ہوش سے کام لو لوگ اس رافع سکندر کو نہیں جانتے کہیں تمہاری بے

قراریاں دیکھ بے ہوش ہی نہ ہو جائے۔"

"کیوں ایسا بھی کیا کر دیا میں نے"

"جس طرح زویا سے ٹھکرک جھاڑ رہے تھے، میرے علاوہ بھی کئی لوگوں نے دیکھا ہے۔ ابھی تم

نے نکاح اناؤنس نہیں کیا میرے یار"

یاور نے مسکراہٹ دباتے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔ اور رافع نجل سا ہوتا سر میں ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔

ذو یا جیسے ہی اندر داخل ہوئی مہوس ہی رہ گئی۔

"ماشاء اللہ حیات تم تو کوئی آسمان سے اتری حور لگ رہی ہو یار۔"

اپنے ریڈ، میرون شیڈز کے گولڈن کام والے آف وائٹ گاؤن میں سر پر حجاب لیے سمو کی میک آپ کے ساتھ وہ نظر لگ جانے کی حد تک خوبصورت لگ رہی تھی۔
نقاب ابھی سیٹ نہیں کیا تھا، اس کی بات پر مسکرا دی۔

وہ اس سے گلے ملی اور ہمیشہ خوش رہنے کی دعا دیتی اسے بغور دیکھنے لگی۔

"حیات تم خوش تو ہونہ؟"

نہ جانے وہ کیوں مزید تسلی چاہتی تھی۔

"بہت خوش ہوں اتنا کہ روز اپنی خوشیوں کا صدقہ دوں" وہ سچے دل سے بولی۔

"تو دیا کرو میری جان کہ اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے۔"

"مجھے دینے کی ضرورت نہیں پڑتی یاور خود ہی دے دیتے روز"

"اوووو ہوووو کیا بات ادھر تو لوگ واری صدقے جارہے ہیں، میں ایویں پریشان تھی"

دونوں ہنس دی۔

یاور نے حیات کے والدین کو آتے دیکھا تو عاجزانہ طریقے سے ان کی طرف بڑھا۔

"السلام علیکم"

"وعلیکم السلام بیٹا" وہ انتہائی محبت سے اس سے ملے تھے۔

اذان بھی اب ان لوگوں کے ساتھ موجود تھا، رافع بھی ان سے انتہائی خوش اسلوبی سے ملا، پھر یاور

نے اذان کو ان کو اندر حیات کی طرف لے جانے کا کہا، اتنے میں رافع کی آواز نے اسے متوجہ کیا۔

"یہ میرے میکے کو بلانا لازمی تھا کیا، میں تمہارے سسرالیوں کا ویکلم کر رہا ہوں تم میری ابھی سے

نامکمل شادی کے پیچھے پڑ گئے" وہ منہ بنا کر بولا اس کے ماتھے پر بل تھے،

جب اس کی نظروں کے تعاقب میں یاور نے اسی کی طرح کافی حد تک دکھتے جوان کو دیکھا، جو

انہیں ہی دیکھتا اس طرف آرہا تھا۔

"السلام علیکم" دونوں اسے دیکھنے میں مصروف تھے جب اس نے خود پہل کی سفید شلوار قمیض پر

سیاہ چادر کندھوں پر ڈالے وہ اپنے ہاتھ پیچھے باندھے ان کے مقابل تھا۔

"ہم نواب زادہ سفیان حیدر ہیں، نوابزادہ حیدر علی کے بیٹے، نوابزادہ رافع سکندر کے کزن"

اس نے خود ہی اپنا تعارف یاور کو کروایا تھا۔

"باباجان نہیں آسکتے تھے تو ہمیں بھیج دیا، رافع بھائی اس طرح کے فنکشنز کبھی اٹینڈ نہیں کرتے تھے تو انہیں لگان میں سے کسی کا آنا لازمی ہے، مگر ہم نہیں جانتے تھے وہ پہلے سے یہاں ہوں گے" بات ختم کرتے اس نے رافع کو دیکھا جو ادھر ادھر دیکھتا انجان تھا۔

جب یاور اسے خوش دلی سے ملا، نوابزادہ گروپس سے ان کے بزنس ریلیشن تھے، اس کی بزنس کمیونٹی کو اس کے سیکرٹری نے انوائٹ کیا تھا، تو ان لوگوں کو بھی کر دیا، جب کے رافع تو ذاتی طور پر آیا تھا۔

"ویلم نواب زادہ سفیان حیدر، آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی سوری آپ کو پہلے نہیں دیکھا تھا تو پہچان نہیں سکا، پلیز کم"

جب وہ بھی خاموشی سے اندر داخل ہوا، وہ ایک طرف رکھے صوفوں کی طرف بڑھ رہا تھا جب کوئی بہت زور سے اس سے آٹکرایا،

مستی جو عینہ کے پیچھے بھاگ رہی تھی اس سے آٹکرائی تھی۔

سفیان نے فوراً اسے سنبھالا تھا ورنہ وہ ساتھ رکھے ڈیکوریشن پیس پر جا گرتی،

مگر جیسے ہی دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو ساکت ہوئے۔

مشی تو آنکھیں جھپک جھپک کر اس کے ہونے کا یقین کر رہی تھی، جبکہ وہ بس اسے دیکھنے میں محو تھا، اس طرف زیادہ لوگ نہ تھے تو کوئی متوجہ نہ تھا۔

سفیان تو اس پری وش کو دیکھ رہا تھا، جس کی خاص تیاری اسے پلک بھی نہ جھپکنے دے رہی تھی، وہ ملٹی کلر لہنگے میں کھلے لمبے کرلی کیے بالوں میں ماتھے پر میٹل ریڈ بندیا ٹکائے گلے میں چوکر پہنے، کانوں میں چھوٹے سے ٹاپس ڈالے اس کی دل کی دنیا تہہ وبالا کرگی اوپر سے اس کی معصومیت جو ہر چیز پہ حاوی تھی۔

"Thanks uncle for saving my aani"

"شکریہ انکل میری آنی کو بچانے کے لئے"

عینہ کی آواز نے اسے ہوش کی دنیا میں لاٹھا تھا۔

اس نے گہرا سانس لے کر خود کو کمپوز کیا تھا، اور بدلتی کیفیت پر دل کو ڈپٹا تھا۔ وہ بالوں میں ہاتھ پھیر کر رہ گیا، جب ایک مرتبہ پھر اس کی طرف متوجہ ہوا جو پر شوق سی اسے دیکھتی اب عینہ کو کچھ بتا رہی تھی۔

"عینہ یہ وہی اچھے ہیر وہیں جنہوں نے مجھے ان گندے لوگوں سے پروٹیکٹ کیا تھا،" اب عینہ بھی اسے آنکھوں میں خوشی کی چمک لے کر دیکھ رہی تھی۔

"سچی آنی"

"مچی عینہ"

"یہ آپ کی بھانجی ہیں"

"جی یہ میری بھانجی ہے" وہ اتنے جوش سے بولی کے سفیان کے منہ سے خود بخود نکلا۔

"خوش تو آپ ایسے ہو رہی جیسے یہ ان کی پیدائش پہ نہیں ابھی آپ کو ملی ہوں"

"ایسا ہی ہے" اس نے کہا تو اس کی عجیب منطق پر وہ چپ ہو گیا۔

"آپ یہاں کیسے؟"

"ہمیں انوائٹ کیا گیا تھا"

"آپ یہاں کیسے؟" وہ اب اسے نہیں دیکھ رہا تھا نظریں ادھر ادھر تھیں۔

"عینہ کے ماما بابا کا فنکشن ہے، اس لیے،" اب عینہ چہک کر بولی تھی۔

سفیان نے دونوں کو عجیب نظروں سے دیکھا تھا۔

"ڈیر آپ کے ماما بابا کو جلدی خیال نہیں آگیا، ولیمے کے فنکشن کا" وہ شدید کنفیوز ہوا تھا۔

"یہ یاورولی کی میری بیٹی سے دوسری شادی ہے سفیان بابا، امید ہے اب آپ کو سمجھ آجائے"

پچھے سے آتی آواز پر تینوں نے اس طرف دیکھا تھا۔ جہاں سے امجد صاحب شفیق مسکراہٹ کے ساتھ آرہے تھے، سفیان پہلے تو انہیں غور سے دیکھتا رہا پھر پہچان ہونے پر دھیماسا مسکرا کر ان کی طرف بڑھا۔

"کیسے ہیں آپ امجد چچا"

"میں ٹھیک آپ کیسے ہیں پندرہ سال بعد دیکھا آپ کو دیکھیں پھر بھی پہچان گئے، کب لائے

آپ"

NovelHiNovel.Com
سفیان مسکرا دیا۔

"جی ہم بس دو سال پہلے آئے ہیں پڑھائی مکمل کر کے اب یہی رہنے کا ارادہ ہے"

"مجھے بھول تو نہیں گئے"

"نہیں آپ کو کیسے بھول سکتا ہوں، ہمیں بچپن یاد ہے اپنا، تقریباً آپ کی ہی ذمہ داری

تھی ہم، باقی کسی کو فرصت نہیں تھی ہمارے لیے"

وہ تلخ سا کہتا، اچانک بات بدل گیا۔

"آپ کی وہ چھوٹی گڑیا کیسی ہے ہمیشہ ہم اس کی وجہ سے کسی نہ کسی مصیبت میں پڑ جاتے تھے، ہمیں یاد ہے جب اس کی آم توڑ کر دینے کی ضد کی وجہ سے ہم درخت سے گر کر بازو تڑوا بیٹھے تھے، اور باقی چیزیں تو چھوڑیں" وہ یاد کرتا ہنس دیا۔

عینہ اذان کو دیکھتے اس کی طرف بھاگ گئی تھی، جبکہ مشی ہونقوں کی طرح انہیں سن رہی تھی۔
"یہ آپ کے سامنے تو ہے، چار سال کی تھی تب اور آپ تقریباً 7 سال کے تھے" وہ یاد کرتے ہوئے بولے جبکہ وہ بے یقینی سے اس آفت کو دیکھنے لگا جو واقعی نہ بدلی تھی،
ایک ہلکی مسکراہٹ نے اس کے لبوں کا احاطہ کیا جسے وہ چھپا گیا۔

"بدلی تو یہ ابھی بھی نہیں ہیں مصیبت کو گلے لگانے کی عادت گئی نہیں ابھی تک"
"مطلب" امجد صاحب سوالیہ ہوئے۔

"وہ بابا انہوں نے ہی مجھے بچایا تھا اس دن" اس کے کچھ بولنے سے پہلے ہی وہ منمنادی۔

وہ منہ لٹکا کے ٹھہری تھی، ابھی تو سنی تھی اس کے منہ سے اپنے بچپن کے کارنامے اسے تو یاد بھی نہ تھے، اب وہ ضرور بڑھا چڑھا کر اس کو ڈانٹ پڑوانے والا تھا۔

ادھر سفیان نے اس کی معصوم شکل دیکھی، گویا وہ اپنے کارنامے کا سب کو اعلان کر بھی چکی تھی۔ وہ گہرا سانس لے کے رہ گیا۔

"کیا واقعی،" امجد صاحب حیران ہوئے۔

"بہت شکریہ بیٹا"

"شکریہ کہنے کی ضرورت نہیں اب ہم سمجھ سکتے ہیں انہیں بچپن سے عادت ہے" وہ مسکراتا ماحول بدلنے کی کوشش کرنے لگا۔

"بہت مبارک ہو آپ کی بیٹی کے لیے اللہ انہیں ہمیشہ خوش اور آباد رکھے"

"بہت شکریہ بیٹا آپ بیٹھیں میں آتا ہوں" وہ کہتے چلے گئے جب سفیان دوبارہ اس کی طرف پلٹا اور اس کا ناراض چہرہ دیکھا۔

اب کے وہ بہت آرام سے اسے دیکھ رہا تھا۔ انکھوں میں گہری دلچسپی کی چمک تھی۔

"تو مٹی آپ ہیں؟"، تو آپ نے بتا دیا انہیں اچھی بات ہے ہمیں نہیں لگا تھا آپ اتنی سمجھدار ہوں گی"

"مجھے آپ کو آپ کی شال کے پیسے دینے اس دن میرے پاس اتنے نہیں تھے، آج یا اور بھائی نے

شادی کی رسموں کے دیے ہیں تو اب میں آپ کی شال کے پیسے دے سکتی ہوں، کیونکہ واپس تو

آپ لیں گے نہیں، کیونکہ میں نے جو پہن لی، اور مفت میں وہ رکھنے والی نہیں" وہ سادگی سے بول

دی، جو خوش بھی تھی، کہ اگر یا اور اور حیات کی باقاعدہ شادی پہ ہونے والی تمام رسموں پہ وہ جو رقم بٹورتی، ایسا ممکن نہ ہونے پر یا اور نے اسے ایسے ہی اچھے خاصے پیسے دے دیے تھے۔

وہ اپنے لہنگے کے ساتھ میچنگ پرس سے پیسے نکالے اپنی ہی ہانکے جارہی تھی۔

"بتائیں کتنے کی تھی"

"ہمیں پیسے نہیں چاہئیں" وہ مسکراتا اس کی طرف اپنے دونوں ہاتھ پیچھے باندھے بولا۔

"پھر،"

"ہمیں اس کے بدلے اور شال لے دیجئیے گا"

"ہاں یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں، یہ سہی ہے، مگر میں آپ کو دوں گی کہاں، آپ لینے آجائیے گا"

"

وہ اسے مشورہ سے نوازر رہی تھی۔

"نہیں اپنا نمبر دیں ہم بتادیں گے"

"اوکے،" وہ آرام سے اپنا نمبر دے گی۔ جبکہ سفیان پیچھے اس کا نمبر "چھوٹی آفت" کے نام سے

سیو کر کے۔ مسکرا دیا۔

یہ تو تہ تھا، اب مزید ملاقاتیں ہونی ضروری تھی۔ آخر اسے اپنے بچپن کی سب سے خوبصورت یاد واپس مل چکی تھی۔

وہ یہی سوچ رہا تھا جب نظر رافع پر پڑی تو وہ اس کی طرف چل دیا، جب تک زویا بھی اس کے ساتھ آکھڑی ہوئی جس کی طرف مسکراتے دیکھ وہ اپنے سامنے آکھڑے سفیان کو دیکھتے پھر سے سنجیدہ ہو گیا۔

سفیان نے رافع اور زویا کو مشترکہ سلام کیا تھا۔ جس کا جواب دیتے، ذویانے دلچسپی سے اسے اور پھر رافع کو دیکھا تھا وہ رافع سے کتنا ملتا تھا۔

"امید نہیں تھی آپ اتنے بے مروت ہو جائیں گے، تاثر تو ایسے دے رہے ہیں جیسے ہمیں جانتے ہی نہ ہو"

سفیان کے لہجے میں چھن تھی، وہ مسکرا بھی رہا تھا، مگر اس کی مسکراہٹ میں ضرور کچھ ایسا تھا کہ زویانے اسے غور سے دیکھا تھا۔

"کہہ تو ایسے رہے ہو جیسے بڑا بھائی چارہ ہے ہم دونوں میں، مجھ سے منافقت نہیں ہوتی"

رافع نے بغیر اثر لیے آرام سے اس کے منہ پر کہہ دیا تھا۔

"ہممم سہی کہہ رہے ہیں ایسی منافقت کرنی بھی نہیں چاہیے بہت خسارہ رکھا ہے اس میں"

"اگر تو تم مجھے چچا کے کہنے پر حویلی آنے کے لیے کہنے یہاں تک آئے ہو، تو ہمیں نہیں آنا وہاں"

"آپ ہمیشہ ہمیں غلط ہی سمجھے ہیں، خیر نکاح مبارک حویلی والوں کو خبر مل چکی ہے، آداب"

وہ کہتا وہاں سے چلا گیا تھا۔

جبکہ رافع کہ چہرے پر اب سنجیدگی تھی، ساتھ غصہ بھی۔

"رافع" جب وہ زویا کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"آپ کے اور سفیان کے درمیان کیا مسئلہ ہے"

"میں بتا چکا ہوں"

"نہیں وہ مسئلہ نہیں ہے، آپ اسے صحیح سمجھ ہی نہیں سکے"

"مطلب، میں نے خود سنا تھا اسے وہ کس طرح میرے خلاف چچا سے بولا تھا، اسے نفرت ہے مجھ

سے اور وہ امریکہ سے بھی اس وجہ سے نہیں آ رہا تھا"، "جبکہ پہلے جناب کو جانا ہی نہیں تھا" وہ

استہزایہ کہہ کر سر جھٹک گیا تھا۔

"اور ابھی وہ آپ کے حوالے سے وارننگ دے کر گیا ہے"

رافع نے دانت پستے کہا تھا۔

"اسے شکایت ہے آپ سے، وہ بس شکوہ کر رہا تھا، اور ہمارے نکاح کی اطلاع ہو چکی ہے اس بات سے آگاہ کر رہا تھا"

ذویانے آرام سے کہا تو رافع نے تعجب سے اس کی طرف دیکھا۔

"ڈیر ہسبنڈ لوگوں کو پہچاننے میں آپ سے اچھی ہوں، جانتے ہیں آپ،" وہ پر اعتمادی سے بولی تھی۔

"ہم بچپن میں ساتھ تھے میں نے اس کی بہت کیئر کی تھی، اس کا بھی میرے بغیر گزارہ نہیں تھا، جب چچی اسے اپنے ساتھ امریکہ لے گی، وہ نہیں جانا چاہتا تھا مجھے روکنے کا بھی کہا تھا، مگر میں کیسے روکتا ممانے کہا تھا، وہ اپنی ماما کے ساتھ جا رہا ہے واپس آ جائے گا۔ مجھے بھی اسے جانے دینا چاہیے، میں نے ان کی بات مان لی، پھر وہ چلا گیا میں بات کرنا چاہتا تھا مگر اس نے کبھی بات نہیں کی پھر اس کی وہ فون کالز جو وہ چچا حضور کو کرتا تھا، ان میں میرے لیے نفرت تھی، وہ کہتا تھا سب کو بس میں نظر آتا ہوں، اس کو کوئی نہیں سمجھتا، پھر وہ پندرہ سال بعد ہی آیا مگر ہم میں کبھی بات نہیں ہوئی تو میں نے بھی کوشش نہیں کی، کیونکہ وقت کے ساتھ میں بھی جان چکا تھا ہر شخص مطلب پرست ہے"

وہ کسی ٹرانس کی سی کیفیت میں پندرہ سال زندگی کا مبہم سا حوالہ دے گیا تھا۔

"وہ آپ کی طرف سے پیش قدمی کا منتظر ہے، اسے بچپن والا بھائی چاہیے کچھ رشتے بن کہے ہی سمجھنے اور سنبھالنے پڑتے ہیں رافع، ان کو ان کے حال پر نہیں چھوڑنا چاہیے، آپ بھی مس کرتے ہیں اسے"

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولی تھی۔

رافع نے اسے دیکھا جو واقعی اس کا دل اور دماغ پڑھ رہی تھی۔

"چلیں اسٹیج پر یا اور انتظار کر رہا آپ کا"

"ہمممممم، چلیں" وہ سر جھٹک اس کے ساتھ اسٹیج کی طرف چل دیا۔

حیات کو اسٹیج تک زویا اور مشی لائیں جبکہ اگے سے یاور کے حوالے کر دیا گیا جو اسے نہایت احتیاط سے اوپر چڑھنے پر مدد دے رہا تھا، ساتھ پنا دل بھی سنبھالے ہوئے تھے،

اس کی سمو کی میک آپ سے سبھی آنکھیں ہی اس کے دل کو دھڑکا گئی تھیں۔

سب مہمانوں کی نظریں رشک اور شوق سے اس جوڑے کی طرف تھی۔

جب یاور نے اسے صوفے پر بیٹھایا اور خود بھی ساتھ بیٹھ گیا، ہاتھ ہنوز پکڑ رکھا تھا۔

آج وہ اس کی خاطر سچی تھی، وہ خود کو دنیا کا خوش نصیب انسان تصور کر رہا تھا کہ کب سوچا تھا اس کی تہا زندگی بھی اتنے خوبصورت اور خوب سیرت سا تھی کی صحبت میں آے گی۔ وہ گرجوشی سے اس کے ہاتھ کو مزید مضبوطی سے تھام گیا۔

اس نوجوان کی خوشی کا اندازہ اس کے پر رونق چہرے سے لگایا جاسکتا تھا۔

"حیات آپ کو اندازہ بھی نہیں اس وقت میں کیسے فیل کر رہا ہوں" وہ اس کے پاس ہوتا بول رہا تھا دیکھنے والوں کے لیے وہ دونوں کسی شہزادہ اور شہزادی سے کم نہ لگ رہے تھے، منظر مکمل تھا۔ وہ گہری سانس چھوڑتے ہوئے بولا تھا، جب کہ زویا اور مشی تو اسے بیٹھاتی کب کی اتر کے جا چکی تھی۔ اب اذان حیات کے والدین کے ساتھ عینہ آتی دیکھائی دی تو وہ سیدھا ہوتا مسکراتا کھڑا ہوتا اس کے والدین کو اپنے صوفے کے اطراف رکھے صوفوں کی طرف بیٹھانے لگا۔

حیات ہر بار محسوس کرتی تھی، وہ عزت جو وہ اس کے والدین کو دیتا تھا، اور بس اسی بات پر حیات کا دل سرشار ہو جاتا تھا، کہ یہ کسی بھی بیٹی کے لیے ہر چیز سے زیادہ تھا، شاید اس کے علاوہ کسی بیٹی کے کیے اور کچھ اہم نہیں ہو سکتا۔

اور امجد صاحب اور نجمہ بیگم بھی اپنے داماد کے ہمیشہ ایسے استقبال پر آنکھیں نم کر لیتے تھے۔ وہ خدا کا شکر ادا کرتے نہیں تھکتے تھے۔

"شکریہ یاور بیٹا ہمیں آپ سے جتنا مان کی امید تھی اس سے زیادہ پایا ہے ہمارے دل مطمئن ہوئے ہیں اللہ آپ کو ہمیشہ اپنے فضل و کرم کے سائے میں رکھے"

"شکریہ آپ کا امجد صاحب آپ نہیں جانتے آپ نے مجھے کیا دے دیا ہے، میں ساری زندگی آپ کا مشکور رہنے والا ہوں"

جب سب کی توجہ عینہ کی طرف گئی تھی۔

"اٹھائیں مجھے اذان ماموں میں پکڑ میں نہیں آپاؤں گی ورنہ اسے اپنی پڑی تھی"

"میرا بچہ میری گود میں آجاؤ،" حیات بولی تھی اور ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیا تھا۔

"نہیں بابا کے پاس ائے گی عینہ یاور نے بھی ہاتھ اس کی طرف بڑھایا تھا، جبکہ وہ کمر پہ ہاتھ رکھے دونوں کو گھور رہی تھی۔

"آپ کے ڈریسز خراب ہو جائیں گے دیکھیں میرے جو توں پہ مٹی لگ گئی ہے، وہ پیر اوپر کر دکھاتی بولی تھی، جب اپنا ایک ٹانگ پہ وزن نہ سنبھالتے ہوئے وہ گرتی اذان نے اسے پکڑ کر اٹھالیا تھا۔

"اور میری ڈریس خراب نہیں ہوگی" اذان نے مصنوعی گھوری سے پوچھا تھا۔

"کوئی بات نہیں آپ صاف کر لینا" وہ اس کے چہرے پر اپنے دونوں ننھے ہاتھ رکھتی پچکارتے ہوئے بولی "اس کے انداز پر تو اذان عیش عیش کراٹھا۔"

"یہ تو مجھ سے بھی بڑا ڈرامہ ہے،" وہ صدمے میں تھا۔ جبکہ باقی سب عینہ کی چالاکی پر قہقہہ لگائے تھے۔ جسے اذان ماموں سے اچھے سے نبٹنا آتا تھا۔

وہ اپنی سینڈل سے الجھ رہی تھی، جو لہنگا ہونے کے باعث اس سے اسٹیپ بند ہی نہیں ہو رہے تھے۔ جب ایک نوجوان اس کی طرف آیا۔

"ہیلو، ایکسکوز می، کیا میں آپ کی کوئی مدد کر سکتا ہوں"

وہ مڑی تو سر کے اوپر کھڑے اس لڑکے کو دیکھا جو بلاشبہ کافی امیر لگ رہا تھا، اور گہری دلچسپی سے مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔

"نہیں، شکریہ" وہ اتنا بول کر دوبارہ اپنے کام میں متوجہ ہو گئی۔ جب وہ بھی اس کے ساتھ بچوں کے بل بیٹھ گیا۔

"میں مدد کر سکتا ہوں" وہ کہتا اپنے ہاتھ اس کے پاؤں کی طرف بڑھا گیا۔

مگر اس سے پہلے وہ اس کے پاؤں چھوتا، کسی نے بازو سے پکڑ کر مشی کو کھڑا کر دیا تھا۔

وہ بھی اچانک اس کے کھڑا ہونے پر کھڑا ہو گیا، جب نظر اس کے ساتھ کھڑے نواب زادہ سفیان

حیدر پر پڑی، جو سنجیدہ تاثرات کے ساتھ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"آپ جاسکتے ہیں" وہ مزید کچھ کہتا کے وہ پہلے ٹوک کر مشی کی طرف متوجہ ہو گیا۔

وہ لڑکا ہانت سے سرخ چہرہ لیے، مشی کو ایک نظر دیکھتا وہاں سے چلا گیا۔

"مشی ہونقوں کی طرح کھڑی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"کیا ہوا ہے" وہ مکمل اس کی طرف متوجہ تھا۔

"وہ سینڈل بند۔۔۔" اس کا اتنا کہنا تھا کہ وہ جھک گیا اور اس کے سینڈل بند کرنے لگا۔

جب کے مشی اسے منہ کھولے دیکھ رہی تھی، اسے کم از کم یہ امید نہ تھی مقابل سے۔

"آپ کو ابھی تک صحیح سے جوتے پہننا نہیں ائے، بچپن میں بھی ہمیں ہی پہننا پڑتے

تھے" وہ کہتا اٹھ کے اس کے پاس سے گزرنے لگا جب اس کی بات سن کے ہوش میں آتے

مشی نے اسے پکارا۔

"فی فی رکیں" اس کا کہنا تھا کے سفیان کا دل دھڑکا مانو کانوں میں بجنے لگا ہو، مگر وہ خود کو کمپوز کر

کے اس کی طرف مڑا۔

"کیا کہا آپ نے فی فی؟" آپ ہمیں اس نام سے بلارہی ہیں" واقعی وہ ابسرواچکا بنا بولا تھا۔

"ہاں وہ بابا بتاتے ہیں مجھے میرے بچپن کی باتیں اور آپ کا بھی بتایا تھا مجھے نہیں اندازہ تھا وہ آپ ہوں گے، بابا نے بتایا تھا میں آپ کو اسی نام سے بلاتی تھی، وہ آپ کا نام کافی بڑا ہے نہ" اس نے جتاتے اپنے فی فی کہنے کی وضاحت دی۔

"تب آپ تو تلی تھی، تو ہم نے برداشت کر لیا، اب ماشاء اللہ آپ کی زبان بہت تیز ہے ہمارا پورا نام لیا کریں"

وہ جتاتے ہوئے بولا تھا۔

"مطلب میں ہر بار نواب۔ زادہ۔ سفیان۔ حیدر بولا کروں وہ اس کا نام توڑ توڑ کر بھاری آواز کر کے بولی اور اینڈ میں ہانپنے کی ایکٹنگ کرتے ہاتھ کمر پہ ٹکا کر اسے دیکھا"

"نام تو آپ ایسے لے رہی ہیں جیسے پہاڑ چڑھ رہی ہوں"

اب کے اسے گھور کے کہا تھا، جو اس کے اچھے بھلے نام کو مسئلہ بنا رہی تھی۔ بتائیں روکا کیوں تھا۔

وہ اس کے پوچھنے پر پہلے تو کتنی دیر اس کی شکل دیکھتی رہی پھر منظر اتنا بول کر چل دی۔

"کچھ نہیں آپ جائیں"

ادھر سفیان سر د آہ بھر کر رہ گیا اور سر جھٹک کر باہر کو چل دیا۔ ارادہ حویلی جانے کا تھا۔

ایک خوبصورت شام کا اختتام ہوا تھا، سب اپنے گھروں کو چل دیئے۔

"ذویادھیان رکھئے گا اپنا، میں آپ کی سیکورٹی بھی بڑھا دوں گا، مگر ان سے میں اچھے کی امید کسی

صورت نہیں کر سکتا آپ سمجھ رہی ہیں نہ"

وہ ابھی تک وہی اٹکا تھا، جب گاڑی میں اس کی دوسری طرف بیٹھی ذویانے اس کے بائیں ہاتھ کی

انگلیوں میں اپنی انگلیاں الجھائی تھی۔

"پریشان نہ ہوں کچھ نہیں ہوگا"

"ہمممم خدا کرے ایسا کچھ نہ ہو ورنہ میں نے کسی کا لہاظ نہیں کرنا" اس کے چہرے کے تاثرات

ہنوز سنجیدہ تھے۔

"سفیان کی طرف سے بھی آپ غلطی پر اپنی بدگمانیاں دور کر لیں، پہل کرنے میں کوئی برائی

نہیں آپ بڑے ہیں آپ کا فرض ہے، دل کے رشتے بہت قیمتی اور نایاب ہوتے ہیں انہیں سنبھال

کر رکھنا چاہیے بے قدری نہیں کرنی چاہیے"

وہ کچھ نہ کہہ کے بھی رافع کو بہت کچھ سمجھا گی تھی۔ گاڑی ذویا پیلس میں آ کے اگے رک گئی

تھی، رافع ہنوز سنجیدہ تھا جس کی سنجیدگی کو ذویانے توڑا تھا۔

"رافع ہنسیں" وہ مسکراہٹ دباتے بولی تھی۔

کہ رافع سر جھٹک کر ہنس دیا تھا، اور چمکتی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا تھا۔ جس نے آگے بڑھ کر اس کے گال پر پھر ماتھے پر لب رکھ دیے تھے۔

"شکریہ زویا، مجھے مجھ سے زیادہ سمجھنے کے لئے" کہتا وہ اس کے ماتھے پر بوسہ دے گیا تھا۔

پھر دائیں ہاتھ کی پشت پر اپنے لب رکھے تھے۔

"وہ مجھے سالار شاہ کے مطلق پوچھنا تھا، آپ کافی کلوز ہیں ان کے کیوں"

وہ ہچکچایا تھا مگر پوچھ لیا تھا، کیونکہ اس دن سے اس کی زویا سے نزدیکی نے اسے بے چین کر رکھا تھا۔

"ریلیکس رہیں رافع وہ رضاعی بھائی بھی ہے میرا،" وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولی تھی، ساتھ ہی

باہر بھی نکل گی تھی جانتی تھی بندے کے لیے اتنا سننا کافی ہے۔ اس دن اس کی جیلیسی اور

اضطراب وہ محسوس کر گی تھی۔

"خدا حافظ،" وہ مسکرا کر کہتی گاڑی سے نکلی تھی۔

"خدا حافظ"

"اچھا تو وہ سالے صاحب ہیں" رافع اپنا ماتھا کھجنا بولا تھا، اس نے محسوس جو کر لیا تھا کے زویا نے

اس کے مطلق سالار کے حوالے سے ان سیکورٹی محسوس کر چکی ہے۔

پھر جب وہ داخلی دروازے سے اندر داخل ہوگی تو وہ بھی گاڑی سٹارٹ کروہاں سے نکل آیا تھا۔

"فی فی، بوتھ لدی (فی فی بھوک لگی)"

وہ گولو مولوسی کافی صحت مند چار سال کی بچی، اپنے سے بس ایک فٹ اونچے سات سال کے سفیان کے اگے دھپ کر کے زمین پر بیٹھی تھی۔ اور اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے اس کا چہرہ پکڑ کر اپنی طرف موڑ کر کہا تھا۔

سفیان جو پنجوں کے بل بیٹھا اپنے کپڑوں کو مٹی سے بچانے کی تگ و دو کے ساتھ گارڈن کہ ایک پودے کی دیکھ بھال کر رہا تھا، اس کے متوجہ کرنے پر خود بھی اٹھا اور اسے بھی بازو سے پکڑ کر زور لگا کر اٹھایا اس کے وزن کی وجہ سے۔

"گندی مٹی، مٹی پہ نہیں بیٹھتے دیکھو کپڑے خراب کر لیئے،" وہ فکر مند ہوتا اب اس کی فراک سے مٹی جھاڑ رہا تھا۔

"بوتھ لدی" وہ منہ کھولے اس کی طرف اوپر چہرہ کیے اب باقاعدہ منہ لٹکا کے کھڑی تھی۔

"اچھا کیا کھانا بتاؤ" وہ کہتے ساتھ جھک کے اس کے جوتے کے سٹر پیس بند کرنے لگا جواب روز

اس کا معمول بن چکا تھا۔

"آم" ("آم")

وہ درخت پر اشارہ کرتی بولی۔

"وہ دور ہے مٹی ہم آپ کے لیے اندر سے آم لاتے ہیں" وہ اس کا ہاتھ پکڑ حویلی کے اندر لے

جانے لگا۔

"نی او" (نہیں وہ) وہ پھر سے اشارہ کرتی بولی وہ ابھی صحیح فقرے ادا نہیں کر سکتی تھی۔ تو مختصر

بولتی تھی۔

"ہم وہاں سے کیسے لائیں وہ بہت دور ہیں،" وہ اس کی ضد پر پریشان ہو تھا۔

"نی نی دمپ تل امم لادا" (نی نی جمپ کر کے آم لائے گا) وہ کھلکھلا کے بولی تھی جیسے

اسے آم سے نہیں اس ایڈوینچر سے مطلب تھا۔ اس کی زبان امجد صاحب کے بعد

سفیان کو آرام سے سمجھ آ جاتی تھی، وہ اسے سمجھتے جو تھے۔ وہ اسے دیکھنے لگا جو

تالی بجاتی اپنے دانتوں کی نمائش کرتی اس کو دیکھ رہی تھی، اس کے صحت مند لٹکے ہوئے گلابی

گال اور ان کے درمیان موجود چھوٹے چھوٹے دانت جن کے اوپر باریک گلابی ہونٹوں کی بس

آؤٹ لائن ہی نظر آرہی تھی۔ وہ اس وقت اسے اتنی پیاری لگی کے وہ منع نہ کر سکا، اور اس کے

گالوں کو چومتے پھر انگلیوں سے اس کے گالوں کو کھینچ کر ادھر ادھر اس کا سر ہلاتے وہ تیار ہو گیا تھا

اپنی عمر سے بڑا کام کرنے کے لیے لیکن تب تک اس کی شدت پسندی پر مشی کے گال مزید لال ہو چکے تھے اور وہ منہ بنا گئی تھی۔

"دردی ہوتی، دندے فی فی" (دردی ہوتی گندے فی فی) وہ ناک چڑھا کے بولی ساتھ اس کے ہاتھوں پر اپنے ننھے ہاتھ بھی جڑ دیے۔

"اوکے، ہم لادیتے ہیں پر جمپ کر کے نہیں لاسکتے اوپر چڑھنا پڑے گا،"

وہ پر سوچ انداز میں گردن اونچی کیے اس درخت کو دیکھ کر کہنے لگا۔

"نہی بیم دمپ، فی فی بی دمپ" (نہیں بھیم نے جمپ کیا تھا فی فی بھی جمپ کرے گا۔"

وہ جو دونوں ہی چھوٹا بھیم دیکھنے کے شوقین تھے۔ جو لڈو کھاتے جمپ کر کے کہیں بھی چڑھ جاتا تھا درخت سمیت اس جھلی کو کون سمجھتا جس نے فی بوگی ماری تھی۔

"وہ لڈو کھا کر جمپ کرتا ہے مشی، ہم نے بھی لڈو کھا کر ٹرائی کیا مگر پاورڈ نہیں ملی تو اوپر چڑھنا پڑے گا۔" اس نے اپنے تئیں معلومات دی تھیں۔

دونوں سر اوپر کیے اپنی نی کاروائی کے لیے منصوبہ بندی کر رہے تھے۔

"پھر سفیان نے چڑھائی شروع کر دی تھی۔ وہ اس درخت کی بناوٹ کی وجہ سے کافی فاصلہ تہ کر گیا تھا جب قریب قریب آم کو توڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ پاؤں پھسلا اور دوسرے ہی لمحے اس کی چپخیں گونجی تھی حویلی میں پہلے پہل رافع اور امجد صاحب ہی اس کی طرف لپکے تھے۔ جبکہ پاس کھڑی مشی اسے روتا دیکھ خود بھی منہ پھاڑ کے رو رہی تھی۔

رافع جو 12 سال کا کافی سو بر بچا تھا وہ پریشانی سے اس کے پاس آیا تھا اور حواس باختگی سے اس کے پاس بیٹھ گیا تھا، اس کے چہرے پر سفیان کی تکلیف سے ہوائیاں اڑی تھیں۔ جب امجد صاحب کے اسے گود میں اٹھانے پر اور اسے مشی کا ہاتھ پکڑ کر ساتھ لانے پر اس نے سرخ چہرے کے ساتھ ان کی بات مانی تھی۔ اور مشی کا ہاتھ پکڑا ندر لے گیا تھا ان کے پیچھے۔

"بس اب احتیاط کریں مکمل بازو اسی طرح کم از کم دو ہفتے بندھا رہے" ڈاکٹر نے اگلے دن آکر اس کا چیک اپ کر کے مزید آگاہ کیا تھا پیٹی چیئنج کرنے کے بعد یہ سارا وقت رافع کل سے اس کے پاس رہا تھا، ابھی امجد صاحب نے دوبارہ سے آکر ڈاکٹر سے اس کا چیک اپ کروایا تھا۔ حویلی کے امور اور زمرہ داریاں وہ بخوبی انجام دیتے کیونکہ حویلی کے بڑے ہمیشہ ہی اپنے بڑے سوشل سرکل اے دن پارٹیوں سیاست اور بزنس میں مصروف رہتے تھے، گھر کے لیے ان کے پاس وقت نہ تھا۔

اور کچھ امجد صاحب بھی شرمندہ تھے، جب سے انہیں معلوم ہوا تھا، بیٹی کے مشورے کا۔

"امجد انکل مشی نہیں آئی" نہیں جب تک آپ ٹھیک نہیں ہو جاتے اسے نہیں لائے گے ہم
ورنہ پھر کوئی مصیبت اٹھا دے گی یہ لڑکی۔ پتا نہیں کہاں کہاں سے یہ عجیب
وغریب منصوبے اس کے دماغ میں آتے۔ " وہ سر پکڑ کر رہ گئے تھے۔ اور صبح
سے کتنی بار اسندہ ہر طرح کے معاملے پر احتیاط کا اسے نصیحت کر گئے تھے۔
"بابادانی میں آدی فی فی پاش" (باباجانی میں فی فی کے پاس آگی"

جب وہ حیرت سے مکمل انکھیں کھولے آہستہ سے پیچھے گردن گھما گئے اور اس بلا کو دیکھا
جو نہ جانے کہاں سے ٹپک پڑی تھی۔

جب ملازم نے بتایا "یہ آپ کے بھائی ادھر چھوڑ کر گئے ہیں کہہ کر گئے ہیں پورا گھر
سر پر اٹھایا ہوا تھا ادھر آنے کے لیے، بھابھی بھی پریشان تھیں انہیں اذان کو
سنجالنا تھا۔"

وہ آرام سے اسے بتائی گئی ساری تفصیل بتاتا گیا تھا۔

سفیان جس کا اس کے نا آنے پر منہ بنا ہوا تھا اب کھل اٹھا تھا۔ وہ بھی پریشان سے اپنے ننھے مگر
موٹے موٹے ہاتھوں میں چاکلیٹ دبوچے باپ کو معصومیت سے دیکھ رہی تھی سر پورا اوپر کر
کے۔

ارادہ تھا کہ وہ اسے اٹھالیں۔ اور امجد صاحب نے اس معصوم آفت کی پڑیا کو اٹھا کر اس کا منہ چٹا چٹ چوم لیا تھا۔

"تم کس پہ چلی گی ممشی میری حیات تو اتنی سمجھدار اور فرمانبردار ہے کبھی اس سے کوئی شکایت نہیں ملی" وہ محبت سے حیات کو یاد کرتے ایک بار پھر اس کا منہ چوم گئے تھے۔ جب سفیان کی آواز پر پلٹے۔

"چچا بس کر دیں ہمارے پاس لائیں انہیں" سفیان نے بے چینی سے کہا تھا۔
"اوکے سفیان آپ اپنی دوست کے ساتھ رہیں ہم تب تک فریش ہو کر آتے ہیں کھانا آپ کے ساتھ کھائیں گے" رافع سمجھداروں کی طرح اس کے ماتھے سے بال محبت سے صحیح کرتا وہاں سے چلا گیا۔

امجد صاحب بھی اسے سفیان کے پاس بیٹھائے، وارننگ دے کر چلے گئے۔
"سفیان کو تنگ نہیں کرنا، انہیں چوٹ لگی ہے انہیں ہاتھ نہیں لگانا، نہیں تو درد ہوگا" جب اس نے سر زور سے پر فکر ہو کر ہلا دیا۔ وہ اپنے تئیں سمجھا کر چلے گئے تھے۔

وہ جو اب سفیان کے بائیں طرف بیٹھ کر اس کے پٹی شدہ دائیں بازو کو دیکھ رہی تھی۔ منہ ہنوز کھلا تھا گالوں کے وزن کی وجہ سے چہرے پر پریشانی تھی۔

"نی نی ددی" (نی نی کو درد ہو رہا ہے) وہ تھوڑا آگے کو ہوتے ننھی انگلی اس کے زخم کی طرف

اشارہ کرتے بولی۔

"ہاں بہت درد ہو رہا مگر آپ پریشان نہ ہوں سو جاؤ ہمارے پاس، اب ہم گیمز نہیں کھیل

سکتے۔ نہ"

وہ فکر سے بولتا اس کے لیے بایاں بازو کھول گیا، جس میں مٹی اس کے برابر میں بازو پر لیٹ
گی۔ دیکھ اس کے پٹی والے بازو کو ہی رہی تھی۔ مگر اپنے ہاتھ اس طرف نہ بڑھائے کہ اسے لگ
نہ جائے اور سمٹ گی کچھ ہی دیر میں ایسے سو گی جبکہ وہ اسے دیکھتا رہا کیونکہ اس
چھوٹے ٹیڈی بیئر کو دیکھنا اسے ہمیشہ بہت اچھا لگتا تھا اور اب تو اس کے علاوہ کرنے کے لیے
بھی کچھ نہیں تھا۔

حال۔

ماضی سے لوٹانے ہر اس نے اپنی انکھیں کھول دی وہ جو اپنے بیڈ پر آ کے ڈھے گیا تھا فنکشن سے
آنے کے بعد اس کی سوچ کا محور بس وہ تھی۔ وہ کتنی بدل گی تھی، مگر حوصلے سے وہ گولو مولو نہ
رہی تھی اس نے کبھی نہ سوچا تھا کہ وہ اسے کبھی اس طرح بھی دیکھے گا، ماضی یاد کر کے اس کا چہرہ
پھر مسکرا اٹھا تھا۔

وہ بہت مسرور تھا، عرصے بعد اس نے دل کو بہت خوش محسوس کیا تھا۔ اس کا دماغ پر سکون تھا، ہاں وہ شروع سے ہی اسے پر سکون کر دیتی تھی۔ اس کو دیکھنا ہی کافی ہو جاتا تھا۔

"ہیلو سالار تم کہاں مصروف ہو میرے نکاح میں بھی نہیں آئے"

سوری ذوی یار مجھے ادھر بابا نے روک رکھا اپنے بزنس کے چکر میں، تبھی ار جنٹلی وہاں سے چلا آ یا، بس دو دن اور لگیں گے یہاں کا کام ختم کر میں آ جاؤں گا، پکا"
"حیات بھی تمہارا پوچھ رہی تھی" لہجے میں واضح خفگی تھی۔

"بندہ آنے جانے کی اطلاع کر دیتا ہے تمہاری یہی عادت بہت بری لگتی مجھے تم کام میں بھول جاتے ہو" وہ ابھی بھی اسے سنار ہی تھی۔

"بس میری ماں آتے ساتھ ساری ناراضگی دور کر دوں گا، اور اپنی اس سگھڑ بہن کی دعوت کر کے اس کے میاں کے ساتھ، نہ آنے کے لیے معذرت بھی کر لوں گا" انداز منتی تھا۔
"او کے" وہ آرام سے مان گی تھی۔

وہ سانس بھر کے رہ گیا اس معرکے کو سر کرنے پر۔
جب اچانک کچھ کلک ہو، تو وہ بے ساختہ سیدھا ہو بیٹھا، "زوی وہ کیسی لگ رہی تھی؟"

"کون" ذویا جانتے بوجھتے انجان بنی۔

سالار نے دانت پیسے اس کے ڈرامے پر۔

"تمہیں پتا ہے، میرے منہ سے بار بار نام سننا پسند ہے تو پوچھ لیتا ہوں، مشی کی بات کر رہا ہوں

"باہا باہا،" وہ ہنستی گئی تھی اس کے انداز پر۔

"بہت خوبصورت، اتنی کہ اچھا ہوا تم نہیں تھے، ورنہ پکا بے ہوش ہو جاتے"

وہ اسے چھیڑ رہی تھی، جب مسکراہٹ کے ساتھ سالار کا چہرہ گلابی بھی ہوا تھا۔ مگر زویا کی بات پر وہ
چونکا تھا۔

"اووو، نہیں یار"

"کیا ہوا"

"مجھے تمہارا بلش کرتا چہرہ دیکھنا تھا جو اس کے ذکر پر لڑکیوں کے بلش ہونے کو بھی مات دے دیتا
ہے"

"ذوی، بس بھی کرو" وہ جھنجھلا یا تھا۔

"ہائے بس اس کی سٹڈی کمپلیٹ کرنے کی فکر نہ ہوتی تو میں کب سے اسے اپنی

بھابھی بنانے کے پلیننگ کر چکی ہوتی"

وہ حسرت سے بولی تھی۔ جبکہ دوسری طرف بہٹھے شخص بے ساختہ مسکرا کے بالوں میں ہاتھ پھیر

کر رہ گیا تھا۔

"کوئی نہیں محبت میں انتظار کا بھی الگ مزہ ہے" اس کے منہ سے خود بخود نکلا تھا مگر پھر ہوش

آتے ذویا کے ری ایکشن کا سوچتے فون بند کر دیا تھا۔

ادھر زویا جس نے اتنا ہیوی ڈائلاگ سنا تھا اس شرمیلے لڑکے سے اس کے اندر کی شرارتی لڑکی

بیدار ہوئی تھی۔

"اوے ہوئے ہوئے ہوئے۔۔۔۔۔۔ ہیلو ہیلو سالار اوئے گدھے" اس نے ہنستے فون

کان سے ہٹایا تھا کیونکہ وہ کال کٹ کر گیا تھا

یاور آخر میں امجد صاحب، نجمہ بیگم اور اذان کورخصت کر کے لوٹا تھا۔

مشی عینہ کے پاس ہی رک گئی تھی۔ جبکہ وہ اپنے روم میں داخل ہوا۔ مگر سامنے منظر دیکھ اس کی روح تک سرشار ہو گئی تھی وہ بھرپور مسکراتا حیات کی طرف بڑھا جو ڈریسنگ کے آگے کھڑی انگلیاں چٹخا رہی تھی۔

وہ اسی گاؤن میں ملبوس تھی، بس حجاب اتار دیا تھا، اور بال کھول رکھے تھے۔ میک اپ بھی فریش کر رکھا تھا۔

وہ والہانہ طریقے سے آگے بڑھتا سے اپنے حصار میں لے گیا اور اس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔ پھر کندھوں سے پکڑ کر اپنے سامنے کیے اس کو سکون سے دیکھنے لگا۔

"مجھے لگا میں آپ کی تیاری تفصیل سے نہیں دیکھ پاؤں گا، شاید آپ چینج کر چکی ہوں گی، تھک بھی تو بہت گئی ہوں گی نہ، لیکن میں آپ کو اپنے لیے تیار ہوئے دیکھنا بھی چاہتا تھا سو انتظار کرنے کے لئے شکریہ"

وہ ایک بار پھر اس کے ماتھے پر بوسہ دے گیا۔

"آپ کے لیے تیار ہوئی تھی آپ کو ہی اپنی تیاری نہ دیکھاتی تو کیا فائدہ تھا اس تیاری کا"

وہ اتنا سادگی سے اس کی طرف دیکھ کر بولی تھی کہ وہ اسے اپنے سینے میں بھینچ گیا۔

"آپ جانتی ہیں کہ آپ ہمارے لیے خوش نصیبی بن کر آئی ہیں آپ کے انے کے ساتھ مجھے اور

عینہ کو اتنے اچھے رشتے اور دوست مل گئے ہیں، ورنہ ہم دونوں بہت تنہا تھے"

وہ اسے سینے سے لگائے ہی اس کا گال اپنے ہاتھ کی پشت سے سہلاتے بول رہا تھا۔

"آپ بھی میرے لیے کسی نعمت سے کم نہیں، بلکہ اس ضرب الامثال میں فٹ آتے ہیں۔

" Blessing in disguise"

"مصیبت میں نعمت مل جانا"

اور حیات کے کہنے کے ساتھ ہی دونوں ہنس دیے، تھے۔

"یہ بھی صحیح کہا اگر وہ سب نہ ہوتا تو شاید میں آپ کی طرف نہ بڑھ پاتا کبھی بھی،

یہ سوچتے ہوئے کہ آپ مجھ سے زیادہ بہترین شخص ڈیزرو کرتی ہیں"

وہ اس کے سینے سے لگی کھڑی تھی جب اس کی سنجیدہ آواز پر اس کی طرف دیکھا۔

"کیا آپ جانتے ہیں، مجھے آپ کی کونسی بات ہمیشہ سے پسند تھی"

یاور نے چونک کر اس کی طرف دیکھا کیا وہ بھی اس کے حوالے سے کچھ پسند کر سکتی تھی۔

"کونسی" وہ بے چین ہو کے بولا۔

"آپ نے میرے پردے کو ہمیشہ بہت معتبر رکھا ہے، مجھے ہر بار بہت اچھا لگتا ہے۔ جب آپ میرے پردے کو اہمیت دیتے ہیں، جب ہاسپٹل میں میرے ہوش میں نہ ہونے کے باوجود آپ نے میرے پردے کی حفاظت کی، میرے دل میں آپ کا مقام بہت بڑھ گیا تھا۔ میرے دل نے گواہی دی تھی کہ آپ بہترین انسان ہیں"

"شاید تبھی مجھے مل گئے" اس آخری جملہ کو اس نے ذرا شرارت سے کہا تھا ارادہ یاد اور اس سنجیدگی سے نکالنے کا تھا۔ اور ہوا بھی یوں وہ اس کے دلفریب اظہار اور چہرے کے تاثرات کو دیکھ مسکرا دیا، انکھیں چاہت سے اس کے چہرے کا طواف کر رہی تھی۔

"مگر مجھے معافی بھی مانگنی ہے اس رات کے رویے کے لیے مجھے پوری بات سن لیننی چاہیے تھی مگر اس وقت دماغ کچھ بھی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت نہ رکھتا تھا ایک تو پوری بات پتہ نہیں تھی پھر آپ کی وہ باتیں اعتراف اور وہ سارا واقعہ....."

وہ سنجیدگی سے ابھی بول رہی تھی جب وہ اس کے ہونٹوں پر شہادت کی انگلی رکھ اسے مزید وضاحت دینے سے روک گیا۔

"رہینے دیں جو بھی ہوا، بھول جائیں وہ سب معنی نہیں رکھتا بالکل بھی"

"میں آپ کو بتاؤں ویسے تو آپ مجھے پوری بہت پسند ہیں مگر سب سے زیادہ جو مجھے اٹریکٹ کرتا ہے وہ یہ ہے"

کہتے ساتھ وہ اس کے کان کے پاس تل پر انگلی رکھ گیا۔

ادھر وہ شرم سے بو جھل پلکیں جھکا گی جب کانوں میں اس کی سرگوشی سنی۔

"اجازت ہے کہ میں اس پر اپنا حق جتا سکوں"، وہ گھمبیر لہجے میں بولا تھا وہ بس خاموش ہی رہی

جب وہ اس تل پر اپنے لب رکھ گیا، وہ آنکھیں بند کیے کھڑی اسے محسوس کر رہی تھی۔

"آپ زندگی ہیں، اور آپ کے آنے سے زندگی خوبصورت ہوگی ہے"

NovelHiNovel.Com

وہ اپنے کمرے میں جا رہا تھا جب سامنے سے اس کی بہن مول نے اس کا راستہ روکا، اور وہ بغیر کسی
تاثر کے اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔

"کیسے بھائی ہیں آپ یہاں آپ کی بہن کی زندگی برباد ہو گئی ہے اور آپ کو کوئی فرق ہی نہیں

پڑا۔ الٹا آپ اس معاملے میں لا تعلق اختیار کیے ہوئے ہیں، یہاں تک کہ ہم سے جھوٹی ہمدردی

بھی نہیں دیکھا سکے آپ"

"آپ ہمیں صدمے میں نظر آتی تو ہم جھوٹی ہمدردی بھی کرتے آپ تو ابھی بھی دو کلومیک آپ

لھائے گھوم رہی ہیں، دوسرا آپ آباد ہی کب ہوئی تھی کی برباد ہو گئی، تیسرا آپ

نے خود ہی اپنے کی معاملوں میں ہم سے صاف کہہ دیا تھا کہ ہمارا آپ کے

معاملات سے کوئی تعلق نہیں، چوتھا بہتر یہی ہے کہ آپ ماما بابا کی باتوں میں آ کر رافع بھائی پر آپنا وقت برباد نہ کریں، یہ ہم بھی جانتے ہیں کہ آپ کو ان سے کوئی دلی لگاؤ نہیں اگر وہ آپ سے شادی کر بھی لیتے تو نہ یہ آپ کے لیے اچھا تھا نہ ان کے لیے نہ خاندان کے لیے، وہ بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں"

"اور جہاں تک سوال ہے دولت کی کمی آپ کو ابھی بھی نہیں، بھائی ہونے کے ناطے ہم آپ کو یہ مخلص مشورہ ضرور دے سکتے ہیں کہ سراب کے پیچھے نہ بھاگیں نقصان صرف اور صرف آپ کا ہو گا۔"

وہ کہہ کر چلا گیا تھا جبکہ وہ دانت پیس گی۔

مول حیدر جو بلاشبہ خوبصورت لڑکی تھی، سفیان سے تین سال بڑی تھی۔ اس وقت بلیک کلر کے سوٹ میں ملبوس تھی، مگر اس کی ڈیزائننگ انتہائی بے ہودہ تھی۔ ڈیزائن کے نام پر کندھے برہنہ تھے، اور پاجامہ بھی ٹخنوں سے کافی اوپر تھا۔ اسے صرف رافع کی دولت سے مطلب تھا اس کے ذہن میں شروع سے یہ بات ڈال دی گئی تھی وہ رافع کے سرد رویے کے باعث کبھی اس سے دلی وابستگی نہ بنا سکی، مگر اسے حویلی کی بڑی بہو بننا تھا، اس کے طور طریقے رافع کو پسند نہ تھے تو اس نے بھی خود کو بدلنے کی کوشش نہیں کی، اس کے نزدیک اس کے والدین رافع کو کسی بھی طرح اس سے شادی پر رضامند کر لیں گے۔ مگر سب الٹا ہو گیا۔

اچانک اس کے نکاح کاسن کروہ تمللا اٹھی تھی، اور ہر کسی سے لڑتی پھر رہی تھی۔

سفیان ماتھا مسلتا کمرے میں آ کر گاڑی کی چابی لیتا واپس شہر والے اپنے اپارٹمنٹ چلا گیا کہ نہیں چاہتا تھا وہ بھی لوگ اس فضول قسم کی بحث میں اسے بھی شامل کریں۔

وہ آیا اور بیڈ پر گرنے والے انداز سے لیٹ گیا ٹانگیں بیڈ سے نیچے لٹکی تھیں۔

وہ حویلی کی پریشانی سے نکلنے کے لیے پھر سے مشی کو یاد کرنے لگا کہ اس کے پاس ہمیشہ یہی طریقہ ہوتا تھا پہلے تو اس کے ذہن کو ننھی مشی پریشانی سے کھینچ لاتی تھی، اب یہ کام بڑی مشی کر رہی تھی۔

وہ اپنی سوچوں میں آنکھیں بند کیے ہی مصروف تھا، جب ماتھے پر مانوس سائلس محسوس ہوا، وہ ہاتھ ہمیشہ کی طرح آج اتنے عرصے بعد اس کے ماتھے سے بال ہٹا اور سنوار رہے تھے، یقیناً یہ سچ نہیں تھا، ہو ہی نہیں سکتا تھا اس کا وہم تھا، مگر آواز پر وہ پیٹ آنکھیں کھولے اٹھ بیٹھا۔

"سفی"

وہ پاس ہی تو بیٹھے تھے اس کا وہم نہیں تھا وہ اسے اس کے نک نیم سے بھی بلا رہے تھے، انداز وہی مشفقانہ تھا۔

"بھائی آپ" وہ بس اتنا کہہ سکا، اس کی آنکھوں کی بے یقینی پر رافع مسکرا دیا مگر مسکراہٹ زخمی تھی، یعنی وہ اس کی طرف سے یہ امید بھی چھوڑ چکا تھا۔

دونوں اس وقت آمنے سامنے سفید کاٹن سوٹ میں موجود تھے۔ ایک تو بچوں کی طرح بے یقینی سے دیکھ رہا تھا، تو دوسرے کی آنکھوں میں محبت اور شفقت بڑھتی جا رہی تھی۔

رافع کو یقین ہو چلا تھا کہ زویا سفیان کو صحیح سمجھی تھی، وہ اپنی انا میں ایک قیمتی رشتے کو کھونے جا رہا تھا۔

جب ابھی وہ حویلی گیا تھا حویلی والوں کو خبر دار کرنے کے وہ کوئی انتہائی قدم نہ اٹھائے ورنہ خمیازہ بھگتے گیس کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وہ لوگ ضرور کچھ کریں گے۔ مول سے ہوئی اس کی باتیں سن چکا تھا، تبھی وہ سب سے ملتا اپنے نکاح کی خبر دیتا نہیں کسی بھی پیش رفت پر وارننگ دیتے اس کے پیچھے آیا تھا، کیونکہ اسے لگا تھا، کہ بہت کچھ ہے جو انہیں ایک دوسرے کو بتانا چاہیے۔

"بھائی آپ یہاں، خیریت تھی" سفیان پریشان ہوا تھا۔

"ہاں بس سوچا آج آپ سے کچھ شکوے کر لیے جائیں"

"کیسے شکوے"

وہ حیران تھا اور نا سمجھی سے پوچھ رہا تھا ابھی تک اس کی موجودگی پر بے یقین تھا، جو بھی معاملات رہے ہوں سفیان نے اسے بھائی کہنا نہیں چھوڑا تھا۔

"یہی کے آپ بدل کیوں گئے؟ ہمارے چھوٹے بھائی کو کہاں چھوڑ آئے ہیں، کیا ہم نے اسے ہمیشہ کے لیے کھو دیا ہے" وہ اسے دیکھتا ہوا سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔

"آپ کیوں شکوہ کریں گے، شکوہ تو ہمارا بنتا ہے، ہمیں اپنے بڑے بھائی سے دور کر دیا گیا تھا، جس کے بغیر ہم کھانا تک نہیں کھا سکتے تھے، جن سے ہم سب کچھ شیر کرتے تھے، اور انہوں نے اپنی عادت بنوا کر ہمیں اکیلا چھوڑ دیا"

رافع نے گہرا سانس لیا ہاں اس کے پاس بھی شکوہ تھا۔

"آپ کچھ عرصہ کے لیے گئے تھے پھر واپس نہ آنے کا فیصلہ آپ کا خود کا تھا، سب ٹھیک ہو سکتا تھا، مگر آپ نے بے جا ضد کی"

"ہم کب ضدی تھے، بھائی، کیا آپ نہیں جانتے تھے آپ کی وجہ سے ہم سے نام نہاد اپنے گھر کا سکون بھی چھین لیا گیا، مجھے وہاں صرف اس لیے بھیجا گیا کہ آپ کی توجہ ہم پر سے ہٹائی جاسکے، آپ کو دلچسپی کوئی نہیں تھی نہ چچا حضور کے معاملات سے نہ ہی مول آپنی سے وہ سب آپ کو نا جانے کس قابل بنانا چاہتے تھے کہ مجھے ایک فضول چیز کی طرح ایک سائیڈ کرنے کے لیے اتنی کم عمر میں ہی تنہا جلا وطن ہی کر دیا۔

اب کے وہ استہزایہ ہنسا بھی تھا، زخمی سی ہنسی تھی وہ

رافع نے دیکھا تھا وہ بس شکوہ کر رہا تھا۔

ہم ہر بار آنا چاہتے تھے مگر ہمیں آنے نہیں دیا گیا ہر بار فضول بہانے بنائے گئے۔ جب چچا حضور کی وفات پر تھوڑے وقت کے لیے ائے تب ہم رکنا چاہتے تھے بابا سے بات کی تو جانتے ہیں وہ کیا بولے۔

وہ آج کھل گیا تھا نا جانے کب سے یہ باتیں اندر رکھے ہوئے تھا۔ اج موقع ملا تھا اور رافع بھی سن رہا تھا۔

"وہ بولے تھے ایک شرط پر ہمیں رکنے دیں گے اگر ہم کسی بھی طرح آپ کو منوائیں گے آپ مول آپنی سے شادی کر لیں اور ہم جانتے تھے آپ ہمارے لیے مان بھی جائیں گے مگر نہ تو آپ کبھی خوش رہ پاتے نہ مول آپنی، تبھی جتنا ہو سکا ہم نے آپ کے لیے نفرت آمیز الفاظ استعمال کیے بابا حضور کو یہ جتانے کے لئے کہ وہ ہمیں آپ کے خلاف استعمال نہیں کر سکتے کیونکہ ہم جانتے تھے اس بات پہ نہیں تو کسی اور طریقے سے وہ ہمیں آپ کے خلاف ضرور استعمال کرتے، تو ہم نے خود کو آپ سے دور کر دیا تاکہ آپ کی کوئی کمزوری ان کے پاس نہ رہے۔

وہ کچھ بھی کر سکتے ہیں انہیں طاقت حاصل کرنے کا شروع سے جنون رہا ہے، عجیب بات یہ ہے اپنی اولاد کو بھی وہ اپنے مقصد کے لیے استعمال کر سکتے ہیں، آپ ہر بات سے واقف ہیں "وہ اب اس کی طرف دیکھ رہا تھا،

بے شک وہ صحیح کہہ رہا تھا شروع سے اس کی دوہی کمزوریاں تھیں ایک رافع کی ماں اور دوسرا سفیان۔

رافع کے چچا کو کبھی بھی اصولی کام پسند نہ تھے، وہ ہمیشہ زیادہ فائدہ دیکھتے تھے، چاہے صحیح طریقہ سے ائے یا غلط اس چکر میں وہ اپنا کافی نقصان بھی کر چکے تھے، مگر انہیں دوبارہ وہی مقام چاہیے تھا، تبھی وہ اپنے بڑے بھائی کے ساتھ بزنس کے ساتھ سیاست میں بھی حصہ لینے کی بھرپور کوشش کرتے، مگر انہوں نے ہمیشہ انہیں مخصوص فاصلے پر رکھا جانتے جو تھے ان کی فطرت مگر وہ ہار نہیں مان سکتے تھے چنانچہ رافع کے ساتھ مومل کی نسبت تے کروادی مقصد اپنی پوزیشن سٹرونگ کرنا تھا۔ مگر رافع کو مومل میں ذرا دلچسپی نہ تھی الٹا چڑھتی اور سفیان سے بہت لگاؤ تھا تو انہوں نے اپنی بیوی کو اعتماد میں لے کر سفیان کو باہر بھجوا دیا، مقصد رافع کو مومل کی طرف متوجہ کرنا تھا، جو کبھی ممکن نہ ہوا، رافع کے والد کی موت کے بعد وہ سب سنبھالنا چاہتے تھے مگر والد کی نصیحت کے مطابق رافع کو ہی سب سنبھالنا پڑا اور وہ اکیلے کام سنبھالنے کا عادی تھا، ایک مرتبہ پھر

وہ اپنے مقصد میں ناکام ٹھہرے تھے، اور سفیان اور رافع کے درمیان تلخی بھی ان کے لیے ناکامی کا سبب بنی تھی۔

رافع چچا کے بارے میں سب جانتا تھا مگر لہاظ کے دائرے میں وہ ان کو اس سبب سے دور رکھے ہوئے تھا مگر ان کے تمام تر ارادوں سے باخبر تھا،

"بعض رشتے بڑی آزمائش ہوتے ہیں انسان چاہے کبھی کچھ نہیں کر سکتا" رافع کا بھی یہی حال

تھا۔

NovelHiNovel.Com

وہ حقیقت بتا کر چپ ہو گیا تھا۔

"کیا مجھے میرا بھائی واپس مل سکتا ہے" رافع نے اس کی طرف دیکھ کر کہا تھا

"بھائی ہم آپ کے لئے مصیبت نہیں بننا چاہتے" وہ ضبط سے کہتے منہ پھیر گیا،

وہ دونوں اتنے سالوں کی ناراضگی کے بعد بھی حجت سے بات کر رہے تھے، اور یہی چیز ان کے

رشتے کی مضبوطی ظاہر کر رہی تھی۔

"اور اگر میں کہوں تمہارا بھائی اتنا مضبوط ہے وہ سب سنبھال لے گا تم خود کو مزید تنہا نہ کرو تو یقین

کرو گے"

اس کا کہنا تھا کہ دوسری طرف منہ کر کے آنسو ضبط کرتے لال چہرے کے ساتھ سفیان فوراً مڑ کر اس کے گلے لگا تھا۔

"بھائی ہم وہاں بہت ڈرتے تھے۔ کوئی بھی تو نہیں تھا، اپ بھی نہیں تھے، ہمیں کتنی دفعہ آپ کی ضرورت محسوس ہوئی تھی" وہ ضبط سے کہہ رہا تھا اور آنسو آنکھوں سے جاری تھے جب رافع کی آنکھیں بھی بھر آئی وہ کتنا بدگمان رہا تھا اپنے چھوٹے بھائی سے وہ سوچ بھی کیسے سکتا تھا، کیا وہ اسے نہیں جانتا تھا، اسے غصہ آیا تھا خود پہ اس نے کیوں اسے اس کے حال پہ چھوڑ دیا تھا، جب وہ سیدھا ہوا اور آسودگی سے مسکرا کر رافع کو دیکھا اور آنکھیں صاف کی۔

"تم ابھی بھی اتنے حساس ہو سفیان جیسے بچپن میں تھے۔"

"نہیں اب ایسا بھی نہیں بس آپ کو دیکھ کنٹرول کھودیا" وہ منہ بنا کر بولا تھا۔

وہ بالکل اس کے سامنے پھر سے چھوٹا سفیان بن گیا تھا۔

"ویسے بھابھی بہت اچھی لگی ہمیں، آپ خوش ہیں؟"

"ہاں ضرورت سے زیادہ خوش ہوں، تم ابھی جانتے نہیں وہ تمہاری سوچ سے زیادہ اچھی ہیں"

رافع مسکراتے فخر سے بولا تھا کی سفیان نے اس کی خوشی دیکھ دل میں ہمیشہ خوش رہنے کی عادی تھی۔

"میں تم سے کبھی غافل نہیں رہا سفیان، ہمیشہ تمہارے لیے فکر مند رہا تمہارے ساتھ میرا سایہ ہر جگہ تھا۔"

"جانتا ہوں بھائی"

"تمہارے ساتھ تمہاری ٹیڈی بیئر کا بھی خیال رکھا ہے، تم وہاں تھے تو وہ تمہاری امانت تھی" رافع نے مسکرا کر کہا تو سفیان حیرت سے اسے دیکھے گیا پھر اس کے چہرے کو دلفریب مسکراہٹ چھوگی، وہ جانتا تھا ہمیشہ سے اس کی ساری باتیں جو وہ رافع سے کرتا تھا اس میں مثنیٰ کا ہی ذکر ہوتا تھا۔ تو وہ کیسے اس سے انجان رہتے یہ رافع کی محبت تھی اس کے لیے، کہ انہوں نے اس کے پیچھے اس لڑکی کے پورے خاندان کا خیال رکھا تھا، اپنے بھائی کے لیے۔

"بھائی وہ بہت بدل گئی ہے، ہے نہ" جب وہ بولا تو اس کے چہرے پر نمایاں ہوتی سرخیوں کو دیکھ رافع منظوظ ہوا تھا۔

"تم بھی تو بدل گئے ہو"

"شکر یہ بھائی اس کا خیال رکھنے کے لیے"

"میں ذرا اپنے مسئلہ سے فارغ ہو جاؤں تو تمہارا بھی کچھ کرتے ہیں" وہ مسکراتے اس کے بالوں

میں ہاتھ پھیر کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"چلو شاباش کافی پلاؤ مجھے" وہ جو اس کی بات سن شاک میں تھا اس کے اگلے حکم پر چہرے کی مسکراہٹ چھپاتے بالوں میں ہاتھ پھیرتے باہر کچن کی طرف نکل گیا۔

"ادھر رافع کھڑکی میں کھڑانے والے معاملات کو سوچنے لگا جن کو پایا تکمیل تک پہنچانا آسان نہیں تھا، مگر رافع سکندر کے لیے ناممکن نہیں تھا۔ مگر اس کا دل آج بہت پر سکون تھا، آخری بوجھ بھی ہٹ چکا تھا۔

NovelHiNovel.Com

"ہیلو کون بول رہا ہے؟"

"ہم نواب زادہ سفیان حیدر بات کر رہے ہیں، کیسی ہیں آپ" فون میں گھمبیر بھاری آواز گونجی۔

وہ جو مصروف سی انجان نمبر بغیر دیکھے اٹھاگی تھی، اب سیدھی ہو کے بیٹھ گی۔

"ہم، میرا مطلب میں ٹھیک ہوں، آپ بتائیں کیسے ہیں؟"

"ہم تو ہمیشہ سے بہت اچھے ہیں، شاید آپ بھول گئی ہیں"

وہ جو آج اپنے جان عزیز بڑے بھائی کے واپس مل جانے پر، جو اس کی تمام مشکلات اس تک پہنچنے

سے پہلے دور کر دیتا تھا، بہت پر سکون تھا، ساری اداسی اتنے سالوں کا سنجیدہ خول اتر چکا تھا،

وہ بے فکر سا ہمیشہ کی اس کی تنہائی کی ساتھی، جسے پہلے تو وہ جب بھی ادا اس یا اکیلا ہوتا اس سے اپنے خیالات میں ہم کلام ہوتا، جس سے وہ رافع بھائی کا اس کو نظر انداز کر دینے تک کا شکوہ کرتا، اب سب بدل رہا تھا، اب تو اس نے اپنے خیالوں کی چھوٹی مٹی کو بھی دیکھ لیا تھا جو بڑی ہو گئی تھی، تو پھر اب اس سے ڈائریکٹ اپنی خوشی شینر کرنا تو بنتا تھا۔

"نہیں۔ نہیں میں نہیں بھولی بھلا مد کرنے والے کو بھی کوئی بھولتا ہے؟" وہ ساتھ وضاحت بھی دینے لگی تھی۔

"اگر یاد رکھ لیتی تو کیا ہو جاتا، ہمیں ایسا محسوس نہ ہوتا کہ شاید ہم بہت قیمتی سرمایہ کھو چکے ہیں، پر کوئی نہیں ہمیں پھر سے حاصل کرنا بھی آتا ہے، پر انانہ سہی نیا ہی سہی" وہ سرداہ بھر کر رہ گیا، وہ بچپن کا سب کچھ بھول گئی تھی، جو اس کا اب تک کی زندگی کا سرمایہ تھا۔

جو بس اس تک محدود تھا، اور اسے خیال تک نہ تھا، وہ بالکل ہی انجان تھی اس سے، یہ چیز اسے تکلیف دے گی تھی۔

"ہیں، میرا مطلب کیا مطلب مجھے کچھ سمجھ نہیں آئی"

وہ واقعی اس کی باتیں نہ سمجھ پائی تھی۔

"کیا آپ آپنی نئی شال کے بارے میں پوچھ رہے ہیں؟ آپ ہمیں یاد دلا رہے ہیں کیا؟ واقعی آپ کے لیے وہ چادر بہت قیمتی تھی؟" وہ ہونقوں کی طرح بولی تھی اسے تو یہی سمجھ آیا تھا کہ وہ اپنی چادر کو لے کر بات کر رہا ہے۔ بھلا اس کے علاوہ دونوں میں اور کیا بات ہو سکتی تھی، تو اس نے سوچا کنفرم کر لے۔

اس کی بونگیوں کو سنتے سفیان نے اپنا فون کان سے ہٹا کر حیرت سے دیکھا تھا، کیا وہ واقعی بچپن کی باتوں کو یاد کرنے کو شال یاد کروانا سمجھ رہی تھی۔

"آپ کو لگ رہا ہے کہ ہم شال کی بات کر رہے ہیں، واقعی؟" وہ دانت پیس کر بولا تھا۔

"تو، تو پھر کیا بات کر رہے ہیں؟" وہ اب سنبھل کر بولی تھی۔

"شال کی بات نہیں کر رہے تھے ہم، خیر بتائیں فنکشن سہی سے ختم ہو گیا تھا"

"جی سب اچھے سے ہو گیا تھا"

"کتنی دیر دونوں طرف کچھ کہنے کو نہیں تھا، وہ خاموش رہی کہ فون رکھنے کا کہنے پر وہ برانہ منا جائے، اور وہ سوچ رہا تھا، کہ اس سے بات کرنا اس قدر مشکل کیوں ہو گیا ہے، مگر پھر اسے یہ چیز طیش دلائی، وہ کسی صورت اس سے دور نہیں ہو سکتا تھا اور نہ اسے ہونے دے سکتا تھا، اسے مٹی واپس اپنی زندگی میں چاہیے تھی، ہر حال میں وہ جو اس سے بہت باتیں کرنے کی

غرض لے کر فون کر رہا تھا، وہ کچھ بھی نہ کہہ پایا، ان دونوں کے درمیان یہ جھجک کی دیوار سے زہر لگی تھی، جسے ہر حال میں ختم کرنا تھا، پھر اس پر حق جمانا تھا یہ سوچتے وہ غصے میں فون بند کر گیا، جبکہ دوسری طرف مشی اس کے عجیب رد عمل پر کندھے اچکاگی، اسے اس بندے کی سمجھ نہ آئی، وہ یقین نہ کر پاتی تھی، جب سنتی تھی، کہ اس کا اس کے بغیر بچپن میں گزارا نہیں تھا، وہ بری طرح اس کی عادی تھی، مگر وقت کیسے گزر جاتا ہے،

مگر وہ خواب، ہاں اس خواب کا سوچتے وہ چپ کر جاتی تھی۔

تبھی وہ سر جھٹکتی عینہ کی طرف کروٹ لیتی سوگی۔

یہ جانے بنا کہ کسی کو اس کی بے خبری کتنا بے سکون کر گی ہے۔

"بھابھی حضور ہماری بیٹی کا کیا ہوگا، اپ نے زبان دی تھی، وہ بچپن سے رافع کے نام بیٹھی ہیں،"

سفیان کی والدہ، رافع کی والدہ کے اگے رورو کر شکوہ کر رہی تھیں۔

"اور رافع کو دیکھیں، ہم سب کو الٹا دھمکی دے کر گئے ہیں، ہمارا زرا لہاظ نہیں کیا"

نواب زادہ حیدر علی بھی بھرے بیٹھے تھے، انہیں رافع کا دھمکانہ گرم توے پر بٹھا گیا تھا، وہ تب سے تملار ہے تھے۔ کیونکہ ایسا پہلی بار ہوا تھا، یعنی وہ لڑکی اس کے لیے بہت اہمیت رکھتی تھی،

جس کے لیے وہ خاندان کو بھی کسی کھاتے میں نہیں لایا تھا۔ مطلب وہ اس لڑکی کو آسانی سے راستے سے نہیں ہٹا سکتے تھے۔

"ہم بات کرتے ہیں رافع سے اسے اس لڑکی یا خاندان میں سے ایک منتخب کرنا ہوگا۔"

"کیوں مذاق کر رہی ہیں بھابھی حضور انہیں خاندان کا اتنا پاس ہوتا تو وہ یہ کبھی نہ کرتے"

"ہم نے کہا تھا، ہم ملے تھے اس لڑکی سے وہ بہت چالاک ہے، ہمارے چشم چراغ کو آخر چھین ہی

لیا، ہم نے آپ کو خبردار بھی کیا تھا، مگر آپ نے غور ہی نہ کیا"

اب نائمہ بیگم کو شرمندہ کرنے کی باری خالدہ بیگم کی تھی۔ شوہر کے ساتھ وہ بھی نواب بیگم کے کان بھرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑ رہی تھیں۔

اور پھر نائمہ بیگم کچھ نہ بول سکی، اور خاموشی سے اپنے کمرے کی طرف جانے لگی جب رک گئی۔

"مگر ہم اس لڑکی کو کبھی قبول نہیں کرے گے، اور نہ ہی انہیں نواب زادہ رافع سکندر کی بیوی

ہونے کا مان دیں گے۔ وہ کہتی کمرے میں چلی گی تھی۔

جبکہ وہ دونوں میاں بیوی اب دانت پٹیں رہے تھے۔

"نواب صاحب اب کیا کریں گے، آپ نے تو کہا تھا سب آپ کے مطابق ہو گا کتنے سال ہو

گئے، انہیں چکروں میں ہم نے اپنے بیٹے کو اتنی کم عمر میں دور بھیجا کہ وہ ہم

سے ہمیشہ کے لیے دور ہو گیا ہے، اور مول گگ دماغ میں تو بیٹھایا ہی یہی تھا کہ وہ حویلی کی بڑی بہو بیگم بنے گی، رافع آپ کو نہ سیاسی معاملات میں مداخلت کرنے دیتا ہے نہ کاروباری، اور نہ آپ کے کاروبار کو بڑھانے میں مدد کرتا ہے، اب وہ کڑکی آگی جس کے لیے رافع نے رہا سہا لہاظ بھی ختم کر دیا ہے، کیا فائدہ ہوا اتنے سالوں کی محنت کا، کچھ بھی تو ہاتھ نہ آیا بلکہ آپنا بیٹا بھی خود سے بے زار کر بیٹھے ہیں "

وہ وہی سر پکڑ کر بیٹھ گئی، جبکہ حیدر علی اب بھی گہری سوچ میں غرق تھے۔

ذویامیری جان کل رخصتی ہے تمہاری اور تم ایسے گھوم رہی ہو، کوئی تیاری نہیں کرنی کیا۔

رابعہ بیگم اسے ملنگوں کی طرح لاپرواہ گھر میں ٹہلتے حیران ہو کر بولی۔

"افف ماما کونسا فیشنل رخصتی فنکشن ہے، ایک ڈنر تو ہے وہ بھی چند قریبی دوستوں اور

رشتے داروں کے ساتھ میرے بچوں کا، ایسا بھی کیا اہتمام کروں۔"

وہ آرام سے بولی، جب اچانک لائن میں آتے ملازموں کے ہاتھوں میں ڈھیروں سامان دیکھ چوکی،

"یہ سب کیا ہے "

"میم یہ سب رافع سرنے بھیجا ہے کل کے فنکشن کے لیے "وہ کہتے ساتھ چلے گئے تھے،

جہاں کہ زویا نے فون اٹھا لیا رافع کو کال کر پوچھنے کے لیے،

"ایک چھوٹے سے فنکشن کے لیے اتنا کچھ کیوں بھیجا بھلا" جب فون پہ چلتے ہاتھ رکے اور اس نے اپنی ماں کو دیکھا۔

"رافع نے کہا تھا وہ کل کے لیے تمہارا سارا سامان اپنی مرضی کے مطابق بھیجے گا۔ اور تم یہ کیوں کہہ رہی ہو کہ چھوٹا سا فنکشن کل پر اپر رخصتی ہے تمہاری زویا، گرینڈ فنکشن ہے، پورا ہمارا سرکل انوائیٹڈ ہے، تمہارے بابا نے نہیں بتایا"

جبکہ زویا ہونقوں کی طرح منہ کھولے بیٹھی تھی، یہ بھلا کب ہوا، جب رحمت شاہ اس کے پاس آکر بیٹھے اور اسے اپنے حصار میں لے لیا، وہ نم آنکھوں سے ان کی طرف دیکھنے لگی، چہرے پر ناراضگی بھی تھی۔

جبکہ رحمت شاہ اس کے ماتھے پر بوسہ دے کر اسے گلے سے لگا گئے، وہ بھی چپ چاپ بیٹھی رہی کتنی دیر وہ دونوں کچھ نہ بولے، جبکہ رابعہ بیگم آسودہ مسکراہٹ کے ساتھ اپنے آنسو صاف کرتی دونوں باپ بیٹی کو ہمیشہ کی طرح ایک دوسرے سے دل کا احوال بانٹنے کے لیے اکیلا چھوڑ گئی۔

"ہم جانتے ہیں آپ اتنی عجیب طریقے سے رخصتی کیوں کرنا چاہتی تھی، مگر ہمارے پاس ایک ہی شہزادی ہے ہماری ریاست کی وارث ہم اتنے بے رونق طریقے سے تو اسے رخصت نہیں کر

سکتے نہ، ہمیں آپ کے شان اور وقار کو مطابق آپ کو رخصت کرنا ہے، جو آپ کی طرح ہمارے لیے بھی بہت مشکل ہے،

مگر مشکل کام ہمیشہ ان کے حصے میں آتے ہیں جو اس کے پورا کرنے کے قابل بھی ہوں، چونکہ اتنی مضبوطی اللہ نے صرف بیٹیوں اور ان کے والدین کو نصیب کی ہے، تو ہمیں بھی یہ فرض پورا کرنا ہوگا۔"

"مگر بابا بس یہی میں خود کو بہت کمزور فیمل کرتی ہوں"

وہ ان کے سینے سے لگی بول رہی تھی انہوں نے اسے خود میں بھینچا ہوا تھا۔

"مگر آپ یہ بھی کر جائیں گی ہم جانتے ہیں دوری تو دونوں صورتوں میں ہے، تو بہتر نہیں آپ شان سے اپنی زندگی میں نئے چیلنج کو ویلکم کریں"

"ٹھیک ہے"

"اور اگر آپ اور ماما زیادہ روئے تو میں رخصتی کینسل کر دوں گی پھر نہ کہئے گا" وہ بولی تو وہ ہنس دیے۔

"آہاں آپ کر ہی نہ جائیں، ہم جانتے ہیں آپ رافع کی فیملی کی وجہ سے شادی کے لیے مانی

ہیں، ورنہ انہیں پانچ سال لٹکانے کا پورا ارادہ تھا،

ہم جانتے ہیں آپ کتنی پوسیسوہیں رافع کے لیے، اس لیے یہ کبھی نہیں کرنے والی، آپ یہی تو ہوں گی اس شہر میں ہم روز بھی مل سکتے، والدین کبھی بھی اولاد سے دستبردار نہیں ہو سکتے، دل مضبوط کریں "

"آپ بھی پلیز بابا، آپ جانتے ہیں آپ میری طاقت ہیں،"

"او کے میری جان ہم بہت خوش اور مطمئن ہیں آپ کے لیے، اللہ آپ کو ہمیشہ بری نظر سے

محفوظ رکھے"

پھر کتنی دیر وہ ہوں ہی باتیں کرتے رہے اور رابعہ بیگم نے بھی ان کو جوائن کر لیا رحمت شاہ ان کے گرد بھی حصار بنا گئے، وہ چھوٹی سی فیملی اس وقت ایک دوسرے کا دل بہلانے میں مصروف تھی "

عینہ اپنے سارا دن کا حال دینے میں مصروف تھی، اور حیات اسے سنتی اس کے بال خشک کر رہی تھی، یا اور بغور اسے دیکھ رہا تھا وہ عینہ کی بے تکی باتوں پر بھی اسے نہ روکتی تھی۔ وہ سکول سے آئی تو وہ اسے فریش کروانے لگی، جبکہ یاد اب لچ گھر ہی کرتا تھا کہ اسے بری طرح حیات کے ہاتھ کے کھانے کی عادت ہو گئی تھی۔

"حیات آپ عینہ کی باتوں سے اکتاتی نہیں ہیں کیا، وہ پہلے اتنا نہیں بولتی تھی، جتنا اب بولتی ہے، اور یہ آپ کے آنے کے بعد ہوا ہے، وہ چھوٹی سے چھوٹی بات بھی آپ کو بتانے دوڑ پڑتی ہے۔ اور آپ تو ایسے سنتی ہیں جیسے اس سے اہم بات کوئی نہ ہو، ایسے تو وہ باتوں کو ہوجائے گی۔"

حیات مطمئن سی مسکراتی اس کے پاس آ بیٹھی جو یاور کے سوال پوچھنے سے پہلے عینہ کو آمنہ بی کو جا کر کھانا لگوانے کا کہنے کے لیے بھیج چکی تھی۔

یاور نے اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے اور لبوں سے لگا گیا، اب وہ متوجہ تھا اسے سننے کے لیے۔

"وہ باتوں کو نہیں ہوگی یاور، ابھی اس کی عمر ایسی ہے کہ وہ فرق نہیں کر پاتی اہم اور غیر اہم باتوں کا، وقت کے ساتھ سیکھ جائے گی، اور میں اس کی باتیں اس لیے سنتی ہوں کہ اسے عادت ہو جائے اپنی ہر بات مجھ سے شیر کرنے کی،

پھر اسے کبھی ضرورت نہیں رہے گی کبھی باہر ایسے دوست بنانے کی کہ جن سے وہ اپنی باتیں شیر کرے، اس کے پاس گھر میں اس کے پیرنٹس ہوں گے، جو اسے اتنا اعتماد دے چکے ہوں گے کہ وہ اپنی ہر بات بغیر کسی خوف کے انہیں بتائے کہ وہ اسے سمجھتے ہوں گے۔

ہم اس طریقے سے اسے بغیر کسی جھجک کے غلط صحیح سمجھا سکیں گے، ہم اپس میں ڈسکشن کرتے ہوئے اسے ہر دور کے حالات سے واقفیت دیں گے کہ وہ خود انہیں سمجھنے لگے بجائے ان سے انجان رہ کر اپنا کوئی نقصان کرے۔

بے شک اولاد میں خود اعتمادی والدین سے ہی آتی ہے ہمارے رویے انہیں سکھاتے ہیں، ہم جیسا اسے سمجھائیں گے دیکھائیں گے وہ ویسا سمجھے گی، بجائے وہ کوئی تلخ تجربہ کرے، مجھے عینہ کو سٹرونگ بنانا ہے، بے شک آزمائش اللہ کی طرف سے ہوتی ہے مگر میں چاہتی ہوں اسے اس قابل بناؤں کہ وہ ایمان کے ساتھ ہر طرح کے حالات میں خود کو سنبھال سکے، اور یہ تمام والدین کی ذمہ داری ہے، آپ کو بھی اسے ایسے ہی ٹائم دینا ہوگا، وہ آپ سے بہت اٹچ ہے، اور بیٹیوں کو سب سے زیادہ اعتماد والد ہی دے سکتا ہے،

جیسے میرے بابا نے کیا، انہوں نے ہم سب پر خاص توجہ دی ہے، چاہے وہ کتنا ہی تھک کر کیوں نہ آتے تھے، ہمارا فیملی ٹائم ضرور ہوتا تھا بچپن سے میری شادی ہونے تک ہم ہر طرح کے مسائل ڈسکس کرتے تھے باتیں کرتے تھے ایک دوسرے کو سنتے تھے، اور سارا دن میں فیملی کے ساتھ گزارنے والا وہ وقت ہم سب کے لیے بہت پسندیدہ تھا۔ کہتے کہتے اس کی آنکھیں نم ہوئی تھی پر وہ مسکرا رہی تھی۔

وہ چپ ہوئی تو یاور کو خود کو تکتا پایا،

"ایسے کیا دیکھ رہے ہیں"

"دیکھ رہا واقعی اللہ نے یہ ہمیشہ ثابت کیا ہے، کہ تم میری کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے"

وہ آگے بڑھتا اس کی آنکھوں پر لب رکھ گیا۔

"میں جتنا بھی اس کا شکر گزار ہوں کم ہے، کیونکہ سمجھدار عورت جو آپ کی اولاد کی صحیح تربیت کرنے والی ہو، کسی نعمت سے کم نہیں، میں جتنی بار آپ کا قدر دان ہوں کم ہے، کیونکہ میرے پاس الفاظ نہیں ہوتے اب"

"بار بار نہ کہا کریں مجھے ایسا یاد، ہمارا جوڑا اللہ کی طرف سے بنایا گیا ہے، اور یہ رشتہ جتنا مقدس ہے، اتنا محبت اور احساس سے بھرا ہے اس میں الفاظ کی ضرورت ہوتی بھی نہیں، یہ بن کہے ہی ہر چیز خوبصورتی سے لپیٹ دیتا ہے"

NovelHiNovel.Com

"السلام علیکم بھائی"

"واعلیکم السلام میرے شیر، صبح صبح ہی فون کر دیا خیریت ہے" رافع محبت سے لبریز انداز میں بولا تھا۔

"جی بھائی سب ٹھیک ہے، آپ سے ایک ضروری بات کرنی تھی"

"ہاں کہو"

"بھائی ہمیں مشی ہم سے منسلک چاہیے، ہم اس پر اپنا حق چاہتے ہیں"

اور رافع نے سرد سانس چھوڑی تھی، پھر مسکرا دیا، وہ بھی اس کی طرح ہی سوچ رہا تھا۔

"ضرور ہم پہلی فرصت میں امجد صاحب سے بات کرتے ہیں، منگنی کر دیتے ٹھیک ہے"

رافع نے مسکراہٹ ضبط کی تھی۔

"منگنی نہیں بھائی، نکاح میں چاہیے وہ ہمیں" اور رافع ہنس دیا تھا۔

"جیسا تم کہو جزباتی انسان پہلے میرے پاس آؤںج بارات لے کے جانی تمہارے بھائی کی، اور تمہیں

اپنی پڑی ہے، فوراً پہنچو

"جی بھائی ہم آتے" رافع کے ہامی بھرتے ہی اس کے تو مانو پاؤں ہی زمین پر نہیں ٹک رہے

تھے، وہ اتنی آسانی سے اسکے نام ہو جائے گی خیال ہی پر مسرت تھا، بھلا کسی کو کیا مسئلہ ہو سکتا تھا

۔ وہ فوراً تیار ہونے کو پلٹا کے اس کی ٹیڈی بیئر بھی تو وہاں آنے والی تھی، وہ آکسائیڈ تھا۔

"زویٰ یارا اٹھو کون کہہ سکتا ہے آج اس لڑکی کی رخصتی ہے"

وہ کمر پر دونوں ہاتھ رکھے اسے اٹھانے کا معرکہ سرانجام دے رہا تھا جوان اور ہی ارادوں میں تھی۔

"زویٰ اٹھ رہی ہو کے نہیں" اب کی بار اسے جھنجھوڑ ہی ڈالا تھا "جب وہ ہڑ بڑا کے سٹھ بیٹھی پر

سامنے نظراتے شخص کو دیکھ کر آنکھیں مسلنے لگی، آیا وہ واقعی وہاں تھا،

جب یقین آنے پر چیخ مارے بیڈ پر کھڑے ہوتے ہی اسے گلے لگایا،

"سالاً سالاً، تم آگئے، رات تو کہہ رہے تھے نہیں آ پاؤ گے" وہ اس کے گلے سے لگتی بول رہی تھی۔

"صبح ہی پہنچا ہوں سر پر انز بھی کوئی چیز ہوتی ہے، تمہارا اتنا اہم دن کیسے جانے دیتا"

"ہائے صدقے میرا پیارا بھائی" اس کی بلائیں لے ڈالی تھی زویانے خوشی کے مارے وہ اسی اس سے چند ماہ بڑی تھی، اسکے ساتھ وہ یوں بن جاتی تھی۔

"اسی خوشی میں میں اپنی شادی سے فارغ ہو کر تمہاری شادی کی تیاری کرنے والی ہوں" وہ سنتا مسکرا کر بالوں میں ہاتھ پھیر گیا۔

"وہ کافی چھوٹی ہے ابھی"

"کوئی نہیں منگنی کر لیں گے، وہ اتنی پیاری ہے ڈر لگا رہتا ہے کوئی اور نہ لے جائے، مجھے وہ تمہارے لیے چاہیے"

اس نے تو بات ہی ختم کر دی، جب کہ اس کی بات پر سالار بھی چونکا، پھر متفق ہو گیا،

"اوکے، یہ سہی ہے، میں کسی بھی صورت اس ڈے دستبردار نہیں ہو سکتا"

زویانے اس کا سنجیدہ چہرہ دیکھا جو بہت کم دیکھنے کو ملتا تھا، پھر اس کا کاندھا تھپتھا کر اسے تسلی دی۔

ذویابرائیڈل روم میں تھی، جبکہ اس کے ساتھ مشی حیات اور عینہ موجود تھی۔

"اُممما۔۔۔ میری عینہ تو پوری ڈول لگ رہی ہے" یہ حیات تھی جس نے عینہ کے گال چوم ڈالے تھے، کیونکہ آج وہ حیات کی گود سے کہیں جانے کا ارادہ نہ رکھتی تھی، مشی اسے باتوں میں لگا کر اپنے پاس بٹھالیتی تو اس کی بات ختم ہوتے ہی وہ واپس حیات کی گود میں چڑھ کر بیٹھ جاتی ابھی بھی وہ زویا کے ساتھ باتوں میں لگی تھی، جب ایک بار پھر وہ اس کی گود پہ بیٹھ کے اس کی گردن کے گرد بازو باندھے اسے دیکھنے لگی، اور حیات کو اس پہ بہت پیار آیا۔

"جبکہ ذویانے اسے مصنوعی گھوری سے نوازا،

"میں سب سمجھ رہی ہوں، اسے میرا تم سے بات کرنا برداشت نہیں ہو رہا ایسا ہے نہ آپ نہیں چاہتی کہ ماما مجھ سے بولے؟"

جبکہ اس کا منہ تو تب کھلا جب عینہ نے سچائی سے اچھے بچوں کی طرح اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس کی بچوں سے خوب بنتی تھی مگر یہ واحد بچی تھی جو اسے چڑانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتی تھی۔ پتا نہیں کیا چیز تھی وہ۔۔۔

جبکہ حیات ہنس دی۔

اتنے میں مشی اندر داخل ہوئی۔

"بارات آگے ہے" وہ بھاگتی آئی اب کے چہک کر بولی تھی،

زویا اس وقت ڈارک ریڈ لانگ فرائیڈ، لہنگے میں ملبوس تھی، ساتھ پہنی ہیوی جیولری سے وہ اس وقت کسی ریاست کی

ملکہ لگ رہی تھی جو تھی بھی اس کی مالائیں پیٹ تک آرہی تھی۔ میک آپ نے اس کے روپ کو خوب سنوارا تھا۔ سر پہ دوپٹہ سیٹ تھا، جبک ایک اور دوپٹہ اس کے کندھے پر بھی سیٹ تھا، وہ بہت مہنگا ڈیزائن جوڑا پہنے ہوئی تھی جو رافع نے خود بنوایا تھا۔

جبکہ حیات نے پنک اور گولڈن میکسی کے ساتھ میچنگ حجاب کے ساتھ ایک انتہائی خوبصورت پنک گولڈن شال بھی اپنے گرد اس طرح اوڑھی تھی جو اس پر بہت پروقارسی لگ رہی تھی۔ میک آپ زیادہ نہ کیا تھا۔ اور یہی نقاب کی وجہ سے اس کی بچت ہو جاتی تھی، کہ اسے میک آپ کرنا پسند نہیں تھا، بولہکسا آئی میک آپ کیا ہوا تھا۔

ادھر مٹی سیاہ شرارہ شرٹ میں دمک رہی تھی کہ ہر ہر نظر اس پر ٹھہر رہی تھی۔ وہ اپنی پوری تیاری میں موجود تھی، اتنا پیارا ہونے کے باوجود اس لڑکی کو اور پیارا لگنا ہوتا تھا۔

بارات کی بات پر ذویا کا دل ایسے دھڑک رہا تھا جیسے ابھی باہر نکل آئے گا اس نے بے ساختہ سوچا تھا

"میں تو بڑی بہادر ہوں یار، پھر یہ کیا ہے" سوچتے اس نے ماتھے سے پسینہ صاف کیا تھا۔

کہ جبھی سالار جو پہلے بار اتیوں کا استقبال کرنے میں مصروف تھا، اب زویا کو اسٹیج تک لے جانے کے لئے آیا تھا، اس نے بلیک اینڈ وائٹ ڈنر سوٹ زیب تن کر رکھا تھا جس میں وہ بہت سو برگ رہا تھا۔

مگر سامنے اس پریوش کو دیکھ کر رک گیا، صرف وہ نہ رکا تھا، اس کا سانس بھی رک چکا تھا جو زویا اور حیات کے ساتھ کھڑی تھی فرق صرف یہ تھا، کہ وہ رافع کے لکس کی تعریف کر کے اسے زچ کر رہی تھی، جبکہ حیات شاید زویا کی حالت سے محظوظ ہوتی اپنی ہنسی دبانے کی کوشش کر رہی تھی، جبکہ وہ تو اس کی شرارت بھری ہنسی ہی دیکھ رہا تھا بے خود ہو کر۔۔۔

جب حیات نے اسے دیکھا تو اس کی آواز پر وہ چونک کر اس کی طرف بڑھا جبکہ دل اور دماغ اور تمام حسیات ساتھ کھڑی ظالم لڑکی کی طرف تھا، مگر وہ اب اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔

"سالار بھائی کیا زویا کو لے کے چلیں اب؟"

"ہاں، میں لینے ہی آیا تھا وہ سر جھٹکتا خود کو اس سحر سے نکالنے لگا جب زویا کی طرف دیکھا تو اس کا بنا ہوا منہ دیکھ کر فوراً اسے اپنے حصار میں لے گیا کہ وہ اسے جان سے زیادہ عزیز تھی۔

"کیا ہو گیا ہے ذوی کیوں کیا کوئی پریشانی ہے، منہ کیوں بنا ہوا ہے تمہارا،"

وہ ساری فکریں بھول اب اس کی طرف متوجہ تھا۔

جبکہ مشی مسکراتے اس کا یہ نرم انداز دیکھ رہی تھی جب بھی اس سے کسی موقع پر ملاقات ہوئی تھی اسے ایسے ہی محبت، عزت اور پرواہ کرتے دیکھا تھا وہ اس سے بہت امپریس تھی، اپنے بابا کے بعد شاید کوئی اسے اتنا اچھا لگتا تھا۔ بلاشبہ وہ آئیڈیل مرد تھا۔

"میری رخصتی ہو رہی میں ہمیشہ کے لیے اپنا گھر چھوڑ دوں گی اس سے بڑی کوئی پریشانی ہو سکتی ہے کیا،"

وہ روہانسی ہوتی ساتھ ایک مقعہ بھی اس کے بازو پر جڑی تھی۔ جیسے سب اس کا قصور ہو، جبکہ وہ بازو سہلاتا ہنس دیا۔

"ذوئی جان ایک دن تو یہ معرکہ بھی تم نے مارنا تھا نہ، تو جگر اڑا کرو" وہ اس کے کندھے تھپکتا بولا ایسے جیسے اسے کوئی لڑائی لڑنے کے لیے ہمت دے رہا ہو۔

اس کی حرکت دیکھ زویانے ایک اور مقعہ اسے جڑ دیا تھا، اب کی بار اس کا بھی منہ بنا تھا۔

"حیات آپ ہی سمجھائیں اسے کون دلہن ڈھائی کلو کے ہاتھ سے اپنی بارات کے دن بھائی پر تشدد کرتی ہے"

جبکہ حیات ان دونوں کی ہمیشہ کی طرح کی لڑائی محظوظ ہو کر دیکھ رہی تھی اور سمجھ رہی تھی، سالار زویا کو اس فیز سے نکال کر نارمل کرنے کے لیے چڑھا رہا ہے وہ ہمیشہ اس کی پریشانی کو دور کرنے کے لیے ایسا کرتا تھا اس کا طریقہ بھی الگ تھا۔

"اچھا پھر کبھی لڑ لینا بھی اس کو تو لے کر چلیں، رافع بھائی کو زیادہ انتظار کروانا اچھی بات نہیں۔"

سفیان گھنٹے میں تیار ہوتا رافع کی طرف گیا تھا، جو کہ اپنے عالی شان بنگلے میں رہتا تھا، وہ بہت خوش تھا رافع کے لیے اس کے مزاج سے جو واقف تھا، وہ پسند کی شادی کر رہا تھا بڑی بات تھی۔

وہ سیدھا رافع کے کمرے کی طرف گیا تھا اور دروازہ ناک کیا،

حالانکہ وہ یہاں پہلی دفعہ آیا تھا۔ مگر اندازے کے مطابق وہ صحیح کمرے کے سامنے تھا۔

"بھائی کیا ہم اندر آ سکتے ہیں" اس نے مزید پوچھا تھا

"ہاں سفی آ جاؤ"

وہ جو اپنے بلیک فیورٹ کلر کھلی شلوار قمیض پر سیاہ ہی واسکٹ پہنے ہوئے تھا جو سیاہ تھوڑی تھوڑی چمک بھی رہی تھی اپنی بھرپور مردانہ وجاہت کے ساتھ پہلی بار کسی شادی کے لیے بالکل پرفیکٹ

تیار تھا، بال جیل سے سیٹ کیے ہوئے مغرور کر سٹل بلیو آنکھیں اس کی شخصیت کو مسمرانز کر رہی تھیں۔

اندر داخل ہوا تو بال سیٹ کرتے رافع نے اسے دیکھا تو مسکراہٹ کے ساتھ آنکھوں میں ستائش ابھری۔

"یہ تیاری میرے شادی کے لیے ہے، یا کسی سپیشل کے لیے؟"

اس نے اببر واچکاتے مسکراتے اس سے سوال کیا تو وہ بھی سر جھکاتا تھا شہادت کی انگلی سے کھجاتا مسکرا گیا، بڑی ظالم مسکراہٹ تھی اس کی

ابو بھی سمجھیں آپ کی مرضی وہ کندھے اچکا گیا۔

"یعنی سپیشل کے لیے ہے۔، سہی"

وہ اب بھی مسکرا رہا تھا اور سفیان جانتا تھا اس کی یہ خوشی جو کی آنکھوں سے چھلک رہی ہے وہ کس کی وجہ سے ہے، وہ بھی اپنے بھائی کی خوشی میں خوش تھا۔

"رافع سفید کڑی ہوئی شلوار قمیض کے ساتھ سیاہ چادر کندھوں پر رکھے ہوئے تھا جس پر بہت ہلکا

ریڈ کلر کا کام ہوا تھا اپنی مونچھوں کو تاؤ دیتا بھوری آنکھوں میں اپنی تیاری دیکھتا وہ سحر انگیز

شخصیت کا مالک شخص تیاری تھا۔

وہ اور سفیان جب اپنے قریبی لوگوں جن سے اچھے تعلقات تھے ان کی فیملیز کے ساتھ بارات کی صورت پہنچا تو ان کا پر تپاک استقبال کیا گیا، رحمت شاہ اور رابعہ بیگم سے ملنے کے بعد اس نے سفیان کا تعارف کروایا تو وہ لوگ بہت خوش ہوئے جب رابع نے سالار کو دیکھا تو اب کی بار وہ انتہائی خوش دلی ڈے ملا تھا، اور اس کی پیروی سفیان نے بھی کی تھی، ایک دوسرے کو ہاتھ ملاتے وقت،

وہ دونوں نہ جانتے تھے کہ وقت انہیں کیسی آزمائش میں ڈالنے والا ہے۔

رابع کو اسٹیج کی طرف لے جایا گیا تو تھوڑی دیر تک سالار کو بھی حکم مل گیا تھا، زویا کو لانے کا، جب تھوڑی دیر تک وہ آتی نظر آئی، اس کے بائیں طرف سالار تھا جس کا بازو اس نے ہاتھ سے پکڑ رکھا تھا جبکی دائیں طرف حیات تھی جو اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھی جبکہ اگے سے اس کا لہنگا بھی تھوڑا پکڑ رکھا تھا تاکہ اسے چلنے میں آسانی ہو جبکہ مشی اور عینہ دنیا کا سب سے محنتی کام کرنے میں مصروف تھی وہ یہ تھا دونوں نے اس کا پیچھے زمین کو لگتا دوپٹہ اٹھا رکھا تھا، کیونکہ لباس پہلے بہت بھاری تھا اوپر سے دو دوپٹے کیری کرنا مشکل ہو رہا تھا،

وہ اینٹرینس میں داخل ہوئی تو ایک سپاٹ لائٹ اس سہج سہج کے چلتی دلہن پر تھی۔ جب اسٹیج کے پاس پہنچ سالار اس سے الگ ہو گیا اور رحمت شاہ نے سرخ ہوتی آنکھوں سے اس کے ماتھے پر بوسہ

دے کر اس کا ہاتھ پکڑا رافع جو کب کا کھڑا اس کا آندیکھ رہا تھا اسے سب حسین خواب ہی لگ رہا تھا

وہ لڑکی اپنے ہر قدم کے ساتھ اس کی دھڑکن کو بھی بڑھا رہی تھی۔ جب حیات اور مثنیٰ بھی عینہ کو لے کر ایک طرف ہو گئے۔ اسٹیج سے نیچے اترتے اس کا داہنا ہاتھ اب رافع کے ہاتھ میں تھا، جسے اس نے بہت مضبوطی سے پکڑ لیا تھا، اوپر اسٹیج پر لے جاتے ہوئے

رافع اور رحمت شاہ نے اسے صوفے پر بیٹھا یا تو رابعہ بیگم نے آگے آتے اس کے سر سے پیسے وارے تھے اور اسے بہت محبت سے خود سے لگایا تھا۔ وہ بھی اس وقت کڑے ضبط کا مظاہرہ کر رہی تھیں۔ زویانے نہ رحمت شاہ کی طرف دیکھا تھا نہ ہی اپنی ماں کی طرف وہ جانتی تھی اگر ان کو دیکھ لے گی تو دل کا درد بڑھے گا۔

جب رافع نے اس کی حالت سمجھتے اسے اپنی باتوں میں الجھانا چاہا۔

"مجھے ایک اور چیز کے لیے تمہارا شکریہ کرنا تھا"

"کس چیز کے لیے؟"

وہ بغیر اس کی طرف دیکھے بولی، وہ اس وقت پوری مشرقی لڑکی بنی ہوئی تھی۔

"مجھے میرا بھائی مل گیا آپ کی وجہ سے، میرے دل اے بہت بھاری بوجھ اتر ہے، نہیں بتا سکتا

کہ کتنا پر سکون ہو گیا ہوں اب"

"میں نے تو بس آپ کو حقیقت بتائی تھی، اپنی آنا کا مینار آپ نے خود توڑا ہے، اور ایسا صرف وہاں

ہوتا ہے جہاں حقیقی محبت ہو، ورنہ تو لوگ اپنی انا کو اہمیت دے کر خود کو بڑے خسارے دے

جاتے ہیں، میں خوش ہوں آپ ایسے لوگوں میں شامل نہیں، آپ کے لیے رشتے زیادہ اہم ہیں"

وہ مطمئن سی سنجیدگی سے بول رہی تھی۔

"شکر ہے مجھے مجھ سے بھی زیادہ سمجھدار بیوی مل گی، آپ کی سنگت میں بہت فائدے ہونے

والے ہیں میرے"

وہ کہتا مسکرا رہا تھا، اور سامنے ہی دیکھ رہا تھا جہاں اس سے واقف لوگ اس کا یہ روپ دیکھ رہے

تھے، منہ کھولے یہ تو وہ مغرور، خود پسند، سنجیدہ نواب زادہ رافع سکندر نہیں تھا، جس سے وہ ایک

وقت سے واقف تھے۔

"السلام علیکم بھابھی حضور،"

جب زویانے چونک کر اس عجیب طرز تخاطب پر سراٹھا کر سامنے دیکھا،

وہ نواب زادہ سفیان حیدر تھا جو بہت خوب رو لگ رہا تھا۔

"وعلیکم السلام" اس نے نرمی سے جواب دے کر اب جا کے ساتھ بیٹھے رافع سکندر کو دیکھا جو اپنی پوری آن بان اور شان سے محفل پر چھایا تھا، زویا کو خود کو محویت سے تکتا پا کر اپنی آنکھ و نک کی کو زویا کی اس کی سرعام چھچھوری حرکت پر آنکھیں پھیل گئی۔

وہ دوبارہ سفیان کی طرف متوجہ ہوئی۔ جوان دونوں کو دیکھ رہا تھا نرم مسکراہٹ کے ساتھ "مجھے آپ سے دوبارہ ایسے مل کر خوشی ہوئی" وہ انتہائی مشفقانہ طریقے سے بولی۔

"ہمیں بھی آپ سے مل کر بے انتہا خوشی ہوئی، اور اندازہ ہے کہ ہمارے بھائی ہمیں آپ کی وجہ سے ہی ملے ہیں"

اس بات سن رافع اور زویا ہنس دیے تھے۔

"سفی صحیح کہہ رہے ہو، تمہاری بھابھی میرے تمام مسئلوں کا حل ہے" وہ دلفریب انداز میں اس کی طرف دیکھتا بولا تھا۔

"ہمممم۔۔۔ پھر تو دعا ہے کہ یہ حل ہمیشہ آپ کے پاس رہیں۔"

وہ مسکراتا کہتا سیٹج سے اتر گیا تھا، ارادہ چھوٹی آفت کو ڈھونڈنے ک تھا جو ایک جھلک دیکھا کر اسے دیکھتے ہی نا جانے کہاں غائب ہو گئی تھی۔

آج تو تھی بھی دونوں کی میچنگ میچنگ وہ سوچت خود ہی سر جھٹک کر ہنس دیا۔

جب وہ دوڑتی پھر سے اس سے اگلی۔

"سنجھال کر، لڑکی،"

"لگتا ہے آپ کے بریکس فیل ہیں، تبھی تو رکتی نہیں، سیدھی آ لگتی ہیں" اس نے اسے گھوریوں

سے نوازتے کہ تھا البتہ لہجے میں نرمی ہنوز قائم تھی۔

"اور پھر دل کی بریکس بھی فیل ہو جاتی ہیں" وہ اپنے دل کی دھڑکنوں کو محسوس کرتا مہذب سوچ ہی

سکا یہ بت نہ کی۔

"اچھا سوری نہ، میں آپ کے کام سے ہی گئی تھی، ابھی نہ جاتی تو پھر بھول جاتی" وہ سر پر ہاتھ مار کر

بولی۔

وہ دلچسپی سے اسے مسکرا کر دیکھنے لگا، مٹی نے اس کے چپ ہونے پر نظریں اٹھا کر دیکھا تو اس کی پر

کشش شخصیت ہی دیکھتی رہی، وہ بہت خوبصورت لگ رہا تھا، مگر جب اس کی آنکھوں میں دیکھا تو

نظریں فوراً جھکائیں اور منہ بھی بنایا۔

وہ جو اس کی محویت اور تاثرات دیکھ رہا تھا، بے ساختہ پوچھ بیٹھا۔

"کیا دیکھ رہی تھیں؟ آوازاں کی بار تھوڑی بھاری تھی۔"

"وہ آپ پیارے لگ رہے آج بہت" وہ سر اٹھاتے سادگی سے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ بتاتے
اس کافل سپیڈ سے دھڑکتا دل ساکت کر گئی۔

اسے ایسے جواب کی امید تو ہر گز نہ تھی، وہ ضرورت سے زیادہ سیدھی تھی، شاید،

شاید نہیں واقعی بھلا اس سے بہتر اور کون جاسکتا تھا۔

"سب کی ایسی تعریف کر دیتی ہیں؟"

وہ ابھرا چمکتے بولا۔
NovelHiNovel.Com

"نہیں جو چیز زیادہ اچھی لگے ویسے بھی اللہ کی بنائی ہوئی چیزوں کو اپیر شیٹ کر دینا چاہیے۔

"اور اب تو سفیان اس کی سوچ پر عیش عیش کراٹھا، جب نظر اس کے ہاتھ میں موجود پیکٹ پر پڑی۔

"یہ کیا ہے؟" اس نے پوچھا، تو وہ ایک بار پھر سر پہ ہاتھ مار گئی۔

"دیکھا پھر بھول گئی تھی نہ"

جبکہ سفیان اس کے سر کو چپت مارنے کے انداز پر اٹکا ہوا تھا، شاید انہیں چپتوں سے اس لڑکی نے

اپنے دماغ کے سکر وڈھیلے کیے ہوئے تھے۔

وہ سرد سانس خارج کر کے رہ گیا۔

"یہ آپ کی شال اج ہی جا کر لی تھی، پورے دو گھنٹوں کی خواری اٹھائی ہے میں نے پھر پسند آئی، اب جان چھڑانے والا کام تو نہیں کر سکتی تھی نہ، آپ کو پسند بھی تو آنا چاہیے تھی نہ، وہ اپنی ہانکتی پیکٹ سے نکال کر وہ شال اس کے سامنے کر گی،"

وہ بلاشبہ بہت پیاری شال تھی، یا سے مٹھی کی پسند ہونے کی وجہ سے لگ رہی تھی، مگر اسکو جس قسم کی اور برینڈ کی ہمیشہ سے پسند تھیں ویسی نہ تھی۔ مگر اس کے لیے بہت قیمتی تھی۔

"ایسے کیوں دے رہی ہیں، ہم نے ایسے دی تھی کیا"

"مطلب" وہ نا سمجھی سے بولی اب ایسے دینے میں کیس مسئلہ تھا۔

"مطلب ہم نے تو آپ کو اڑھادی تھی، آپ کو بھی ہمیں اوڑھانی پڑے گی"

جس کہ اس کی بات پر مٹھی گڑ بڑاگی، اور اس کے قد کو ایسے دیکھا جیسے نیچے سے پہاڑ کی چوٹی کو کوئی دیکھتا ہو۔

وہ جو با مشکل اس کے سینے تک آتی تھی اس کی نی پریشانی سے سچی آنکھوں کو دیکھ وہ مسکراہٹ دبا گیا۔

پھر بغیر کچھ کہے ساتھ رکھے صوفے پر بیٹھ گیا،

وہ جو واقعی اب اسے چادر اوڑھانے کے لیے اس کے مطابق اس کے قد کی وجہ سے پریشان تھی، کہ اسے اس کے کندھوں پر چادر رکھنے کے لیے کافی مشکل ہو جاتی، سب اس کی آنکھیں چمک اٹھیں، اور وہ مگن سی شال کی تہیں کھولنے لگے پھر پیچھے سے احتیاط سے اس کے کندھے پر چادر سیٹ کی، اسے نہ جانے کیوں بہت اچھا لگا تھا یہ کام ہمیشہ ڈراموں اور ناولز میں ہیروز کو کرتے دیکھا تھا، اب خود جو کیا تو اپنے منفرد کارنامے پر ہنستی وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو آپس میں ٹکراتے تالی مار گی، جب کے سفیان نے حیرت سے اٹھتے پیچھے کھڑی اس آفت کو ہنستے دیکھا، تو خود بھی مسکرا دیا۔

"کیا ہوا وہ پوچھ بیٹھا" وہ جس کی نظریں ابھی بھی خود کی سیٹ کی چادر پر تھیں، اسکی طرف دیکھا تو مسکراہٹ مزید گہرے ہوئی۔

"وہ ہمیشہ چادر ہیرو اوڑھاتے ہیں نہ آج الٹا ہو گیا نہیں"

وہ اس سے اعتراف مانگ رہی تھی۔

"اپ ہمیں ہیرو کہہ رہی اپنا شاید"

اس نے اپنے مطلب کی بات پکڑی تھی۔

جب کہ مٹی کی ہنسی کو بریک لگا وہ اب اسے آنکھیں پھیلائے دیکھ رہی تھی کہ اس پر کیا جواب

دے۔

جب کہ وہ اس کے روپ کو دیکھ رہا تھا،

"ہم بہت جلد واقعی میں آپ کی لائف کے ہیر و بن جائیں گے، پھر حق سے آپ کی معصوم

حرکتوں کو سراہیں گے"

وہ دل میں سوچتا اس کے پاس سے گزر گیا، مانا اس طرف زیادہ لوگ نہ تھے وہ کھانے کے لیے
مختص حصہ تھا، مگر وہ کب سے اس کے ساتھ کھڑا تھا، یہ مناسب نہ تھا۔

---25.

وہ اس کی شمال کو کندھوں پر ڈالے پر سکون طریقے سے بھی رافع کے پاس سے ہو کر آیا تھا جب
ایک منظر نے اس کا خون جلا ڈالا وہ زویا کے بھائی سالار کے ساتھ ہنس کر باتیں کر رہی تھی
اسے اس سے کوئی مسئلہ نہیں تھا وہ کبھی اس کو کسی حوالے سے ٹوک نہیں سکتا تھا، وہ کبھی اسے کسی
منفی پہلو کو سوچنے نہیں دینا چاہتا تھا وہ اس کی غلطی پر دنیا کو ہی غلط کہنے والا شخص تھا مگر ساتھ
کھڑے شخص کو اس نے چبھتی آنکھوں سے گھورا تھا اس کی آنکھوں میں ایک جنون تھا سامنے
والے کے لیے شاید نفرت تھی،

وہ دیکھ رہا تھا سالار کی آنکھوں میں مٹی کے لیے پسندیدگی یا شاید یہ کوئی خاص جذبہ تھا۔ وہ تو تھی سدا کی لاپرواہ اور سادی وہ نہیں دیکھ سکتی تھی۔

وہ دیکھ رہا تھا سالار کا اس کو بے خود ہو کر نہارنا اور وہ شاید اپنی بونگیاں مارنے میں مصروف تھی۔

اس کا دل چاہا وہ فوراً جا کر اسے اس شخص سے دور لے جا کر چھپا دے مگر نہ ماحول ایسا تھا نہ ہی حق۔

وہ تنی دماغ کی نسیں لیے ایک ویٹر کو اشارہ کر گیا جب دو منٹ بعد اس نے سالار کے کپڑوں پر جو س گرنا پھر مٹی سے ایکسیوز کرنا اور وہاں سے جاننا دیکھا تھا۔ جبکہ وہ منہ بنا کر اپنے ہاتھ باندھے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی

اس سے پہلے وہ دوبارہ آتا وہ اس کی طرف بڑھا اور جاتے ساتھ وہی شال اتار کر اس کے کندھوں پر رکھ گیا جو تقریباً اس میں چھپ گئی۔

مٹی نے چونک کر پہلے اپنے کندھوں پر رکھی شال اور پھر اوڑھانے والے کو دیکھا تو سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا؟

"سر دی بڑھ رہی بیمار ہو جائیں گی، اپ کے کپڑے اتنے گرم نہیں اس لیے"

جبکہ اس کی بات پر اس کا پورا منہ کھل گیا، پھر وہ روہانسی ہوئی۔

"پر میرے پاس اور شال لینے کے پیسے نہیں"

وہ جو سنجیدہ ساغصے سے بھرا اس کو نرمی سے کہہ رہا تھا اس کی فوری پریشانی پر تھکا سا ہنس دیا۔

"کوئی بات نہیں ہمیں دوبارہ یہی دے دینا واپس، دھلوانا بھی نہیں ہم خود دھلوائیں گے۔ اوکے"

وہ سائینڈ سائیل کرتا اس کا الجھن بھرا روپ دیکھنے لگا، اس سے پہلے وہ پھر منہ کھولتی وہ اس کا ہاتھ پکڑ سے وہاں سے لے آیا۔

"چلیں، عینہ آپ کو ڈھونڈ رہی تھی" وہ عینہ کو جہاں اپنی فراک سے الجھتے اذان کے پاس دیکھ کر آیا تھا اب اس طرف بڑھا، جہاں اس کی توقع کے مطابق اذان کے ساتھ بور ہوتی عینہ مشی کو دیکھ اس کی طرف بھاگی اور دونوں آپس میں مصروف ہو گئی۔

جہاں سفیان نے پیچھے مڑا سی جگہ رقابت بھری پر سوچ نظروں سے وہاں دوبارہ آتے اور ادھر ادھر نظریں گھومتے سالار کو دیکھا تھا۔

رخصتی کے وقت بہت ضبط کے باوجود بھی جب زویار حمت شاہ اور رابعہ بیگم سے ملی تھی، کتنی ہی دیر وہ ان کے گلے لگی رہی تھی،

اور رافع نے مسکراتے اس نڈر لڑکی کو دیکھا تھا، اسے اندازہ ہوا تھا، کہ اس معاملے میں واقعی لڑکیاں اور ان کے والدین بہت ہمت سے کام لیتے ہیں۔

آخر خصمتی ہوگی یا اور، حیات اور مشی جو پہلے ذویا کی طرف سے شامل ہوئے تھے اب وہ بھی بارات کے ساتھ روانہ ہوئے تھے۔

رافع اور ذویا کی گاڑی یا وروی نے ڈرائیو کی تھی۔ جبکہ ذویا اور حیات پیچھے بیٹھی تھیں اور رافع اگے یا وروی کے ساتھ تھا۔

جبکہ یا وروی کی گاڑی کو سفیان حیدر چلا رہا تھا جو پہلے رافع کے ساتھ ہی آیا تھا، اس کے ساتھ آزان بیٹھا تھا جبکہ پیچھے عینہ اور مشی اپنی باتوں میں مصروف تھی، جن کا ساتھ کبھی کبھی اذان بھی دے دیتا تھا، جبکہ ان کی نوک جھوک سفیان حیدر آرام سے سن رہا تھا۔

جب اچانک ہی اس نے گاڑی روکی تھی،

"کیا ہو سفیان بھائی" ازان نے پریشانی سے پوچھا تھا۔

"کچھ نہیں ہم نے بس کھانا نہیں کھایا تھا، تو سوچا کہ یہاں سے کچھ لے لیں۔"

"خیریت آپ نے کھانا کیوں نہیں کھایا تھا، کیا آپ کو بھی مشی آپنی کی طرح شادیوں والا کھانا

سوٹ نہیں کرتا"

اب سفیان حیدر کیا کہتا کہ اس نے تو مشی کو کچھ نہ کھاتے دیکھ فکر میں خود کچھ نہ کھایا تھا۔ اور اب بھی گاڑی فاسٹ فوڈ سروسز کے آگے اس لیے روکی تھی تاکہ اس کی پسند کا کچھ لے دے وہ کھالے تو اسے جو بے چینی لگی ہے وہ دور ہو

وہ جانتا تھا بچپن میں کیسے اسے بھوک برداشت نہیں تھی، وہ ہر تھوڑی دیر بعد کچھ کھاتی تھی، اور وہ اس کو بھوکا نہیں دیکھ سکتا تھا اس لیے اگر ہر گھنٹے بعد ملازم کچھ نہ کچھ اس کے لیے بنا کر نہ لاتے تو وہ حویلی سر پر اٹھالیتا تھا، اور اس کی اس چھوٹی لڑکی کے لیے اتنی فکر پر کوئی اسے روکتا تو وہ کھانا پینا ہی چھوڑ دیتا اس کے پیش نظر کوئی اسے کچھ نہیں کہتا تھا، جبکہ رافع نے بھی سختی کی ہوتی تھی اس کے ساتھ احتجاج میں وہ بھی شامل ہو جاتا کہ اسے کوئی روک ٹوک نہ کیا کرے۔

"تب تو مشی کو بھی بھوک لگی ہوگی"

، وہ گردن موڑے اس کو دیکھ کر بولا،

جہاں مشی کی آنکھوں میں تیرتی نمی دیکھ بکھلایا،

"کیا ہوا، بہت بھوک لگی ہے" وہ اس سے ایسے پوچھ رہا تھا جیسے وہ اب بھی وہی مشی ہو، خیر پھولے گال تو اب بھی تھے، جو وہ معصومیت میں اور پھلایا لیتی تھی۔

اور وہ جو خود کو عینہ کے ساتھ مصروف کر کے اپنی بھوک کنٹرول کر رہی تھی اور کوس رہی تھی خود کو کہ اس نے اس بار بیگ میں کوئی نمکویا بسکٹ کیوں نہیں رکھا، سفیان کی بات سنتے اس کی بس ہوئی تھی اور شکل ایسے بن گئی تھی جیسے کوئی بڑا ظلم ہو گیا ہو۔

سفیان کے پوچھنے کی دیر تھی اور اس نے پورا سراشبات میں ہلا ڈالا۔

"کیا کھائیں گی، جلدی بتائیں ہم ابھی لادیتے ہیں،" وہ جلدی سے اپنی سیٹ بیلٹ کھولتا پریشان

ہوتا بولا۔

اذان کبھی اس کی شکل دیکھتا تو کبھی آپنی آپنی کی جو اس وقت مسکینیت کی مورت لگ رہی تھی،

"پیزا، زنگر برگر، فرنیچ فرائز، انسکریم،"

"اور ہاں کولڈرنک بھی اس کے بغیر تو گلے سے نیچے کچھ نہیں اترے گا" اس نے بہت بڑا مسئلہ

بتایا تھا۔

وہ سر ہلا کر فوراً اترنے لگا تو وہ روک گئی، پیسے تو آپ نے لیے نہیں، پیسے دو کنجوس آدمی کیا وہ اپنی

طرف سے لائیں گے"

وہ اب اذان سے مخاطب ہوتی اسے ہوش دلانے کو اذان کو کندھے پر تھپڑ بھی جڑ چکی تھی، جس پر

وہ کندھا سہلاتا فوراً سنبھل کر پیسے نکالنے لگا،

جبکہ سفیان اس کی معصوم خودداری پر حیرت زدہ سا مسکراہی سکا اور فوراً اتر کر چلا گیا، وہ اسے نہ رکتا دیکھ دو بارہ اذان کو تھپڑ جڑگی،

"عالمی انسان پیسے نکالنے میں کتنی دیر کر دی، اب آئیں تو فوراً دینا" وہ بڑی سیانیوں کی طرح اسے کہنے لگی۔

وہ جو اس کے تشدد پر منہ بنائے ل میٹھا تھا بس سر ہی ہلا سکا۔

"آپ نے اپنی آنس کریم کا فلیور تو بتایا ہی نہیں" اذان کے منہ سے سننا تھا وہ تو جیسے صدمے میں چلی گی، اور ہوش تب آیا جب۔

سفیان پانچ منٹ تک بڑے بڑے پیک ہاتھوں میں لیے ظاہر ہوا۔ اور اس کو اور اذان کو پکڑا دیے، ان میں اس کی مطلوبہ چیزوں کے علاوہ چپس چاکلیٹس کینڈیز، چائینیز اور اٹیلین نوڈ بھی کافی مقدار میں موجود تھا۔

"ہر معاملے میں پیسے نہ گھسا دیا کریں مشی،" وہ تنبیہ انداز میں بولا تو وہ دونوں بہن بھائی سمجھ گئے کہ وہ پیسوں والی بات کو ناپسند کر گیا ہے، تو دونوں چپ کر گئے۔

جب اس نے ایک پیک الگ کر کے اسے تھمایا۔

"یہ لیں اس میں الگ سے آپ کی ساری کہی چیزیں ہیں، فوراً سے کھائیں تب تک ہم بھائی کے گھر تک پہنچ جائیں پھر باقی لوگوں کے ساتھ کھائیں گے۔"

وہ نادیدوں کی طرح پیک کھول گی، کہ اب بھوک سے پیٹ میں ہاتھی دوڑ رہے تھے۔ جس میں اس کی استطاعت کے مطابق ہر چیز موجود تھی، اس کی جیسے نظر اپنی فیورٹ آئسکریم پر پڑی اس کی خوشی دیکھنے لائق تھی۔

"آپ کو کیسے پتا ہمیں کونسے فلیور پسند ہیں۔"

"ہم جانتے ہیں بس مینگو کے علاوہ آپ کو سارے فلیورز پسند ہیں، اسلیے مینگو چھوڑ باقی سب ہی لے آئے۔"

وہ مسکراہٹ ضبط کرتا بولا اور گاڑی بھی سٹارٹ کر دی کہ اس نے رافع کی گاڑی کے ساتھ ہی اس کے گھر میں داخل ہونا تھا۔ تو سفر اب جلدی طے کرنا تھا۔

"وہ عینہ کو اس کی فیورٹ آئسکریم دیتے، خود منہ بسورے پیزا کھانے لگی، اور کوک کین بھی کھول لیا۔"

"سفیان بھائی کیا واقعی بابا بتاتے ہیں کہ آپ نے ہی بچپن میں آپنی کو بگاڑا تھا کہ آپ انہیں جب بھی آسکریم کھلاتے ان کی فرمائش پر سارے فلیورز ہی لے کر دے دیتے تھے" اور تب سے اب تک ایک فلیور یا آسکریم سے ان کا گزارہ نہیں ہوتا ہے"

وہ مٹھی کو دیکھے جو اسے ہی گھور رہی تھی، بہت دلچسپی سے سوال کرنے لگا، کیونکہ اکثر جب وہ سب اکٹھے ہوتے ان کے بچپن کو ڈسکس کرتے تو مٹھی کے بچپن میں بس نواب زادہ سفیان حیدر کے مطلق ہی بات نکلتی۔

"رافع مسکرا دیا۔"

"ہمممم، واقعی ایسا ہے اگر ہم ایسا نہیں کرتے تھے تو یہ گلا پھاڑ پھاڑ کر روتی تھیں ایک بار ہم نے سردی کی وجہ سے انہیں بس ایک دلای تھی تو اگلا فلیور نہ ملنے پر یہ بہت روئی تھی، جب پھر بھی ہم نے ان کی بات نہ مانی تو یہ ہم سے ناراض بھی ہوگی، اور بیمار بھی ہوگی"

، "تو بس پھر ہم کبھی نہیں ٹالتے تھے انہیں تاکہ یہ ناراض نہ ہوں اور پھر یہ کبھی بیمار بھی نہ ہوئی"

اذان تو آنکھیں حیرت سے بڑی کیے سفیان کی باتیں سن رہا تھا جبکہ وہ منہ میں پیزار کھے جسے کاٹنے کی بھی فرست نہیں ہو رہی تھی اسے حیرت سے دیکھ رہی تھی، کیا واقعی وہ شخص اس کے اتنے نخرے اٹھاتا تھا۔

جب رافع کی گاڑی گیٹ کے اندر داخل ہوتے دیکھی، اور دو منٹ بعد ان کی گاڑی بھی کارپورج میں تھی۔

رافع، یا اور اتر چکے تھے، حیات زویا کو اترنے میں مدد کر رہی تھی جب مشی بھی کھانا چھوڑتی ان کی مدد کو بھاگی۔

"تم لوگ کہاں رہ گئے تھے" رافع نے سفیان سے پوچھا تھا

"کچھ نہیں بس ہم کھانے کے لیے کچھ لینے لگے تھے، آپ سب نے صبح سے کھانا نہیں کھایا تھا اس لیے"

وہ بالوں میں ہاتھ پھیرتا بولا۔

"اوہ۔۔۔ اچھا سہی ہے چلیں اندر چلیں"

وہ سب سٹنگ ایریا پہنچے تو وہی حیات نے ذویا کو بٹھا دیا باقی سب بھی وہی بیٹھ گئے۔

"میں سب کے لیے کھانا نکال کر لاتی ہوں" اس نے کہا تو سب نے سر ہلا دیا۔ وہ کچن میں چلی گئی۔

جو وہی سے نظر آ رہا تھا۔

"سفی تم بھی جاؤ اس کی مدد کرو وہ نہیں جانتی کونسی چیز کہاں ہے۔"

وہ خود تھوڑی جانتا تھا جو خود آج پہلی بار یہاں آ کے اس کے کمرے تک گیا تھا، مگر اسے بھلا کہاں کسی فکر کے لیے چھوڑ سکتا تھا فوراً سر ہلاتا اس جانب گیا۔

وہ کچن میں آئی تو سب سے پہلے اپنا پز انکال کر ٹیبل پر رکھا اور اب کھاتے ہوئے ادھر ادھر دیکھ اندازہ لگا رہی تھی کہ کونسی چیز کہاں ہوگی، یہ سوچے بغیر کہ اسے صرف پلیٹس چاہئیں جو سامنے ہی تھی، اس کے پیچھے آتے سفیان نے رک کر اس کا انداز دیکھا تھا جو ایک ہاتھ کمر پہ رکھے دوسرے سے پز اکھاتی ادھر ادھر دیکھتی نہ جانے کتنے بڑے کام کے لیے خود کو تیار کر رہی تھی۔ وہ خاموشی سے ہنستا اندر داخل ہوا

"بیٹھ کے کھالیں، ہم خود کر لیں گے" اور پھر اس نے تمام چیزیں خود نکالی تھیں اور ٹرالی میں سیٹ کی تھیں۔

جبکہ وہ حیرانی سے اسے کام کرتا دیکھنے لگی، اور کھانا بھی جاری رکھا۔ وہ اپنے سال سائز پز کی آخری بانٹس نہیں چھوڑ سکتی تھی۔

"چلیں لے چلتے ہیں" وہ ٹرالی گھسیٹتا اس سے پہلے وہ بولی

"میں لے جاؤں"

اسے کریڈٹ لینا تھا، وہ سمجھ گیا، اسے تو بس اس کی مدد سے غرض تھا اب ٹرالی گھسیٹنا اچھا لگ رہا تھا تو وہ فوراً پیچھے ہٹا۔

"ہمممم۔۔" وہ اسے دیکھتے مہظاہر بنا ہوا اور وہ خوش ہوتی ٹرالی باہر لے گی۔

سب نے کھانا کھا یا جب باتوں ہی باتوں میں رافع، ممشی سے مخاطب ہوا۔

"ہاں بھی ہماری کوئی بہن نہیں تو یہاں کی رسمیں آپ ہی کر لیں ہم آپ کو اپنی بہن بناتے

ہیں۔"

وہ بولا تو ممشی خوش ہو گی جس کی خوشی پر سب ہنس دیے۔

"اوکے رافع بھائی، یاد رہائی کے ٹائم پر تو میں رسم نہیں کر پائی تھی، جبکہ انہوں نے ایسے ہی مجھے

رسم کے پیسے دے دیے تھے، لیکن رسم کا بھی الگ چارم ہے تو چلیں دیں مجھے ٹیکس"

"ٹیکس!"

"ٹیکس؟" سب نے یک زبان کہا کہ ابھی نئی رسم سنی تھی۔

"ہاں وہ ہوتا نہ دو لہے کو دودھ پلائی کی رسم کے نام پر بھی لیتے ہیں اور دلہن کے کمرے میں جانے

سے پہلے بھی لیتے ہیں۔"

اس نے آرام سے ان کی معلومات میں اضافہ کیا تھا کیونکہ ان میں سے کسی کو بھی کسی شادی میں جانے کا اکتفا نہ ہوا تھا کجا کے رسموں کا علم ہوتا سوائے حیات اور مشی کے کہ انہوں نے کافی شادیاں اٹینڈ کی ہوئی تھی۔

"آپ شادی کانگ مانگ رہی ہیں یا ٹول پلازہ کھول لیا ہے۔"

اذان چپ نہ رہ سکا تھا، اسے مشی سے جلن ہوئی تھی کہ چھوٹا ہونے کے باوجود ہر کوئی مشی کو اچھوٹا نہیں دیتا تھا۔

اس کی بات پر سب کا تہقہہ لگا تھا۔

ذویا بھی سنبھل گئی تھی اور آرام سے اب اس کی کیوٹ منہ کو غصے سے اذان کی طرف دیکھتے اور کیوٹ ہوتے دیکھ رہی تھی۔

"جو بھی ہے، ہماری بہن بس حکم کرے ہم دے دیں گے"

"پکانہ، آپ ہمیں غلط تو نہیں سمجھیں گے،" وہ تھوڑا ہچکچا کر بولی تو جہاں حیات اور زویانے اسے پیار سے دیکھا تھا یاور نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھا تھا اور رافع اپن جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس آکر بیٹھا تھا اور اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا، جب سفیان کا اس کا اس طرح کہنے پر ہی دل سکڑا تھا۔

"میں نے زبان سے نہیں کہا کہ آپ میری بہن ہیں آپ واقعی میری بہن ہیں کہ اب اتنا حق رکھتی

ہیں کہ ہم سے ہماری جائیداد بھی مانگیں گی تو ہم دے دیں گے "

وہ اتنے مان سے بولا تھا کہ مٹی کی آنکھوں میں تو نمی ہی آگئی،

وہ ہمیشہ سے بڑے بھائیوں کی طرح ہی رہا تھا، ان کے گھر کے مسائیل کے بارے میں نہ جانے

اسے ہمیشہ پتا چل جاتا تھا اور وہ بغیر جتائے انہیں حل بھی کر دیتا تھا۔

اسے یاد تھا جب ایک بار اسے لڑکیوں نے کالج کے واشروم میں بند کر دیا تھا، گھر میں کوئی نہیں

جانتا تھا سارا کالج خالی ہو گیا تھا، وہ بہت روئی تھی، اسے لگا وہ اس دن گھر نہیں جاپائے گی بھلے

کسے پتا کہ وہ کہاں ہے، مگر چھٹی کے ٹھیک ایک گھنٹے بعد اسے کسی کے دھاڑنے

کی آواز آئی تھی وہ لوگ ہر جگہ اسے ڈھونڈ رہے تھے جب کسی نے ہاتھروم کا

دروازہ کھولا تھا، وہ اس شخص کو دیکھ کے ڈر گئی تھی شاید وہ گارڈ تھا جس نے اس کو دیکھتے فوراً وہاں

سے دوڑ لگائی اور باہر آوازیں دینے لگا۔

"سر وہ ادھر ہیں"

جب کچھ سیکنڈز میں اس کے سامنے بس رافع تھا، وہ جو خوف سے پسینہ پسینہ تھی، اور کانپ رہی

تھی، رافع نے فوراً اپنی چادر اتار کر اسے اوڑھائی تھی۔

وہ رافع کو جانتی تھی، تبھی ڈھارس ملنے پر رودی، اور وہ اسے چپ کروا رہا تھا۔

"بس میرا بچہ سب ٹھیک ہے، روئیں نہیں"

اور اگلے دن ان لڑکیوں کو کالج سے نکال دیا گیا تھا، اور اسے آج تک سمجھ نہیں آئی تھی کہ رافع کو پتا کیسے چلا تھا کی وہ کالج میں ہی موجود تھی اور کہیں نہیں گئی تھی۔

وہ ابھی ممنون سی اسی کو دیکھ رہی تھی جب وہ اٹھا تھا۔ اور ایک کمرے کی طرف چل دیا جو اس کا اپنا کمرہ تھا۔

سب اسے جاتے دیکھ رہے تھے جبکہ سفیان تو بس ان آنکھوں کو دیکھ رہا تھا جن میں آنسو اسے برداشت نہیں تھے۔

دومنٹ میں رافع واپس آیا اور اس کے ساتھ بیٹھ گیا بے شک وہ لڑکی اسے اپنے جان عزیز بھائی کی وجہ سے بہت عزیز تھی جس کی اس نے اس سے لا تعلق ہونے کے باوجود بھی ہمیشہ اس کے لیے حفاظت کی تھی۔ کیونکہ وہ جانتا تھا اس لڑکی میں اس کے بھائی کی جان بسی تھی، وہ اس کے لیے بن کہے بھی امانت تھی نواب زادہ سفیان حیدر کی۔

"چلیں اب مانگیں ٹیکس، ہاتھ آگے کریں"

مشی نے خاموشی سے ہاتھ آگے کر دیے تھے۔

جب اس نے اس کے ہاتھ میں ایک ریڈ ویلوٹ چھوٹا سا باکس رکھا تھا اور ایک انویلیپ بھی، لفافے کا تو اسے پتا تھا اس میں پیسے ہوں گے مگر اسے باکس کا تجسس تھا مگر لینے سے پہلے اس نے حیات کو دیکھا تھا، جس نے سر ہلا کر اسے اجازت دی۔

جبکہ باقی سب اس کی معصوم سی کروائی پر ہنس دیے۔

"باکس کھولو ہمیں بھی دیکھاؤ" اب کی بار زویا نے کیا تھا اور ساتھ ہی اسے ایزی فیل کروانے کی کوشش بھی کی تھی۔

مشی نے جھجھکتے باکس کھولا تو اس میں چھوٹے سے بٹر فلائی ڈائمنڈ کے لاکٹ کے ساتھ بٹر فلائی ڈائمنڈ کے ٹاپس تھے، وہ تحفہ انتہائی مہنگا تھا۔

کہ اسے دیکھتے جہاں سب کی نظروں میں ستائش تھی وہی مشی نے ہڑبڑاتے واپس رافع کی گود میں رکھ دیا۔

"یہ تو بہت مہنگا۔۔۔۔۔ میں کیسے؟"

وہ ادھورے الفاظ استعمال کرتی ہوئی۔

'جب رافع نے دوبارہ اس کے ہاتھ میں باکس تھماتے کہا۔

"ایسے کہ تم میری بہن ہو اور یہ رسم کا ہے، مجھے انکار کرو گی"

اذان پہلے باہر نکلا پھر یاور نے بھی رافع سے مصافحہ کے بعد عینہ کو اٹھایا جو واپس آتے اذان نے اس سے لے لی۔

"آپ آپنی کو لے آئیں" وہ کہتا عینہ کا سر اپنے کندھے پر رکھ گیا تو یاور مسکرا دیا اور کہے۔

حیات بھی ذویا کو ملتی یاور کے ساتھ باہر گی سب سے پیچھے اپنے چپس اور چاکلیٹس کے پیکیں سنبھالتی مشی تھی۔

سفیان رافع کو کس کے گلے لگا۔

"بھائی اب ہم بھی چلتے ہیں"

"یہی رک جاتے یہ بھی تمہارا گھر ہے"

"جانتا ہوں ابھی بس اپنے اپارٹمنٹ جانا چاہتا ہوں"

رافع نے سمجھتے سر ہلایا تو وہ بھی باہر نکل گیا۔

"ہم باہر تک چھوڑ آتے ہیں، کہتے ساتھ اس نے پیکیں پکڑ لیے کب سٹنگ کے باہر ہال سے نکلتے مشی کو کندھوں پر رکھی سفیان کی شال یاد آئی وہ تب سے اسے پہنے ہوئی تھی۔

"رکیں، سفیان بھ۔۔۔"

ابھی اس نے کہا ہی تھا کہ سفیان فوراً پلٹتا اس تک آیا اور اس کے ہونٹوں پر انگلی رکھ دی۔

جبکہ وہ ہونقوں کی طرح اس کو دیکھ رہی تھی جس کے پلٹنے کے انداز نے اسے ڈرا دیا تھا کی پورے الفاظ بھی نہ بول سکی۔

"کس نے کہا ہم آپ کے بھائی ہیں" وہ سرد تاثرات کے ساتھ نرمی سے پوچھ رہا تھا۔

"وہ رافع بھائی نے کہا تھا نہ کہ اب ہم آپ لوگوں کی بہن ہیں"

وہ رافع کے ہم کہنے پر اٹکی تھی، کیونکہ وہ تو ہم نہیں بولتا تھا اس بات سے انجان کے اسے بھی کبھی ہم کا دورہ پڑتا تھا آخر خاندان کا اثر تھا۔

"انہوں نے صرف اپنی بات کی تھی ہماری نہیں"

"تو پھر"

"تو پھر یہ کہ ہم آپ کے دوست ہیں، نام لینے میں مسئلہ ہوتا ہے تو فی فی ہی بول دیا کریں"

کیونکہ جانتا تھا وہ اس کے نام کو پسند نہیں کرتی اب بھی بھائی آرام سے اس لیے کہہ گی تاکہ اس کا آئندہ نام نہ لینا پڑے اور وہ بس بھائی کہہ کر کام چلا لے۔

وہ بھولی لڑکی اس کے اور اپنے رشتے کو سمجھ ہی نہ پار ہی تھی۔

"او کے" کہتے ساتھ وہ فوراً گارپورج کی طرف بھاگی کہ اس کا دیکھنا سے مزید کنفیوز کر رہا تھا، یہ

بھی بھول گی کہ شال دینے نے لیے روکا تھا۔

اور آکر گاڑی میں بیٹھ گئی۔ رافع نے سامان اذان کو تھمایا اور ان لوگوں کو خدا حافظ کہتے اپنی گاڑی میں جا بیٹھا۔

مگر گاڑی ان کی گاڑی کے گیٹ سے نکلنے کے بعد نکالی۔

سب کے جاتے ہی رافع ذویا کی طرف پلٹا۔ اور اسکو لہنگا سنبھالنے میں مدد دی۔

"رافع کیا سوچ کر آپ نے یہ ٹن کے حساب والا ڈریس میرے لیے لیا، اوپر سے اتنی جیولری بھیج دی، اور ماما کا دل رکھنے کے لیے مجھے الگ جیولری پہننی پڑی، میری حالت دیکھیں اب، پتا نہیں میں کیسے اب تک بے ہوش نہیں ہوئی، میری تو بس ہو گئی ہے"

وہ جو اس کے ڈریس سے الجھ کر اور اتنا وزن اٹھانے کے باعث اب پوری تپی ہوئی تھی، اب موقع ملتے شروع ہو گئی تھی۔

جبکہ رافع پشیمان ہوا تھا کہ اکسائٹمنٹ میں یہ سوچا ہی نہیں کہ واقعی جسے عادت نہیں وہ کیسے یہ سب سنبھالے گی، وہ اسے کمرے کی طرف لے جا رہا تھا مگر اس کی دہائیاں سننے کے بعد فوراً اسے اسے گود میں اٹھالیا۔

"مسٹر رافع اب ایسا بھی نہیں کہ میں چل نہ سکوں"

وہ اس کی اچانک کاروائی پر بوکھلا گی۔

"چپ کریں مسز، ایسا ہو ہی نہیں سکتا میں آپ کی پرابلم جاننے کے بعد مزید آپ کو اسے فیس کرنے دوں۔"

وہ کہتا سے روم میں لایا تھا اور بیڈ پر بٹھا کر تکیوں کی مدد سے اسے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگوا دی تھی، اور اتنی دیر بعد کمر سیدھی ہونے پر ذویانے سکھ کا سانس لیا تھا۔

روم بہت خوب صورتی اور ڈیسنٹ طریقے سے سجا تھا، جب کے روم کے اندر داخل ہوتے جو پہلا منظر ذویانے دیکھا تھا وہ پھولوں اور سماں لائنس سے لکھے وہ لفظ تھے۔

"ویلم ٹومائے لائف مائے لو"

" Welcome to My life My love "

"میرے لیے اتنی پریشانی اٹھانے کا شکریہ وہ اس کے دائیں ہاتھ کی پشت پر لب رکھتا بولا"

"کیا فائدہ ہوا، جس کے لیے تیار ہوئی اسی نے تعریف نہیں کی"

وہ چہرے پر خفگی سجائے بول رہی تھی جبکہ رافع اس کے بیویوں والے اس ٹیپیکل انداز سے منظوم ہوا۔

"اوہ تو آپ تعریف کروانا چاہتی ہیں"

"ظاہر ہے اور اتنی خواری میں نے کیوں اٹھائی، حالانکہ جانتے ہیں میں کیسے رخصتی کروا رہی تھی، یہ تو آپ کی پہلی شادی تھی، اسلیے میں نے ترس کھالیا"
وہ ناخنوں کو دیکھتی اتر کر بولی۔

"زویا" جب ناخنوں کو دیکھتی مصروف زویا کو گھمبیر سی بو جھل رافع کی آواز آئی اور اس کا دل ہتھیلیوں میں بجنے لگا۔

با مشکل اس نے پلکیں اٹھا کر اس حسین شخص کو دیکھا جو اس وقت اپنی شخصیت سے اس پر سحر پھونک رہا تھا،

اور وہ کس قدر اس کے نزدیک تھا۔

"شکر یہ ہر چیز کے لیے"

اسکی آنکھوں میں کی خوبصورت رنگ تھے جنہیں وہ زیادہ دیر دیکھ نہ پائی، اور رافع نے کہتے ساتھ اسے بیڈ کراؤن کی ٹیک سے اپنی طرف کھینچا،

اور وہ اس کے چہرے سے ایک انچ کے فاصلے پر نظریں ہی جھکا سکی۔

جب اس نے اسے بھاری دوپٹوں اور زیورات کے بوجھ سے آزاد کر دیا اور اس کی گود میں سر رکھ دیا۔

وہ بھی اب ریلیکس سی بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ اور اس کے بالوں میں انگلیاں چلا رہی تھی۔ جبکہ سفید کاٹن سوٹ میں ملبوس وہ شخص اس کے دونوں ہاتھوں میں انتہائی نفیس ڈائمنڈ وائٹ گولڈ کی درجن چوڑیاں چھ، چھ کے حساب سے پہنارہا تھا۔

پھر دونوں کلائیوں کو لبوں سے لگا گیا۔

"پرفیکٹ منہ دیکھائی، پرفیکٹ بیوی کے لیے" رافع نے مسکراتے اسے دیکھتے کہا۔

ابھی وہ مسکراتی اپنی کلائی میں اس کے لمس کو محسوس کرتی چوڑیاں ہی دیکھ رہی تھی جب وہ اس کے گرد بازوؤں کا تنگ حصار باندھے اپنا چہرہ بھی چھپا گیا،

اور اس کی اتنی قربت پر زویا سانس روک چکی تھی۔

"جانتی ہیں ذویا آج آپ کتنی حسین لگ رہی ہیں کہ میں فرصت سے بیٹھ کر آپ کو دیکھ سکتا ہوں ، مگر حسن تو سہرا ہے، محبت تو محسوس کرنے کا جذبہ ہے"

"سوچا نہ تھا کہ زندگی کبھی اتنی پرسکون بھی ہوگی۔"

اور کہتے ساتھ ایک گہرا سانس لیا تھا، مقابل نے اس کی خوشبو محسوس کرنے کے لئے۔

وہ بول رہا تھا اور اس کے لب ہلتے ذویا کو اپنے پیٹ پر محسوس ہو رہے تھے۔

وہ کہتے ساتھ ہی اٹھ بیٹھا۔ اور اس کی جوڑے سے آزاد ہو چکی گھنی زلفوں میں ہاتھ الجھا کے وہ اس کے سر کے ساتھ سر جوڑ گیا۔ جب کے اپنا دوسرا ہاتھ وہ اس کی کمر کے گرد رکھ کر اسے خود کے قریب کر گیا۔

دونوں کی آنکھیں بند تھیں، وہ بس ایک دوسرے کی موجودگی محسوس کر رہے تھے، جب رافع اس کے ماتھے پر بوسہ دیتے پیچھے ہوا۔

"چینج کر کے ذویا بیڈ کے پاس آئی تو لوز ٹراؤزر ٹی شرٹ پہنے رافع نے اپنا ہاتھ آگے کیا، اور ذویا کا ہاتھ تھامے اسے قریب لٹایا، اس کا سر اپنے سینے پر رکھا۔ اور اس کے بالوں کو سہلاتا رہا۔

"ذویا وعدہ کریں زندگی کے کسی موڑ پر کتنی ہی ناراضگی یا بدگمانی کیوں نہ ہو آپ مجھے نہیں چھوڑیں گی،

ہم ہمیشہ پہلے بات کریں گے ایک دوسرے پر یقین کریں گے ایک دوسرے کا مان اور بھرم رکھیں گے چاہے جتنے بھی اختلافات کیوں نہ ہوں۔"

جبکہ وہ اس کے سینے پر سر رکھے اس کی دھڑکنیں سن رہی تھی۔

"وعدہ رہا رافع آپ بھی وعدہ کریں۔ مجھ سے ہر بات شیئر کریں گے، مجھے سمجھیں گے، چاہے کچھ بھی ہو جائے اس کا اثر ہمارے رشتے پر نہیں پڑنے دیں گے"

"وعدہ رہا وہ اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے گیا۔

.....

"حیات کہاں ہیں آپ" یاورا سے ڈھونڈھتا کچن میں آیا تھا، جہاں وہ کیک کی آئسنگ کر رہی تھی،

وہ اس کو اتنا منہمک انداز میں کیک کو ڈیکوریٹ کرتے دیکھ مسکرایا۔

اور پاس آتے ہوئے اس کے سر کے ساتھ اپنا سر ٹکرایا جس پہ وہ حیران سی سنبھلتی اسے دیکھنے

لگی جو ہاتھ باندھے ٹیک لگائے اسی کو دیکھ رہا تھا۔

"خیریت تھی" وہ مسکرا کے کہتی دوبارہ اپنے کام میں لگ گئی۔

"نہیں خیریت نہیں ہے" وہ سنجیدہ سانس میں سر ہلاتا بولا۔

جب وہ اپنا کام چھوڑ مکمل متوجہ ہو گئی۔

"کیوں کیا ہوا ہے، سب ٹھیک تو ہے" وہ اب متفکر تھی۔

"نہیں کچھ ٹھیک نہیں ہے" وہ اب مغموم سا نظر آتا تھا۔

اور حیات اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں بھر گئی۔

"کیا ہو گیا ہے بتائیں تو،"

"میرا دل بیمار ہو گیا ہے اسے حیات نامی بیماری لگ گئی ہے، میں کیا کروں، دل چاہتا ہے ہمیشہ آپ کو ارد گرد محسوس کروں، اور اگر نہ کروں تو ٹینشن ہونے لگتی ہے، یہ حال رہا تو میں تو کسی کام کا نہیں رہوں گا" اور لوگ اس بیماری کو رن مریدی کا نام دے دیں گے "

چہرے کی سنجیدگی میں کوئی کمی نہ آئی تھی، جبکہ حیات کا اس کے ڈرامائی انداز پہ منہ کھل گیا، اور وہ اس کے چہرے سے ہاتھ ہٹا کر کمر پہ رکھ گئی آنکھیں چھوٹی کیے اسے گھورا۔

"الہ! آپ کب سے اتنے ڈرامے باز ہو گئے، یاور پہلے تو ایسے نہ تھے"

"یہ بھی آپ کا ہی اثر ہے، قسم سے میں پہلے ایسے نہ تھا، بے رنگ سا تھا بے رنگ سی زندگی تھی، مگر اب ہر چیز خوبصورت لگتی ہے زندگی میں رنگ بھر دیے ہیں آپ نے" وہ مسکراتا اس کی ناک کھینچ گیا۔

"یعنی علامہ اقبال سہی کہتے ہیں۔"

وہ آواز پہ چونک کے مڑے تھے، سامنے مشی صاحبہ دانت نکالے کھڑی تھی دونوں اسے دیکھ کے مسکرا دیے۔

"کیا کہتے ہیں علامہ اقبال" یاور نے دلچسپی سے پوچھا تھا۔

"یہی کے،"

"وجود زن سے ہیں تصویر کائنات میں رنگ"

وہ اچھل کے کہتی دونوں کو ہنسا گئی۔

"واقعی سہی کہتے ہیں علامہ اقبال" یاور نے مسکراتے حیات کو دیکھتے اعتراف کیا تھا۔

"تم یہاں، خیریت تھی"

"جی وہ ازان کو دوستوں کے ساتھ جانا تھا، آپ کا گھر پہلے آتا تھا مجھے ادھر اپنے قیمتی وقت کو بچانے

کے لیے چھوڑ کر بھاگ گیا، بد تمیز" وہ ناک منہ چڑھا کر بولی تھی۔

"اچھا کوئی نہیں، تم عینہ کے پاس جاؤ ابھی میں چھوڑنے چلو گی تمہیں امی بابا سے بھی مل لوں گی

مہینہ ہو چکا میں گھر بھی نہیں گی، تمہارے بہانے ہی سہی موقع مل گیا"

وہ مسکرا کر اسے کہتی، یاور کے لیے کافی بیٹ کرنے لگی۔

مشی چلی گی تو وہ بھی اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"میں نے غور ہی نہیں کیا، حیات آپ کب سے اپنے گھر نہیں گئیں، آپ کو مجھے بتانا چاہیے تھا نہ

میں خود ڈراپ کر آتا"

وہ اسے دیکھتا کہہ رہا تھا ساتھ اس کے ہاتھ سے کپ لے کر خود کو فی بیٹ کرنے لگا اور حیات دودھ

گرم کرنے کے ساتھ مشی کے لیے اور عینہ کے لیے سنیکس نکالنے لگی۔

"کوئی بات نہیں، میں مصروف تھی اور آپ بھی ذویا کی شادی کی وجہ سے"

"چلیں اب چلی جائیں" وہ آرام سے حل بتا رہا تھا، جانتا تھا وہ کتنی اٹیچ تھی آپنی فیملی سے، مگر اب اس کے گھر کو سنبھالتے وہ دل کے چاہنے کے باوجود بھی نہیں جا رہی تھی۔

"چلی تو جاؤں مگر اب آپ کی اور عینہ کی ایک روٹین بن گئی ہے آپ لوگوں کو مسئلہ ہوگا، یہاں ضرورت زیادہ ہے میری"

"ضرورت پہلے تھیں آپ حیات، پھر عادت بنی، اور پھر محبت مجھے بس اب آپ کو محبت ہی باقی رکھنا ہے"

"اور محبت میں آپ کو مسئلہ نہیں ہوتے ہیں، عینہ کو بھی ساتھ لے جائیے گا، میں ویڈیو کال سے گزارا کر لوں گا،

ویسے کتنے دنوں کے لیے جائیں گی" وہ اب ذرا منہ بسور کر بولا تو حیات ہنس دی۔

"تین، چار دن بس"

"تین، چار دن زیادہ نہیں ہو جائیں گے؟" وہ سر کھجاتا بولا۔

"نہیں لڑکیاں میکے اسے بھی زیادہ دنوں کے لیے جاتی ہیں" وہ انکھیں نچاتی اسے گرم کوئی کاکپ

تھماتے بولی، تو بس بے چارگی سے مسکرا ہی سکا۔

"ذویابنیم تو کیا آپ ہمارے ساتھ اپنے سسرال ولیمے کا دعوت نامہ لے کے جانے کے لیے تیار ہیں؟"

وہ دونوں ڈریسنگ کے اگے کھڑے تیار ہو رہے تھے، جب رافع اس پر اپنا پرفیوم چھڑکتے خالص نوابی انداز میں بولا۔

"جی نواب زادہ رافع سکندر صاحب ہم اچھے سے تیار ہیں، ہمارے سسرال والوں کو ملنے کے لیے، آپ بس بتائیں کہ کب جانا ہے"

وہ اس کی طرف سر اٹھا کر دیکھتی گویا ہوئی۔

"کل بہتر ہے، کیونکہ دو دن بعد تو ولیمہ ہے، ہمیں حویلی میں ضروری کام بھی ہے اس کے لیے جلدی بھی جانا پڑے گا دونوں کام ساتھ سمٹ جائیں گے۔ کیا کہتی ہیں"

وہ مونچھوں کو تاؤ دیتا پرتا سوچ سا پوچھ رہا تھا۔

"کل بہت اہم چیریٹی گید رنگ ہیں، وہ اٹینڈ کرنے کے بعد میں آپ کو جوائن کر لوں گی، کیسا رہے گا"

"چلیں سہی ہے یہ بھی" کہتے ساتھ وہ اپنی چادر اٹھاتے کندھوں پر رکھ گیا۔

جب اسے باہر کی طرف جانے سے روکتے زویا اس کے کمر ڈکی طرف گی، اس کی سفید شال اٹھائی اور کندھوں پر پھیلائی، اور اس کے اس عمل پر وہ سرشار سا ہوا تھا، وہ لڑکی ہمیشہ اپنا وقار اچھے سے سمجھتی تھی، جب وہ مسکراتا بڑھا

اور اس کا ہاتھ پکڑے باہر کوچل دیا، ذویا کو ان جی او جانا تھا جہاں بچوں کے لیے اس نے اپنی شادی کی خوشی میں آج اہتمام کیا ہوا تھا۔

"ہمیں ان کی ہر حرکت کی خبر چاہیے، کل ان کے نکلنے کی فوری اطلاع دینا، نواب زادہ رافع کو جلدی حویلی بلانا ہے، کوئی گڑ بڑ نہ ہو، ورنہ تم لوگ جانتے نہیں ہم زندگی حرام کر دیں گے تم پر" وہ کہتے ساتھ فون رکھ گئے۔

"بھتیجے ہم نے ہمیشہ لہاظ کیا ہے آپ کا مگر شاید اب وقت نہیں رہا، لہاظ کا، ہم بہت جلد آپ کو بتائیں گے کہ آپ ہمیں ہلکے میں لے گئے، اتنے سالوں کی محنت اور انتظار کو ہم اتنی آرام سے ضائع نہیں ہونے دیں گے۔"

جب ان کا فون رنگ ہوا دوبارہ اور وہ ماتھے پر بل ڈالے ریسو کر گئے۔

"لگتا ہے آپ صبر سے ذرا بھی واقف نہیں، ہم جب کہہ رہے ہیں آپ کی نواسی آپ کو مل جائے گی تھوڑا انتظار کر لیں۔ یا ورنہ کوئی عام آدمی نہیں کے ہم ان کی بیٹی کو اٹھالیں اور وہ آگے سے چپ بیٹھے رہیں گے، ہر کام کا طریقہ ہوتا ہے،

اس کے سسر ہمارے ملازم تھے وہ نہیں ہیں،

اور آپ بس ہمارے کاروبار کو جتنا جلدی ہو سکتا ہے، بغیر کسی مسئلے کے بڑھانے میں معاونت کریں، ہمارا سامان جتنا جلدی اور حفاظت سے یہاں سے جائے گا، اتنا جلدی آپ کے کام کے لیے بھی پیش رفت کی جائے گی، تب تک اپنی بیٹی کو حوصلہ دیں"

وہ کہتے بغیر آگے سے کچھ سنتے کال کاٹ گئے تھے، اور ان کے لبوں پر پراسرار سی مسکراہٹ تھی"

اس بار سارا کھیل ہمارے ہاتھوں میں ہے۔"

حیات اور عینہ کو اس نے اسی شام ہی حیات کے گھر ڈراپ کر دیا تھا۔

ابھی وہ آفس میں موجود تھا، کہ فون رنگ ہوا، کال ریسیو کرتے وہ بے حد سنجیدہ تھا۔

"السلام علیکم، کیا ایڈیٹس ہیں؟"

"سروہ لوگ میم اور عینہ پر نظر رکھے ہوئے ہیں، گھر کے باہر گارڈز کی موجودگی میں وہ کوئی کاروائی کرنے سے قاصر ہیں،

"ہم ان پہ نظر رکھے ہوئے ہیں وہ کچھ نہیں کر پائیں گے"

"ایسا ہی ہونا چاہیے میری بیوی یا بیٹی میں سے کسی کو بھی کوئی نقصان پہنچا تو زمہ دار تم لوگ ہو گے اور اس صورت میری طرف سے کوئی رعایت باقی نہیں رہے گی"

"جی سر آپ فکر نہ کریں"

اور یاور ولی فون بند کر کے کرسی کی پشت سے سرٹکا گیا

- نا جانے یہ سب اب کیوں شروع ہو گیا تھا، اور کب تک رہنا تھا مگر وہ عینہ سے کسی صورت بھی دستبردار نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ فی مصیبت اس کا سکون برباد کیے ہوئے تھی۔

پہلے تو عینہ کی ماں کو عینہ سے کوئی مطلب نہیں تھا، مگر کچھ عرصے سے اچانک ہی اس کی محبت زندہ ہو گئی تھی، اسے اپنی بیٹی چاہیے تھی،

اس بات کا انکشاف اس پر اسکی طرف سے عینہ کو پہلی بار انغواء کرانے کی کوشش کرنے پر ہوا تھا

جب حیات نے عینہ کو بچا لیا تھا

تب تو وہ اسے دھمکیاں دیتا خاموش کرا گیا تھا مگر اس کی شادی کے بعد یہ سلسلہ پھر چل پڑا تھا۔ نہ جانے وہ عورت اب کیا چاہتی تھی۔

جو جب بھی اس کی زندگی میں آئی اس کا سکون غارت ہی کیا، مگر اب جلد ہی اسے اس سارے فساد کو مکمل طور پر ختم کرنا تھا، وہ اس عورت سے کوئی واسطہ نہیں رکھنا چاہتا تھا،

اور نہ ہی اس کا سایہ بھی اپنی بیٹی پر پڑنے دینا چاہتا تھا، وہ مسلسل سوچتا اپنا ماتھا مسل رہا تھا۔

"زویا آپ کب تک فری ہوں گی، مجھے ابھی حویلی جانا ہے، وہاں کچھ مسئلہ ہو گیا ہے، مجھے بار بار بلایا جا رہا ہے،

زمینوں پر ہی ہمارے لوگوں کی لڑائی ہو گئی ہے جانا ضروری ہو گیا ہے"

وہ فون کان سے لگائے، دوسری جانب زویا سے مخاطب تھا۔

"راجع مجھے تو ابھی کافی دیر ہو جائے گی،"

"چلیں پھر آپ کو کل حویلی لے چلوں گا آج ریسنے دیں، امی حضور کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں

مجھے جانا ہیں وہاں معاملات سنبھالنے کے لیے، اپ کل تیار رہیے گا۔

"نہیں رافع، آپ چلے جائیں، ایڈریس مجھے سنڈ کر دیں میں خود فری ہو کر آ جاؤں گی"

"زویا پہلی بار ہے کہ آپ حویلی آئیں گی میری بیوی کی حیثیت سے، اکیلے انا مناسب نہیں ہے، ہم کل آپ کو لے چلیں گے"

"رافع کچھ نہیں ہوتا آپ مجھے ریسو کر لیجئے گا، حویلی میں اکٹھے اینٹر ہو جائیں گے، کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن مجھے آنٹی کی تیمارداری کرنی ہے، آپ سمجھ رہے ہیں نہ، بس جیسے ڈیسائیڈ ہوا تھا وہی کر لیتے ہیں"

"چلیں ٹھیک ہے میں نکل رہا ہوں حویلی کے لیے، اپ جب روانہ ہوں تو بتا دیجئیے گا" وہ کچھ

سوچ کر سر سمجھ کے ہلا کر گویا ہوا"

"او کے بتادوں گی"، خدا حافظ"

"خدا حافظ"

رافع فوراً گاڑی میں بیٹھا تھا، کہ وہ کبھی اپنی ذمہ داریوں سے نہیں بھاگتا تھا، وہاں کے لوگ اس

کی ذمہ داری تھے، جبکہ وہ نہیں جانتا تھا اس کی نیک نیتی کے بدلے وہ اس کا کتنا بڑا نقصان کرنے کا

ارادہ رکھتے ہیں"

مشی اذان کا انتظار کرتی ساتھ ساتھ اسے کوس بھی رہی تھی۔

"بد تمیز، ذرا خیال نہیں بڑی بہن کا، آج میں بابا کو پکا اس کی شکایت لگاؤں گی، روز لیٹ کر دیتا ہے، اس سے تو اچھا میں خود گھر چلی جاتی تھی، اگر اس دن وہ ایکشن مارنے کا شوق نہ چڑھا ہوتا، تو آج

اس عاصی کا انتظار نہ کرنا پڑتا، ہنسنے۔۔۔۔۔ کھڑا ہو گا کہیں گے کا جو س پیتا"

وہ بس بڑبڑاتے اپنی بھڑاس نکال رہی تھی، کہ فلوقت یہی کام ٹائم پاس کے لیے بچ گیا تھا۔

رافع جو کب سے گاڑی میں بیٹھا تھا، اسے منہ کے زاویے بگاڑتے دیکھ رہا تھا، کہ یہ اب اس کا روز کا معمول تھا، وہ اسے اذان کے آنے تک اور اکثر گھر تک پہنچ جانے تک گاڑی تعاقب میں رکھتا

پھر دلی تسلی ہوتے واپس چلا جاتا تھا، جب وہ اسے آنے والی فون کال کی طرف متوجہ پا کر الرٹ ہوا جو مقابل کو جانے کیا کیا سنار ہی تھی، انداز سے لگتا تھا ڈانٹ رہی ہے، ضرور وہ اذان کونہ آنے پر

ڈانٹ رہی تھی۔

اس کی گاڑی قدرے فاصلے پر تھی، جسے وہ لاپرواہ لڑکی ہمیشہ اگنور کر دیتی تھی۔

جب اب وہ فون بند کر کے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی اور ساتھ ہی غصے میں ہاتھ میں پکڑا جو اس کا خالی

ڈبہ بغیر دیکھے پیچھے اچھال دیا جو پیچھے کھڑے لڑکے کے سر پہ بجا،

"او۔۔۔ لڑکی ہمت کیسے ہوئی تیری مجھے یہ مارنے کی آندھی ہے کیا" وہ بہت بد تمیزی سے گویا تھا

اس سے۔

جب وہ گڑ بڑاتے پیچھے دیکھنے لگی،

ابھی سفیان حیدر گاڑی سے نکلا ہی تھا کہ مشی کے پاس گاڑی روکتے سالار کو اترتے دیکھا، اس کے اعصاب تن گئے۔ وہ کچھ دیر وہی کھڑا رہا۔

"کیا ہوا ہے مشی سب ٹھیک ہے" وہ جو مشی کو کھڑے دیکھ گاڑی روک کر اس کی طرف آیا تھا، کسی لڑکے کی تلخ کلامی سن سنجیدگی سے پوچھنے لگا۔

"ابے اس سے کیا پوچھتا ہے مجھ سے پوچھ، میرے سر پر جو س کا ڈبہ مارا ہے اس چھو کری نے میرے سر پر" وہ شاید کوئی غنڈہ تھا جو اس کے ہی پیچھے کھڑا موقع کی تلاش میں تھا، اب اسے موقع مل چکا تھا، اسے ڈرانے کا تو موقع نہیں چھوڑ رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے اسے بس اس پر جیسی لڑکی سے بات کرنے کا شوق تھا چاہے جیسی بھی ہو۔

"میں معذرت کرتا ہوں ان کی طرف سے" سالار نے جان چھڑانے والے انداز میں کہا، اسے وہ لڑکا اور اس کے ساتھ موجود اس کے ساتھی کو دیکھ سمجھ آگئی تھی وہ خام خواہ لہجہ رہے ہیں تو اس نے جان چھڑانی چاہی۔

"میں نے جان بوجھ کر نہیں کیا سالار بھائی" وہ جو اس صورتحال سے پریشان ہو گئی تھی سالار کو دیکھتے حوصلہ ہو اور اور اپنی صفائی دینے لگی۔

"میں جانتا ہوں مشی آپ گاڑی میں بیٹھو"

وہ اسے اشارہ کرتا آگے بڑھنے لگا جب وہ لڑکے دوبارہ ان کے راستے میں آئے۔

"ایسے کیسے چلے جاؤ گے، پہلے حساب تو دو" وہ اتنی اچانک آگے آئے تھے کہ مشی ایک سے ٹکراتے ٹکراتے سنبھلی اور اس کے منہ سے چیخ نکل گئی اب وہ سہی معنوں میں ڈر گئی تھی۔

جب سالار اس کے آگے آکھڑا ہوا،

"کیا چاہتے ہو"

"او شریف زادے ہمارے منہ نہ لگ، مسئلہ لڑکی سے ہے تو بات بھی اسی سے کرنے دے"

"دماغ خراب نہ کرو، اور دفع ہو یہاں سے ورنہ اچھا نہیں ہوگا" اب سالار بھی تپ گیا تھا وہ جتنا

جلدی جان چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا وہ اتنا سر چڑھ رہے تھے، وہ مارنے مارنے والا بندہ نہ تھا

اس لیے معاملہ ٹالنے کی کوشش کر رہا تھا مگر وہ جس طرح مشی کو دیکھ رہے تھے اور ٹارگٹ کر رہے

تھے اس کو انتہائی غصہ آیا تھا۔ اس سے پہلے وہ کچھ کرتا دنوں لڑ کے دھاڑ کی آواز سے نیچے گرے تھے۔ ان کے بازو اور ٹانگ میں گولی لگی تھی۔

پیچھے سفیان حیدر سرخ چہرے کے ساتھ ہاتھ میں گن لیے کھڑا تھا۔ جو اس کے ضبط کا گواہ تھا۔

مشی پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔ جبکہ سالار بھی اس کے شدید ری ایکشن پر اسے

حیرت سے دیکھنے لگا مگر اصل جھٹکا تو تب لگا جب وہ اس کے پاس آتے اسے سائیڈ کرتے سرد

تاثرات کے ساتھ مشی کا ہاتھ پکڑے خاموشی سے اسے اپنے ساتھ لے گیا، اور اس کا اس طرح مشی

پر حق جتانے سے وہی منجمد کر گیا، سفیان کی گاڑی جاچکی تھی۔ اور وہ کتنی دیر وہی کھڑا رہ گیا جب

پولیس کا سائرن سنتے وہ ہوش میں آتے ہی اپنی گاڑی میں بیٹھ وہاں سے چلا گیا وہ سفیان سے پوچھ

تک نہ سکا کہ وہ اسے ایسے کیسے لے جاسکتا ہے اور ان سے اپنے جذباتی نہ ہونے پر غصہ آ رہا تھا اسکی

صو برنیں اسے اج زہر لگی تھی، وہ بھی تو مشی کے لیے اسٹیڈ لے سکتا تھا جیسے سفیان حیدر نے لیا

تھا، وہ شدید پریشانی میں مبتلا تھا، اسے لگ رہا تھا وہ مشی کو کھونے جا رہا ہے، اور یہ سوچ اس کا دل

بری طرح جکڑ رہی تھی۔ اسے زویا سے بات کرنی تھی اس سے پہلے وہ سب کھودے، بہت دیر کر

دے، وہ خاموش نہیں رہ سکتا تھا۔

مشی خاموشی سے سفیان کے ساتھ آگ، مگر گاڑی کے دروازے کے ساتھ تقریباً چپک کر بیٹھی

تھی۔ شاید سانس بھی مشکل سے لے رہی تھی۔

"سوری" سفیان اگے کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"ہاں مجھے سوری کر دینا چاہیے تھا، بات اتنی نہ بڑھتی، میں ڈر گی تھی اس لیے منہ سے سوری نہیں نکل رہا تھا"

وہ پھر سے سیدھی بات سمجھے بغیر بہت دور کی غیر متوقع بات سمجھی، نہ جانے وہ اتنی زیادہ عقل کیوں استعمال کرتی تھی۔

اس کی باتیں سفیان کی گاڑی کو بریک لگا تھا، اور وہ بغیر کسی تاثر کے اسے دیکھنے لگا، جو اس کے یوں دیکھنے پر مزید گاڑی کے دروازے سے چپکی۔

"آپ اتنی دور فہم کیسے ہیں مشی، سیدھی بات سمجھنے کے علاوہ ہر ٹیڑھی بات سمجھ آ جاتی ہے۔"

"مطلب" وہ اب بھی اس کا طنز نہ سمجھ پائی۔

"مطلب میں آپ سے سوری کر رہا تھا، میرے انہیں شوٹ کرنے کی وجہ سے آپ ڈر گی نہ میرا

ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا، مگر ان لوگوں کو سبق سیکھانا لازمی تھا، پولیس انہیں ہاسپٹل لے جائے گی

علاج کروا کر جیل میں ڈال دے گی، شاید پھر وہ سدھر جائیں ورنہ سنبھل ضرور

جائیں گے ایندہ دوسروں کو ایسے تنگ کرنے سے پہلے وہ سومرتہ سوچیں گے۔

وہ اتنے آرام سے بات کر رہا تھا تھوڑی دیر پہلے والا خطرناک بندہ بالکل نہیں لگ رہا تھا، شاید وہ اس کے ساتھ ہمیشہ ایسے ہی ہو جاتا تھا۔

مشی نے سر اثبات میں ہلایا اور اب ریلیکس ہو کر بیٹھی، مگر ہونٹوں کو دانتوں سے چبانے لگی، چادر جے ہالے میں چہرہ دمک رہا تھا، سفیان نے اس کی حرکت دیکھی اور مسکرا دیا، وہ اسے اس سے بھی زیادہ سمجھتا تھا۔

اگے گاڑی روک کر وہ اس کے لیے اس کی پسند کی چیزیں لے آیا جانتا تھا اسے بھوک لگی ہے اس لیے اس بار منہ اس اینگل سے بن رہا تھا۔

جنہیں دیکھ کر وہ جھینپ گئی، اور سوچ میں پڑ گئی کہ یہ سب مناسب نہیں تھا، وہ ہر بار اس پر بہت سارے پیسے خرچ کر دیتا تھا، جب سفیان نے اسے گھورا تو وہ مرے ہاتھوں سے سامان تھام گی پُر کھولانہ حالانکہ بھوک اب شدت سے لگی تھی۔

"فکر نہ کریں ہم ادھار واپس کر رہے امجد چچا کا، انہوں نے بچپن میں بہت خرچا کیا ہے ہم پر،

آپ حق سے کھا سکتی ہیں"

"واقعی"

سفیان نے اثبات میں سر ہلایا، وہ یہ نہ کہہ پایا کہ وہ پیسوں کی نہیں اس وقت کی بات کر رہا ہے جب اس کے پاس کوئی نہیں ہوتا تھا، رافع سکول ہوتا یا ان کے والد ان کو خود کے ساتھ مصروف رکھتے، وہ سارا دن حویلی میں اکیلا ہوتا تو امجد صاحب اس سے باتیں کرتے اور جب وہ بھی کام میں مصروف ہو گئے تو مشی کو لے آئے اس کی تنہائی کم کرنے کے لیے، وہ بچہ جو توجہ نہ ملنے پر چڑچڑا ہو رہا تھا، سارا دن نوکروں کے رحم و کرم پر ہوتا تھا اس کی ماں اس کے والد کو پارٹیوں اور دعوتوں سے فرست ہی نہیں تھی، اس کی حالت امجد صاحب نے سمجھی تھی،

وہ چار سال کا حساس بچہ تھا وہ چیزوں کو فیل کرتا تھا تبھی آج تک ہر بات یاد کیے ہوئے تھا، اس کا بچپن والدین کی محبت میں ہی رہا، مگر مشی نے اس کو خود میں مصروف کر لیا، وہ پانچ سے چھ سال تک ساتھ کھیلے تھے، ایک دوسرے کے بغیر گزارہ نہیں تھا، پھر مشی اسے کیسے بھول گئی، اس نے سوچتے مشی کی طرف دیکھا تو مسکرا دیا وہ واقعی اب اپنے آبا کا خرچہ سمجھ کر جی جان سے کھانے میں مصروف تھی۔

"ویسے وہ لڑکا تھا بہت بد تمیز اتنی بری طرح سے بات کی مجھ سے، اب افسوس ہو رہا مجھے، مجھے خالی ڈبہ نہیں ڈنڈا مارنا چاہیے تھا اس کے سر میں سالار بھائی اور آپ آگئے ورنہ میں واقعی اس کا سر

پھاڑ چکی ہوتی، بھوک سے نبٹتے ہی وہ اپنی اصل روپ میں آچکی تھی اور سفیان بس اسے دیکھ کے رہ گیا،

"اس اذان کے بچے کو تو میں چھوڑوں گی نہیں، اب بتاؤں گی بابا کو اس کی چالاکیاں، ہائے اگر وہ مجھے کچھ کر دیتے تو، وہ منہ پہ ہاتھ رکھے نی فکروں میں تھی، یہ جانے بغیر کہ کوئی انتہائی فارغ لوگوں کی طرح اس کی حفاظت کے لئے جی جان سے مصروف

ہے۔۔۔۔

"اچھا آپ چل رہے ہیں تو اپنی چادر لیتے جائیے گا نہیں تو پھر بھول جاؤں گی"

"اوکے" وہ بس اتنا ہی بول سکا۔

"آپ کھائیں گے" اسے اتنی دیر بعد یاد آئی گیا تو شرمندہ ہوتے پوچھا،

"سفیان نے مسکراہٹ ضبط کرتے اسے دیکھا جو آدھی آسکریم کھا چکی تھی"

"ہمممممم۔۔۔۔ کھلائیں ہم تو ڈرائیو کر رہے ہیں" وہ سنجیدگی سے بولا تو وہ نی آسکریم نکالنے لگی

"یہی والی کھلائیں ہمیں"

"مگر یہ تو جھوٹی ہوگی ہے"

"کیا کہہ رہی ہیں، ہم مسلمان ہیں مسلمانوں کو ایسے باتیں نہیں سوچنی چاہیے" وہ ہنسی ضبط کرنے

کے چکر میں سرخ چہرے کے ساتھ بولا

"اور مشی کو اس کی بات درست لگی، تو چچ بھر کے اس کی طرف ہچکچاتے بڑھایا جسے اس نے

آرام سے اسے دیکھتے منہ میں لے لیا،

اب اسے کن انکھیوں سے دیکھا آیا کہ وہ کیا کرتی ہے، وہ پر سوچ سی اس کو اور بچی ہوئی انیسکریم اور

چچ کو دیکھ رہی تھی۔

پھر ایک چچ اور بھر کے اس کی طرف کیا تو وہ اسے بھی کھا گیا،

"بس کافی ہے اور نہ دیں" اس نے جیسے ہی منع کیا، مشی نے آرام سے باقی تھوڑی بچی آنسکریم

اور چچ کو اگنور مارا اور نی آنسکریم اور چچ نکال کر کھانے لگی،

جبکہ اس کی اس بے نیازی پہ وہ دانت پیس کر رہ گیا اب سمجھ آیا وہ دوسرا چچ اسے کیوں دیا گیا تھا،

ارادہ اس کی جھوٹی آنسکریم اس سے ختم کرانے کا تھا،

یعنی وہ نواب زادہ سفیان حیدر اس کا جھوٹا کھا سکتا تھا مگر نواب زادی مشی صاحبہ نہیں۔ وہ تو عیش

عیش ہی کراٹھا تھا۔

"انہیں تو ہم بعد میں ٹھیک کریں گے، پہلے ہماری تو ہو جائیں" وہ اب مسکراتے ہوئے سوچ رہا تھا

سرافع سکندر حویلی پہنچ گئے ہیں، اور زویا میڈم وہی رکنے کی بجائے حویلی کی طرف ہی روانہ ہوگی
ہیں، اب کیا کریں۔

"ہا ہا ہا ہا، یہ تو اور بھی اچھا ہے ختم کرو اسے اور اس کی موت حادثہ لگنا چاہیے، ہمیں کسی صورت
بھی جلد از جلد یہ خبر دو"

فون رکھ دیا گیا تھا۔

بھتیجے آپ نے ہماری بیٹی کو ریجیکٹ کر کے اچھا نہیں کیا، اور اب ہم آپ کے لیے کچھ بھی اچھا
نہیں رہنے دیں گے۔

"سر"

"ہاں بتاؤ لڑکی کو اٹھالیا ہو تو اس کی بہن سے رابطہ کرو کہ وہ یاور کی بیٹی کے بدلے اپنی بہن لے

لے۔ اور یاور کو خبر نہ ہو کوئی، ویسے بھی اسے سوتیلی بیٹی سے زیادہ بہن عزیز ہوگی، وہ اپنے گھر ہے

اس لیے اس سے اچھا موقع ہمیں نہیں مل سکتا، اگے تم جانتے ہو اس منصوبہ کو کیسے کامیاب کرنا ہے جاؤ"

وہ نخوت سے کہتے جانے لگے، جب اگلی بات سنتے رکے،

"سر وہ لڑکی کو نہیں اٹھاپائے وہاں وین بھی تیار تھی وہاں کوئی اور شخص بھی تھا، وہ اس سے بھی لڑ کر لڑکی لے آتے مگر پھر۔۔۔۔" وہ خاموش ہوا تھا۔

"مگر پھر کیا" جلدی بکواس کرو ہمیں جتنا جلدی یہ کام مکمل کروانا ہے تم نکموں کی وجہ سے اتنی دیر ہو رہی ہے، ہمیں ہمارا مال بھیجنا ہے یہاں سے تم لوگوں سے لڑکی نہیں اٹھائی جا رہی"

"سر وہاں سفیان صاحب آگئے تھے، ان لڑکوں کو گولیاں ماری اور لڑکی کو ساتھ لے گئے"

وہ جھجھکتے بولا۔

جبکہ نواب زادہ حیدر اپنی سماعت پر یقین کرنے کی کوشش کر رہے تھے، واقعی ان کے بیٹے کے حوالے سے بات ہو رہی تھی۔ وہ ایسا تو نہ تھا، اور کسی لڑکی کے لیے وہ گولی تک چلا گیا، یہ بات انہیں خطرے کی گھنٹی کی طرح لگی تھی۔

زویا پارٹی سے جلدی فری ہونے کے بعد حویلی کی طرف خود

ڈرائیو کر کے جا رہی تھی۔ وہ اس وقت حویلی کے کافی

قریب تھی، جب اسے پیچھے آتے گا رڈز کے سینٹر کی کال آئی۔

اس نے ڈرائیو کرتے ایئر بڈز اون کیے۔

"ہاں جی کہیں"

"میم ہماری گاڑیوں کو فولو کیا جا رہا ہے، آپ گاڑی روکیے گامت"

"اوکے" کہتے ساتھ ہی اس کے لبوں پر قاتلانہ مسکراہٹ آئی تھی۔

"امید نہیں تھی کہ میرے سسرال والے میرے استقبال کے لیے اتنے بے قرار ہیں۔"

اتنے میں ایک گاڑی فرنٹ سے آتی نظر آئی، اور اب اگے پیچھے سے فائرنگ شروع ہو چکی تھی۔

"ہمممممم۔۔۔۔۔ بولو اور کتنی دیر ہے حویلی پہنچنے میں"

رافع گاڑز سے ذویا کے مطلق مسلسل رابطے میں تھا۔

"سر ہماری گاڑیوں کا پیچھا کیا جا رہا ہے، ہم نے میم کو بھی خبردار کر دیا ہے ہم آپ کے علاقے میں

ابھی داخل نہیں

"شٹ۔۔۔شٹ۔۔۔شٹ" وہ سٹیئرنگ پہ، پے درپے ہاتھ مارتا دھاڑا تھا، وہ اس وقت

اپنے حواسوں میں نہیں لگ رہا تھا،

وہ سوچنا ہی نہیں چاہتا تھا کہ اگر ذویا کو کچھ ہو گیا تو۔۔۔

"نہیں۔۔۔نہیں۔۔۔نہیں اللہ مجھے اتنی سخت آزمائش سے مت گزارنا" وہ لرزتے دل اور ہاتھوں سے ایک نمبر ملاتا کان سے لگا گیا۔

"ہیلو، فور اصدقے کے بکرے دو فور اڈرا بھی دیر نہیں کرنی"

وہ بے بسی سے کہتے ساتھ فون بند کر گیا،

آنکھیں ضبط سے لال تھی۔ ماتھے پہ پسینہ تھا، اسے بس ذویا کے علاوہ کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔

ادھر زویان کو قریب آتا دیکھ گاڑی دوسرے راستے پر موڑ گئی۔

اور سپیڈ تیز کر دی ساتھ ہی سیٹ کے نیچے سے اپنا ریوالور بھی نکال لیا، وہ بیک مرر سے پیچھے آتی

گاڑی کو دیکھنے کے ساتھ سامنے راستے پر سپیڈ بھی دیکھ رہی تھی۔

وہ تو شکر رافع نے اس کے لیے بھی بلٹ پروف گاڑی کا انتظام کر دیا تھا اب اے سمجھ آرہا تھا، رافع

اسے کیوں بس اسی گاڑی میں آنے جانے کی سختی کر رہا تھا۔

اسی سوچ سے وہ تب نکلی جب پچھلی گاڑی نے اس کی گاڑی کو پیچھے سے ہٹ کیا تھا، اس کی گاڑی کو جھٹکا لگا تھا مگر وہ سنبھال گئی تھی،

جب دوبارہ سے گاڑی اب اس کے برابر میں آنے لگی تو اب کی بار ہٹ زویا نے کیا تھا، جس سے وہ گاڑی سنبھلتی پیچھے ہو گئی تھی۔

وہ لوگ ساتھ ساتھ فائرنگ بھی کر رہے تھے لیکن ارادہ اب گاڑی رکوانے کا تھا، فائرنگ کا کوئی فائدہ نہ تھا۔

"سفی، زویا کی گاڑی پر حملہ ہوا ہے وہ زمینوں والے راستے پر اکیلی ہے، اپنے لوگوں کو بھیجو

ادھر"

"جبکہ حویلی آتے سفیان نے جب اپنے بھائی کی اتنی کمزور آواز میں اتنی پریشان کن خبر سنی تو بس جی ہی کر سکا،

فوراً اپنے لوگوں کو اطلاع دی کیونکہ رافع نے زمینوں کے معاملات سفیان کے ذمہ لگا رکھے تھے، وہ ہی تمام لوگوں کو دیکھتا تھا،

اسے بس تنازعات کے حل کے لیے اس کے لوگ بلاتے تھے۔ اس نے بھی رفتار تیز کر دی تھی اور دعا کی تھی، زویا کی سلامتی کی کیونکہ وہ جانتا تھا اس کے بھائی کے لئے وہ کتنا ضروری تھی۔

اب فائرنگ بند ہو چکی تھی، وہ لوگ بس گاڑی تک رسائی حاصل کرنا چاہتے تھے۔

"یار گولیاں ختم ہو گئی، کس عذاب میں پھنس گئے، لڑکی تو ہاتھ ہی نہیں آرہی، ایسے لگ رہا ریس لگا رہی ہمارے ساتھ، اسے ختم نہ کر پائے تو ہم ختم ہو جائیں گے"

وہ چار لوگ تھے، جب ان کی گاڑی پر ذویانے فائر کیا تھا۔

ارادہ چیک کرنا تھا کہ کیا وہ ابھی بھی فائر کریں گے۔

"اوتیری، یار کیا چیز ہے نواب کی بہویہ تو ہماری ہی بینڈ بجا دے گی، ٹینکی فل کروائی تھی نہ"

"ہاں کروائی تھی، مگر لگتا ہے اس نے ختم کروا دینا"

"تم دونوں تعریف کر لو پہلے اس کی سارا دن نہیں ہمارے پاس اس کے لیے مدد پہنچنے والی ہوگی

اور اگر ہم نواب رافع کے ہاتھ لگ گئے تو سوچنا بھی مت کے تمہاری ہڈیاں کسی کو

میں " OnlineWebChannel.Com

ان کی باتوں کو بریک تب لگی، جب زویا اگے گاڑی کو تیزی سے ریورس کر کے اب ان کی طرف آ رہی تھی۔

"ارے یہ کیا، پاگل ہے کیا، کوئی ایکشن فلم چل رہی ہے، اس کی بڑی گاڑی کا کچھ نہیں ہوگا،

ہماری گاڑی کا کچرا ہو جائے گا، ابے پلٹ، پلٹ جلدی " ان میں سے دو چیخنے لگے تھے،

سب الٹ ہو رہا تھا اب ان کا پیچھا کیا جا رہا تھا اور فائر بھی۔

زویا جو کب سے بورڈ ریسو کر رہی تھی، ان کو تھکانے کے بعد اب ٹام اینڈ جیری کھیلنے کی باری اس کی تھی، اسنے پہ درپے ان کی گاڑی کو پیچھے سے ہٹ کیا تھا،

اور ایک فائر گاڑی کے ٹائر پر کیا تھا، جس سے ان کی گاڑی ڈولتی سڑک کے ایک طرف رک گئی تھی وہ دیہاتی علاقہ تھا، اس لیے وہاں ٹرانسپورٹ نہ ہونے کے برابر تھی، اوپر سے دوپہر کا وقت تھا۔

جب پھر سے سپیڈ سے آتی زویا کی گاڑی دیکھ وہ گاڑی سے اترے تھے ورنہ وہ گاڑی سمیت نیچے ڈھلوان پر جا گرتے۔

بلیک ہیل میں مقید پیر بلیک فل گھیر دار فرائک جس کے اوپر اس نے کندھوں پر رافع کی بلیک چادر اوڑھ رکھی تھی، گاڑی سے وہ اتری تھی اور،

گن لوڈ کر ان چاروں کی ٹانگوں کا نشانہ لیا تھا، جو الگ الگ بھاگنے کا ارادہ باندھے ہوئے تھے، مگر ایسا ممکن نہ ہو سکا۔

رافع جو اسی طرف آ رہا تھا فائرنگ کی آواز سن اس کا دل دھڑکتے باہر آنے کو مچلا تھا، ایک درد سا محسوس ہوا تھا جب سڑک پر زویا کی گاڑی رکی دیکھ کر وہ رکا، وہاں لوگوں کا ایک ہجوم تھا، وہ ان کے ہی لوگ تھے جن کو مدد کے لیے کہا گیا تھا،

زویا کے تین گارڈز زخمی ہسپتال روانہ کر دیے گئے تھے جبکہ دو رافع کے ساتھ تھے، رافع کے گارڈز نے وہاں پہنچ حملہ کر دیا تھا اور وہاں صورتحال سنبھال لی تھی۔

گاڑی سے اتر کر رافع فوراً اس طرف بھاگا تھا، اور ہجوم ہٹایا تھا۔ جہاں ذویا ایک آدمی پر گن تانے کھڑی تھی اور وہ جسے گولی چھو کر گزری تھی وہ وہی کھیت میں مٹی سے کھیلتے دو بچوں میں سے ایک کو دبوچا سکی گردن پر اپنا چاقو رکھ گیا تھا۔

"زویا" رافع اس کو صحیح سلامت دیکھتا اس کی طرف بڑھا تھا اور بھاری زوردار آواز میں اس کا نام لیا تھا جس پر زویا تو کیا وہ آدمی بھی متوجہ ہوا تھا، باقی لوگ کھڑے بس تماشا دیکھ رہے تھے۔

ان کے ہاتھ میں کچھ نہ تھا، جب اس آدمی کا دھیان ہٹتے دیکھ زویا نے فوراً اس کے گن والے بازو میں فائر کرتے اس بچے کو اس کے مزید سینے پہ پاؤں مار کر جھپٹا تھا۔

وہ جو اتنے سارے حملوں سے سنبھلتا پھر چاقو اٹھا کر حملہ کرنا چاہتا تھا، آخر رافع نے اس کے سینے میں فائر کر دیا۔

وہ وہی ڈھیر ہو گیا، جبکہ بچے کو چھوڑ دیا اسے تاسف سے دیکھتی رافع کی طرف متوجہ ہوئی جو اس

کی طرف بڑھتا زویا کے دوبارہ اس ادھی پر حملے کرنے پر رک جکا تھا

، اب بغیر وقت ضائع کیے اسے کھینچ کر اپنے سینے سے لگا گیا،

جبکہ وہاں پہنچتے سفیان نے جب موجود گارڈز سے احوال پوچھا تو حیرت کے مارے آنکھیں کھول کر

اپنی بھابھی کو دیکھا جسے اس کے بھائی نے بغیر کسی کی موجودگی کی پرواہ کیے خود میں تقریباً چھپا رکھا

تھا۔

NovelHiNovel.Com

" رافع "

ہمممممم
" "

وہ اس کے سر پر ٹھوڑی ٹکائے بس ہنکارا بھر سکا "

" میں ٹھیک ہوں "

" اللہ کا شکر ہے " وہ بند آنکھوں سے ہی بولا تھا

" یہاں لوگ بھی ہیں "

" جانتی ہیں میں مرنے لگا تھا " وہ اسے مزید خود میں بھینچ گیا۔

" مریں آپ کے دشمن "

"مجھے کچھ نہیں ہوا، ریلیکس کریں"

"میری آدھی جان نکلی ہوئی ہے پہلے اس ری سٹور کرنے دیں"

"گھر چل کے کر لیں، میرے پیروں میں درد ہونے لگا"

اور یہاں رافع نے ٹھنڈی سانس خارج کرتے اسے تھوڑا دور کیا تھا مگر وہ ابھی بھی اس کے حصار میں تھی۔

بھائی کی دیوانگی دیکھتا، سفیان مسکراتا ان کی جانب آیا۔

"بھائی رو مینس کے لیے وقت اور جگہ بالکل مناسب نہیں ہے، گھر چلیں"

جب رافع نے اسے گھورا تھا اور اپنے اطراف میں دیکھا تو لوگ مدھم مسکاتے انہیں کو ہی دیکھ رہے تھے، بھلا کسے اندازہ تھا، نوابزادہ رافع سکندر جو اپنے آگے کسی کو کچھ نہیں سمجھتا تھا، بیوی کے لیے اسے کسی کا کوئی ہوش ہی نہیں تھا۔

جب وہ منہ بنانا ذویا کے گرد بھی اپنی شال پھیلاتا گیا تو اسے چھپا رہا ہو، اسے حصار میں لیے ہی آگے بڑھ گیا۔

"سفیان پتا کرو اوکس کا کام ہے یہ، سزا میں خود دوں گا اسے" وہ سرد لہجے میں کہتا آگے بڑھ گیا۔

"جی بھائی"

اسے پچھلی سیٹ پر بیٹھایا اور خود بھی بیٹھا، جبکہ ڈرائیونگ سفیان نے سنبھالی تھی۔

وہ اسے ابھی بھی خود سے لگائے ہوئے تھا، بار بار اس کا سر چوم رہا تھا زویا اس کے سینے پر سر رکھے ہوئے تھے،

وہ شخص اس کے لیے کتنا ڈر گیا تھا، وہ اس کے دل کی دھڑکن سن کر اندازہ لگا سکتی تھی جو ابھی تک نارمل نہیں ہو رہی تھی۔

وہ سراٹھاتے اس کے سینے پر لب رکھتے ایک طرح سے اسے پر سکون کرنا چاہتی تھی جب اپنے گرد حصار کو مزید تنگ پایا۔

"سفیان ابھی تک اس لڑکی سے رابطے میں ہیں، کتنا مشکل سے اس کی جان چھڑائی تھی، اس ملازم کی لڑکی سے، وہ پھر سے اس کی طرف لوٹ گئے ہیں"

نواب زادہ حیدر علی دھاڑتے میز کو پاؤں کی ٹھوکھو کر مارتے گرا چکا تھا۔

"یہ لڑکا کبھی ہمارے مطابق کام نہیں کرے گا، اس سے اچھے تو رافع ہیں، وہ لڑکی خاندانی تو ہے، ان کی پوزیشن سرکل اور سیاست میں اس شادی کے بعد کتنی مضبوط ہوگی ہے، ہرزبان پہ نام ہے ان کا، آخر ان کو کیوں اپنی فکر نہیں ہم ہی سب کرتے رہیں، مگر یہ تو نہ رافع سے مقابلہ کریں گے

اور نہ اپنے مستقبل کا سوچیں گے، اوپر سے انہیں عشق بھی اس ملازم کی بیٹی سے ہونا تھا، یہ ہمیں مایوس کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے، ہماری مدد نہیں کرتے اوپر سے ہمارے لیے اور عذاب لے آتے ہیں "ء آخر آپ کے بیٹے کو ہم سے دشمنی کیا ہے، آپ سمجھاتی کیوں نہیں انہیں"

وہ کمرے کی چیزیں توڑتے اب آپنی بیگم سے غضب ناک انداز میں سوال کر رہے تھے۔

"ہم نے بہت بار کوشش کی ہے جب سے ہم نے انہیں باہر بھیجا ہے وہ مزید دور ہو گئے ہیں، سلام کر دیتے ہیں بڑی بات ہو جاتی ہے ہمارے لیے"

"ہاں تو اس لڑکی سے دور کرنے کے لیے ہی ہم نے یہ قدم اٹھایا تھا، انہیں اس لڑکی سے فرصت نہیں تھی اور رافع کو اس سے، سب ہمارے خلاف ہو رہا تھا ہمیں بھیجنا ہی پڑا" وہ سر ہاتھوں میں لے گئے تھے۔

"ہم انہیں ان کی زندگی یوں برباد کرنے نہیں دے سکتے، ہمیں کچھ کرنا ہی پڑے گا"

وہ ابھی سوچ رہے تھے جب باہر گاڑیوں کے رکنے کی آواز آئی، ساتھ ہی ان کے لبوں پر ایک زہریلی مسکراہٹ آئی۔

"چلیں بیگم باہر ذرا ماحول بننے والا ہے"

وہ اس امید سے باہر ائے کے اب تک اس لڑکی کی لاش آچکی ہوگی، مگر آگے کا منظر ان کا رنگ اڑا گیا۔

رافع ذویا کو اپنے حصار میں لیے اندر آ رہا تھا، اور وہ تجسس سے ادھر ادھر دیکھتی آرہی تھی۔

"جلدی ہماری بیوی کے لیے جو س لائیں" وہ کہتا پھر سے اسے دیکھنے لگا جسے جب سے دیکھا تھا، وہ کاندھوں پر چادر اور سر پر بار بار دوپٹہ ٹھیک کر رہی تھی، اور اس کی یہ حرکت اس کے دل میں اس کا مقام مزید اونچا کر گئی تھی۔

"بس کریں ذویا ایک ہی دل کتنی بار جیتیں گی"

زویانے مسکراتے نہ سمجھی سے اسے دیکھا تھا، جس پر وہ اس کے ماتھے پر بوسہ دے گیا، زویانے حیرت زدہ اسے آنکھیں دیکھائی تھی۔ وہ سب کے سامنے بے باک مظاہرے کرنے سے باز نہیں آ رہا تھا۔

جبکہ سفیان مسکراہٹ چھپاتا وہی لاونج میں ان کے سامنے صوفے پر آ بیٹھا تھا۔

"ہم مان گئے بھابھی حضور آپ کو، ایسے ہی تو بھائی آپ کے دیوانے نہیں، ہمیں فخر ہے آپ پر"

"خیریت کیسا فخر ہے" چھتے ہوئے لہجے میں کہتے حیدر علی بھی بیگم کے ساتھ وہی تشریف لے

آئے۔

اور ذویانے اس دن والی عورت کو ان کے ساتھ دیکھا تو اس کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ جبکہ وہ عورت چبھتے ہوئے تاثرات کے ساتھ اسے دیکھ رہی تھی جیسے آنکھوں سے ہی سالم نگلنے کا ارادہ ہو۔

اتنے میں جو س آگیا تو رافع نے اٹھا کر اپنے ہاتھوں سے ذویا کے منہ سے لگا دیا۔ جسے وہ مسکراہٹ ضبط کرتے رافع کے ہاتھ سے لیتی پینے لگی۔

"چچا حضور، ذویا پر حملہ ہوا تھا، مگر ہماری ذویا کیلئے ہی سب پر بھاری پڑ گئی، دھول چٹا کر رکھ دی انہیں،" وہ فخر سے جتاتے آئیں بتا رہا تھا۔

جبکہ اس کی بات سنتے حیدر علی نے دوبارہ ذویا کو دیکھا تھا جو پر اعتماد سے انہیں جس انداز سے دیکھ رہی تھی وہ بوکھلا گئے، ماتھے پر پسینہ نمودار ہوا، اور ذویانے سائیڈ سائیل کی تھی۔

"پتا چلا حملہ کس نے کیا تھا؟" وہ رافع کی طرف متوجہ تھے۔

"نہیں جانتے مگر جلد جان جائیں گے، اور جس کا بھی یہ کام ہے، اسے بخشیں گے نہیں" وہ جس

انداز میں بولا تھا حیدر علی نے حلق تر کیا تھا، یہ سب اتنا آسان نہیں تھا جتنا وہ سمجھے تھے، الثاب انہیں لگ رہا تھا وہ شدید غلطی کر چکی ہیں۔

اتنے میں نواب بیگم آگئی تھی، تو سب کھڑے ہو گئے۔

"رافع آپ اپنی مرضی کر اپنی بیوی کو لے توائے ہیں مگر گاؤں والوں کو بلانے کی کیا تک
بنتی ہے"

وہ ناراض سی بول رہی تھیں، رافع ان کے انداز پہ مسکرا دیا۔

"ہم نے تو نہیں بلایا، انہیں خود حویلی کی بہادر بہو بیگم کو دیکھنے کا شوق چڑھا ہے تو ہم کیا کریں" وہ
ان کے گرد حصار باندھتا ان کے سر پر لب رکھ گیا۔

"اب عورتیں آہی گئی ہیں، تو بہو بیگم کا تعارف تو آپ کی ہی ذمہ داری ہے نہ،"
وہ مسکرا کر کہتا زویا کو اشارہ کر گیا تو وہ بھی مسکراتے ان سے گلے آ ملی۔

"کیا ہوا تھا آپ پریشانی سے نکلے تھے، انہیں اکیلے نہیں آنے دینا چاہیے تھا جو بھی ہے یہ عزت
ہیں ہمارے خاندان کی اور ہمارے دشمن کتنے ہیں، آپ کو معلوم ہے"
وہ رافع کو دیکھتی بول رہی تھی، ذویا کو نظر انداز کر رکھا تھا۔

"فکر نہ کریں، وہ آپ کے نہیں میرے دشمن تھے، اور میں اپنے دشمنوں سے اپنے دوستوں سے
بھی زیادہ اچھے سے واقف ہوں، اور ان سے نبٹنا بھی خوب جانتی ہوں"

وہ ایک نظر حیدر علی اور ان کی بیگم کو دیکھتی انتہائی عاجزی سے نواب بیگم سے گویا ہوئی تھی، جس
پر رافع تو مسکرا دیا جبکہ نواب بیگم اس کے اعتماد کو ہی دیکھ کر رہ گئی۔

"مطلب"

"مطلب ہم آپ کو سمجھاتے ہیں، آج بھابھی حضور نے تو کمال ہی کر دیا" اور پھر سفیان اپنی تائی حضور کو صوفے پر بیٹھاتا نہیں سارا احوال سنا گیا، جس سے وہ بھی بہت متاثر ہوئی اور رہی سہی کسر گاؤں کی عورتوں نے پوری کر دی، وہ تو ذویا سے اتنی مرعوب ہوئی، اس کی اتنی تعریف کی، نواب بیگم کو اتنی اچھی بہولانے پر مبارکباد دی کہ وہ بھول ہی گی کہ وہ ناراض تھیں، ان کو بھلا اتنا قابل بہو کہاں سے ملتی اب مل گئی تھی تو انہیں قدر کرنی چاہیے تھی باقی رہی سہی کسر اس کے سوشل ورک نے پوری کر دی یہ انفارمیشن دینے والا سفیان تھا،

اب تو نواب بیگم اپنی بہو کے واری صدقے تھیں، اپنی خاندانی کڑے اور زیورات تک اسے پہنا ڈالے اور سارے وقت میں رافع مہظوظ ہوتا رہا تھا بس۔ اسکے اور رافع کے صدقے کے بکرے دیے گئے تھے، سامان بانٹا گیا تھا۔

"دیکھا کہا تھا نہ میری امی حضور بہت سادہ اور معصوم ہیں مان بھی گی" وہ اس کے کان میں بولا تھا

"واقعی مجھے لگا تھا، ایک میری ماما ہی معصوم عورت ہیں، میری ساس تو ان سے بھی زیادہ معصوم ہیں"، بہت جلد مان گی اتنا جلدی مان جائیں گی اندازہ نہیں تھا "وہ نواب بیگم کو دیکھتی بولی۔

جب انہیں رسمیں کرنے کے بعد کھانا کھانے اور آرام کرنے کی اجازت مل گئی، نواب بیگم تو بھول ہی گئی کہ انہوں نے کیا کہا تھا، یہاں تک کہ رسموں میں اپنے دیور اور دیورانی کی غیر موجودگی کا بھی نوٹس نہ لیا، جو جلتے دل کے ساتھ وہاں سے چلے گئے تھے۔

حیات تیسرے دن ہی یاور کو سر پر اتر دینے کے لیے عینہ کے ساتھ آفس آگئی تھی، جہاں سب اٹھ اٹھ کے اسے سلام اور خوش آمدید کر رہے تھے۔

وہ سب بھی ان کے ولیمے میں شامل ہوئے تھے۔ وہ یاور ولی کے آفس کی طرف بڑھنے لگی جب ایک نسوانی آواز پر چونکی، وہ جو کوئی بھی تھی، انتہائی بد تمیزی سے یاور کئے سیکرٹری سے مخاطب تھی، جو اسے آفس میں نہیں جانے دے رہا تھا۔

"سر میم ایک آن لائن میٹنگ میں مصروف ہیں آپ اندر نہیں جاسکتی سرنے منع کیا ہے"

جب تک عینہ اور حیات بھی وہاں آ پہنچی، وہ چادر کی جگہ ڈیزائنر گاؤن اور حجاب میں تھی، جب اسے آتے دیکھ سیکرٹری اسے سلام کرتا آفس کا دروازہ کھولنے بڑھ گیا۔

"اب اس کے لیے کیوں کھول رہے ہو" وہ عینہ کو نظر انداز کیے ہوئے تھی۔

"کیونکہ یہ سر کی وائف ہیں، میم آپ آئیں پلیز" وہ دوبارہ حیات سے مخاطب تھا۔

جب اس کی نظر عینہ پر پڑی۔

"عینہ میری جان میرا بچہ میرے پاس آؤ میں آپ کی ماما ہوں" وہ عینہ کا حیات سے ہاتھ چھڑا کر اسے گلے لگا گی، جس کے الفاظ وہاں موجود حیات سمیت سب کو ساکت کر گئے۔

مگر حیات کا سکتہ عینہ کی آواز سے ٹوٹا

"نو، آپ میری ماما نہیں ہو، حیات ماما ہیں" وہ خود کو اس عورت سے چھڑا رہی تھی جو شدت آمیز طریقے سے اسے گلے لگائے ہوئے تھی۔ عینہ خود پریشان ہو گی تھی۔
جب حیات نے اس لڑکی کو عینہ سے دور دھکیلا اور جھک کر اسے اٹھالیا۔

"عینہ میری بیٹی ہے، خبردار دوبارہ اس کے قریب بھی آئی تو" وہ سرد انداز میں کہتی، اپنے قدم آفس کی طرف بڑھا گی جب اس کی بات پر رکی۔

"اوہ تو تم ہو وہ دو ٹکے کی امپلائے جس سے یاور نے شادی کی اوقات مت بھولو اپنی، خود کو سمجھتی کیا ہو، تمہاری بھول ہے تم مجھے عینہ سے دور کر پاؤ گی، میں ہی اس کی ماں رہوں گی۔"

"بڑی جلدی یاد نہیں آیا تمہیں کہ تم اس کی ماں ہو"

آفس سے باہر نکلتے تشیبہ کی باتیں سن چکے یاور نے اسے جواب دیا تھا ساتھ ہی سامنے کھڑی حیات اور عینہ کے سر کا بوسہ بھی لیا تھا۔

"تمہاری اوقات یہ ہے کہ تمہاری بیٹی تمہیں جانتی تک نہیں، اور حیات کی اوقات یہ ہے کہ وہ میری پہلی محبت ہونے کے ساتھ میری بیوی میری بیٹی کی بہترین ماں اور ہماری زندگی کا سب سے بڑا انعام ہے، تو آئندہ زبان سنبھال کر بات کرنا میں ہر بار لہاظ نہیں کروں گا نہ میرا نہ میری بیٹی کا تم سے کوئی واسطہ ہے، آئندہ مجھے نظر نہ آنا مجھے کوئی بات نہیں کرنی تم جیسی عورت سے ہم سے دور رہو تو بہتر ہے، وہ کہتے ساتھ حیات سے عینہ کو گود لیتا اس کا ہاتھ پکڑتا اندر چلا گیا جبکہ وہ اہانت کے مارے سرخ چہرہ لیے وہاں سے چلی گئی۔ اسے یاور کا اس لڑکی کو اتنا اہمیت دینا برداشت نہیں ہوا تھا، عینہ کا جو ذرا برابر دکھ تھا وہ پھر کہیں دور جاسو یا تھا، اب وہ دوبارہ حسد کی بھٹی میں جلنے لگی تھی۔

وہ دانت پیستے گاڑی میں آکر بیٹھی تھی۔

"چھوڑو گی نہیں میں تمہیں یاور ولی، نہ تمہاری اس حجابن کو اور نہ اپنی بیٹی تمہارے پاس رہنے دوں گی"

یاورا نہیں اندر لایا تو اس واقعے سے پریشان عینہ کو جو س پلا کر سلانے تک دونوں کے درمیان خاموشی حائل تھی۔

حیات صوفے پر سوئی عینہ کے بال سہلار ہی تھی جبکہ یاور اسی کو دیکھ رہا تھا۔

"آپ کچھ پوچھیں گی نہیں"

"آپ کچھ بتانا چاہیں تو بتا سکتے ہیں، ورنہ ضروری نہیں"

"کیا آپ ناراض ہیں"

"کیا کوئی ناراض ہونے والی بات ہے" وہ سوالیہ ہوئی تھی۔

"نہیں" وہ اسے دیکھتے بولا۔

"پھر میں ناراض نہیں ہوں"

یاور خاموش ہو گیا تھا۔

"کیا وہ عینہ کو لے جاسکتی ہے" وہ آنے والے وقت کے خوف میں مبتلا پوچھ رہی تھی۔

"نہیں، کبھی بھی نہیں"

حیات کو تسلی ہوئی تھی۔

"اسے کبھی عینہ یاد نہ آتی جب سے اسے پتہ چلا ہے وہ ماں نہیں بن سکتی دوبارہ، وہ اپنے والدین کی

اکلوتی اولاد ہے، اس لیے اب اسے عینہ چاہیے، مگر میں یہ ہونے نہیں دوں گا"

"کیا آپ۔۔۔۔"

"صرف ایک بزنس میرج کہہ لیں میرے اور ان کے والد نے اپنے مفادات کے لیے یہ شادی کرائی تھی، وہ کسی اور کو پسند کرتی تھی، میں ایک منافع رشتے کا متحمل نہیں تھا، اسے عینہ سے بھی کوئی لینا دینا نہیں تھا، تو ہم نے انہیں آزاد کر دیا، ہمارے لیے ہماری عینہ ہی کافی تھی"

"اور اب آپ بھی"

"ہم ہمیشہ ساتھ رہیں گے نہ، میں آپ اور عینہ"

وہ شاید اس لڑکی کی باتوں کا اثر لے گی تھی۔

"ہمیشہ حیات انشاء اللہ" وہ کہتا اٹھتا اس کے پاس آ بیٹھا اور اسے اپنے حصار میں لیتا اس کا سر چوم گیا۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا، فکر نہ کریں"

"ہممم، انشاء اللہ"

وہ کافی دیر آرام کرنے کے بعد اب باہر آئی تھی۔ رافع نہ جانے کہاں چلا گیا تھا،

وہ ابھی کسی ملازمہ سے پوچھتی، کہ اس کا سامنا سفیان کی والدہ سے ہو گیا،

جن کے ساتھ آنکھوں میں آگ کے شعلے لیے مول بھی موجود تھی۔

دونوں ہی اسے غصے سے گھور رہی تھی جبکہ ان کی شکلیں دیکھ زویا کو ہنسی آرہی تھی مگر وہ ضبط کرتی ہونٹ

بھینچے مزے سے سینے پر ہاتھ باندھے کھڑی ہوگئی، واضح لگ رہا تھا کہ اسے اس وقت ہنسی آرہی ہے

"بہت ہنسی آرہی ہے تمہیں" مول جو اسے کچا چبا جانے والے انداز میں پوچھ رہی تھی، اس کا جواب سن آنکھوں میں خون اتر۔

"ہاں" وہ تپانے والی مسکراہٹ کے ساتھ بولی تھی۔

"تمہیں لگ رہا ہے بڑا تیر مار لیا ہے تم نے رافع سے شادی کر کے"

مول مٹھیاں بھینچ کر بولی۔

"ہاں" زویا اس کی حالت انجوائے کر رہی تھی۔

جبکہ ساتھ کھڑی اس کی ماں کو زویا کے ایسے انداز آگ لگا گئے۔

"تم نے جان بوجھ کر رافع سے جلدی شادی کی ہے نہ، پہلے تو ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا، یہ ہماری

دھمکی کی ضد میں کیا ہے تم نے ہے نہ۔" وہ غضب ناک ہو کر بولی تھیں۔

"ہاں" ایک اور ہاں نے دونوں ماں بیٹی کو دانت پیسنے پر

مجبور کر دیا تھا، وہ دونوں اس کی پر اعتمادی سے اب خائف نظر آرہی تھی، جو یک لفظی جواب دے کر ان کا دماغ خراب کر رہی تھی۔

وہ ہمارے منگیتر تھے بچپن سے، تم نے ہم سے چھین لیا انہیں، اپنے بارے میں کیا کہنا چاہو گی
اب"

وہ استہزایہ انداز میں ذویا سے مخاطب تھی۔

اب ذویا سے دیکھتی سنجیدگی سے اس کے پاس آئی تھی، اور اس کی آنکھوں میں چھہتے تاثرات سے دیکھنے لگی تھی۔ پھر اس کے گرد گھومتے ہوئے گویا ہوئی،

"میں ان کی پہلی اور آخری، محبت ہوں، وہ بس میرے ہیں، میرا ارادہ ابھی شادی کا نہیں تھا، مگر جب بھی شادی کرتی ان سے ہی کرتی پھر مجھے پتہ چلا کہ ان پر کسی کی بری نظر ہے،

تو بھلا میں کیسے انہیں تنہا چھوڑ دیتی، اس لیے پہلی فرست میں خود سے ہمیشہ کے لیے باندھ لیا، تاکہ ہر بری نظر کو حق سے نوج سکوں، تو مس ہم، ہم تمہیں خبردار کر رہی ہوں آئندہ کے لیے انہیں

غلطی سے بھی کسی حوالے سے خود سے مت جوڑنا، ورنہ میں تمہارا لڑکی ہونے کا بھی لہانظ نہیں کروں گی،

اور ویسے بھی میرے نزدیک ایسی لڑکیوں کے لئے کوئی رعایت نہیں جو اپنی نسوانیت اور عزتِ نفس کا پاس نہیں رکھتی"

"امید ہے تمہیں دوبارہ نہیں بتانا پڑے گا کہ رافع کا ماضی، حال اور مستقبل صرف میں ہوں"،
صرف میں"

وہ اپنی طرف اشارہ کرتی جتنے سرد انداز میں بولی تھی، مول اور ساتھ کھڑی عورت کی ریڑھ کی ہڈی میں سرد لہر دوڑ گئی تھی۔

"تم کل کی آئی لڑکی تمہیں کیا لگتا ہے، تم یہاں کے مکینوں پر حکم چلاؤ گی، ہمیں ڈراؤ گی، اور ہم دب جائیں گے۔"

"ہاں" زویانے مول سے سرد نظریں ہٹاتے پھر سے ان کی بات سن مسکرا کر مزے سے کہا تو دونوں ماں بیٹی پیر پٹختی وہاں سے واک آؤٹ کر گئی۔

زویا ہنستے ان کو دیکھ ہی رہی تھی، جب مانوس سی خوشبو نے اسے پیچھے سے حصار میں لیا۔ وہ مسکرا دی۔

"تو یہ وجہ تھی، اتنے جلدی مان جانے کی، ورنہ میں تو اگلے 5 سالوں کی پلیننگ کر بیٹھا تھا، مجھے تو چچی کو تھینکس بولنا چاہیے نہیں؟"

وہ مسکراتے اس کے کندھے پر ٹھوڑی رکھ کر بولا۔

"ہمممم، آپ کافی خوش قسمت نکلے اس معاملے میں"

"تو میری اوور پوزیسو بیوی، میں صرف آپ کا ہوں؟ رائٹ؟"

"رائٹ، کوئی شک؟" وہ اب اس کے سامنے آکھڑا ہوا تھا۔

"شک کر کے میں نے شامت نہیں بلوانی، جب یہ جانتا ہوں کہ بیوی بہت خطرناک ہے، ایسا ہی

ہے نہ"

"ہاں" وہ بولی تو دونوں کا قہقہہ نکلا جب رافع کی والدہ کو انہیں مسکراتے دیکھ وہ بھی ان کی طرف

چل دیے۔

شام میں۔۔۔۔۔

"رافع کل واپس چلیں گے،

وہاں ویسے کے بعد یہاں آکر ولیمہ کریں گے، اپ اپنی امی سے بات کر لیں، مجھے کچھ بہت ضروری

کام ہے"

، اس کے دماغ میں سالار اور مشی چل رہے تھے۔

"او کے کام تو مجھے بھی ہے، سفیان کے لیے رشتہ مانگنا ہے بھائی میرا اور انتظار نہیں کر سکتا،" وہ

مسکراتے بولا تو زویا حیران ہوئی،

"مطلب، لو میرج" وہ خوش کن انداز میں پوچھ رہی تھی۔

"جی بالکل، محبت کے معاملے میں وہ مجھ پر گیا ہے، بلکہ مجھ سے بھی زیادہ جذباتی ہے"

"واہ، کون ہے وہ؟"

"تفصیل سے بتاؤ گا، تمہیں بہت خوشی ہوگی جان کر یقیناً اسے سرپرائز سمجھو، آخر تم بھی تو ساتھ

ہوگی"

"زبردست پھر آپ بھی میرے ساتھ چلیں گے"

"کہاں؟"

"سالار کا رشتے کے لیے، پھپھو وغیرہ کے ساتھ آپ کے لیے بھی سرپرائز ہے"

"زبردست"

او کے پھر اپنے ولیمے سے پہلے کل یہ دونیک کام بھی کر لیں گے۔ وہ باتیں کرتے نواب بیگم کے

کمرے کی طرف چل دیے۔

"ڈیڈ میں کچھ نہیں جانتی، جب میں سکون میں نہیں ہوں، میری لائف پرفیکٹ نہیں، تو وہ کیسے پرفیکٹ لائف گزار سکتا ہے"

وہ چیزیں اٹھاتی فرش پر پھینکتی چیخ رہی تھی، جبکہ اس کے والد سر پکڑے بیٹھے تھے۔

"میں چھوڑوں گی نہیں اس دوٹکے کی لڑکی کو، میری بیٹی مجھ سے چھین لی، اس نے اسے یاور کی زندگی سے جانا ہی ہوگا"

"ڈیڈ پتا کروا کر دیں مجھے اس کی فیملی کا، مجھے سب جانا ہے، یا تو میں خود کو ختم کر لوں گی یا ان سب کو"

وہ کہتی اپنے بال نوچتی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی

جبکہ وہ بے بسی سے اپنی آزمائش بنے اکلوتی اولاد کی پیٹھ ہی دیکھتے رہ گئے، ان کے لاڈ پیار نے اسے کہیں کانہ چھوڑا تھا، آج شدت سے پچھتاوا ہوا تھا،

کاش وہ ہر چیز کہ ساتھ اسے صبر اور برداشت کرنا بھی سکھا دیتے تو وہ اس حال میں نہ ہوتی، مگر اب وقت گزر چکا تھا اس کی دوسری شادی بھی اس کے عدم برداشت کی وجہ سے بس نام کی رہ چکی تھی۔

وہ دونوں منہ پہ انگلی رکھے، آرام سے سوتے یاور کے دائیں بائیں بیٹھی تھیں، عینہ اس کی موچھوں کے پاس الگ سے بلی والی مصنوعی موچھیں کلر مار کر سے بنا رہی تھی جبکہ حیات نے اسے کے سر پر خرگوش والا ہیسر بینڈ لگا دیا تھا،

جب چہرے اور بالوں میں کچھ چلتا محسوس کرتے یاور نے جھٹ سے آنکھیں کھولیں تھی، اور اپنے اوپر جھکی دونوں ماں بیٹی کو دیکھا تھا، اور "کیا" میں اہل برواچکائی۔

جو اس کے اچانک اٹھنے پر آنکھیں بڑی کرتی کیوٹ سامنے بناتی ایک دوسرے کو دیکھنے لگی، مگر پھر حیات نے عینہ کو آرام سے اور خاموشی سے اٹھا کر نیچے اتار اور دونوں منہ کو سے یاور کو پشت کیے باہر جانے لگی،

یاور نے اٹھ کر نا سمجھی سے دونوں کو دیکھا پھر بالوں میں ہاتھ پھیرا مگر جیسے ہی اس کے ہاتھ میں ہیسر بینڈ آیا وہ فوراً آنکھیں بڑی کیے سائیڈ پر ڈریسنگ کے شیشے میں دیکھنے لگا۔

"یہ کیا ہے" یہ سننا تھا کہ دونوں ماں بیٹی جو آرام سے قدم باہر کی طرف بڑھا رہی تھی، فوراً چیخی اور حیات نے عینہ کو پیچھے سے پکڑ کر ہی باہر دوڑ لگادی،

ان کا ارادہ یاور کی پکس لے کر بعد میں اسے تنگ کرنے کا تھا، یہ آئیڈیا عینہ کو ہی ٹی وی دیکھ کر آیا جس پر اس نے حیات کو بھی منالیا، مگر یاور پہلے اٹھ گیا،

اور ان کی کارستانی سمجھتے فوراً ان کے پیچھے بھاگا، وہ دونوں آگے اور یاور پیچھے تھا کبھی حیات کے پیچھے جاتا تو کبھی عینہ کے، سارے گھر میں ان کی کھلکھلاہٹیں تھیں۔

"رک جائیں دونوں یہ کیا میری شکل بریگاڑ کر رکھ دی ہے"

"سوری بابا، سوری بابا، آئندہ نہیں کریں گے"

"یاور رہنے دیں، اتنے کیوٹ تو لگ رہے ہیں"

وہ مسلسل بھاگتے ہنستے بول رہے تھے، ججھی تھک کر یاور وہی صوفے پر ڈھے گیا، تو عینہ اور حیات بھی اس کے ساتھ آ بیٹھی، سانس پھولا ہوا تھا،

یاور نے دونوں کو گھوریوں سے نوازا اور پھر عینہ کی گدگدی کرنے لگا تو تینوں کی ہنسی رونق بڑھا گئی۔

وہ دونوں کو خود میں بھینچ گیا۔

"زندگی کتنی مکمل تھی، اس نے شکر ادا کیا، مگر وہ پریشان تھا، جانتا تھا تشبیہ چپ نہیں رہے گی، وہ آخر کیا کرے گی، یہ سوچیں اسے فکر میں مبتلا کیے ہوئے تھی"

"وہ ہاتھ پکڑے جارہی تھی، اس وجہہ مرد کا مگر اس کی پیٹھ ہی نظر آرہی تھی،

وہ بہت خوب صورت باربی فراک میں ملبوس تھی اور خوش بھی لگ رہی تھی جب اچانک ہی ہر طرف اندھیرا چھا گیا اب ایک بچہ رو رہا تھا اس نے خود سے چھوٹی ایک بچی کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا کوئی اس بچے کو اور بچی کو ایک دوسرے سے دور کھینچ رہے تھے وہ دونوں ہی زار و زار رو رہے تھے اور چیخ رہے تھے، پھر ہاتھ چھوٹ گئے تھے وہ بچہ روتے اندھیرے میں غائب ہو گیا تھا، جبکہ اس بچی کو کسی نے زوردار تھپڑ مار کر دھکا دیا تھا وہ اندھیری زمین پر گری تھی اور اب شاید کسی گڑھے میں گرتی جا رہی تھی،

مگر اچانک بہت زور لگانے کے بعد وہ چیخ کر اٹھ بیٹھی، چہرہ پسینے سے تر تھا۔

اسے بہت عرصے بعد وہ خواب دوبارہ آیا تھا، جو اسے ہمیشہ خوف زدہ کر دیتا تھا، جب تک اس کی آواز سنتے امجد صاحب اور نجمہ بیگم بھی آگئے تھے،

امجد صاحب کے آتے ہی وہ ان سے لپٹ گئی۔

"بابا وہ خواب پھر سے مجھے آیا ہے" وہ روتے ہوئے بول رہی تھی اور امجد صاحب لب بھینچ

گئے،

اس کا کتنا علاج کروایا تھا، وہ سب بھول گئی تھی لیکن بس یہ خواب اس کی جان نہیں چھوڑ رہا تھا، کتنا عرصہ وہ پرسکون رہے تھے مگر اچانک دوبارہ اس خواب کا آنا شاید سفیان حیدر کی وجہ سے تھا،

وہ سوچنے پر مجبور ہو گئے، جو بھی تھا انہیں اپنی بیٹی بہت عزیز تھی، انہیں لگا اب انہیں مشی کو ان سے دور رکھنا چاہیے، وہ کیسے سب بھول گئے، وہ دوبارہ یہ سلسلہ شروع نہیں کر سکتے تھے، وہ اس کا سر تھکتے بہت کچھ سوچنے پر مجبور تھے۔

اگلے ہی دن وہ لوگ واپس شہر پہنچ چکے تھے، نواب بیگم کے ساتھ۔

زویا نے حیات اور رافع نے یاور کو کال کی تھی۔

"ہیلو، السلام علیکم حیا، کیسی ہو"

"و علیکم السلام، زوی ٹھیک ہوں میں بالکل تم بتاؤ"

"یار ہم آج تمہارے میکے جانے والے تم بھی پہنچو، تم سے قیمتی چیز لینی ہے، اور امید کروں گی کہ

تم لوگ منع نہیں کرو گے، میری دلی خواہش ہے"

"کیا مطلب، سیدھی بات کرو زوی مجھے بھلا تمہاری پہلیاں پہلے کبھی سمجھ آئی ہیں" وہ نا سنجھی سے بیچارہ منہ بنا کر بولی تھی۔

"یار میں سالار کے لیے مشی کو مانگنے آنا چاہتی ہوں، ابھی صرف منگنی کریں گے پکا" وہ یقین

دلانے والے انداز میں بولی تھی۔

"سالار کے لیے؟"

حیات نے کنفرم کرنا چاہا

"ظاہر ہے اور کس کا کہوں گی، تم بھی تو کتنے اچھے سے جانتی ہو اسے، بھلا اس سے بہتر ہماری مشی

کے لیے کوئی ہو سکتا ہے کیا" اس کے انداز میں مان تھا۔

"کہہ تو صحیح رہی ہو، مگر آخری فیصلہ بابا اور مشی کا ہی ہو سکتا ہے، اس لیے میں پہلے کچھ نہیں

کہوں گی"

"یہ بھی صحیح کہا، اچھا تم تو پہنچ جانا باقی میں دیکھ لوں گی، خدا حافظ"

"خدا حافظ، پھر ملتے ہیں"

"السلام علیکم یاور"

"وعلیکم السلام، رافع صاحب خیریت تو ہے ہمیں یاد کیا"

وہ ٹیسرے پر کھڑے کافی کا گھونٹ بھرتے ہوئے بولا۔

"ہاں تمہیں، میرے پہنچنے سے پہلے تمہارے سسرال کے لئے انوائٹ کرنا تھا"

"کیوں"

"کیوں کہ میں وہاں جس کام کے لیے جا رہا ہوں، تمہارا ہونا بھی ضروری ہے"

"ایسا کونسا کام ہے" وہ اب سنجیدہ تھا۔

"اورسٹڈی میں بیٹھے رافع نے شہادت کی انگلی سے اپنا ماتھا کھجایا تھا۔

"یار مشی کو سفیان کے لیے مانگنا ہے"

"کیا۔۔۔۔۔ مشی اور سفیان" یاورشاک میں تھا۔

"اچانک کیسے"

"اچانک نہیں، وہ بچپن میں ساتھ کھیلے ہیں، میرے بھائی کا بچپن کا عشق ہے وہ" وہ سفیان کے

مشی کے لیے جذبات پر زور دیتا بولا۔

"باقی تم خود مل چکے ہو اسے"

"ہممم۔۔۔ مجھے اچھا لگے گا اگر ایسا ہو تو خیر فیصلہ کا حق تو انکل اور مشی کے پاس ہے، ہم پہنچ

جائیں گے"

وہ بات کر رہا تھا جب اسے خود کو حیات کو پکارتا سنا۔

"اچھا ملتے ہیں پھر خدا حافظ سب اچھا ہوگا"

"انشاء اللہ، خدا حافظ"

"یاور وہ ذویا کا فون آیا تھا وہ رشتہ لے کر آرہی مشی کے لیے ہمیں بابا کے گھر جانا ہوگا" وہ اس کے پاس آتی بولی تھی۔

"ہاں رافع نے بھی مجھے اطلاع دی ہے ابھی، چلتے ہیں" وہ مسکراتے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

دونوں مسکرا دیے تھے۔

"ویسے سالار۔۔۔"

"ویسے سفیان"....

ایک ساتھ بولتے دونوں چپ ہوئے تھے اور ایک دوسرے کو دیکھنے لگے تھے۔

"سالار، زویا کا بھائی؟" یاور متعجب ہوا۔

"سفیان، رافع کے بھائی؟ حیات اس کی طرف پریشانی سے دیکھتی بولی۔

"سفیان کی کیا بات کر رہے آپ؟"

"رافع اور ذویا اسی کا رشتہ لارہے ہے نہ مشی کے لیے؟" یاور نے تصدیق چاہی۔

"نہیں ذویانے سالار کے لیے بات کی ہے" وہ آنکھیں پوری کھولے حیرت زدہ سی اسے دیکھ کر بولی چہرے پر پریشانی واضح تھی۔

"یہ کیا کنفیوژن ہے، دونوں کو شاید خود بھی نہیں پتا" وہ سر کھجا کے رہ گیا۔

رافع نے فون رکھا تو ذویا کو دیکھنے اٹھا سے تو ابھی تک بتایا بھی نہیں تھا۔

وہ باہر نکلا تو ذویا مسکراتے اسی کی طرف آرہی تھی۔

"رافع ہم پہلے مشی کی طرف جائیں گے، بعد میں کہیں اور"

"تمہیں پہلے کیسے پتا چلا" وہ خوش کن انداز میں پوچھ رہا تھا۔

"کیا کیسے معلوم"

"یہی کہ مشی کی طرف جانا ہے"

"مشی کی طرف ہی تو جانا ہے" وہ حیرت سے ہنستی ہوئی بولی تھی "اور اس کے مسکراتے چہرے پر

ہاتھ بھی رکھا تھا۔ وہ اس کے قد کی وجہ سے سراٹھا کر بات کرتی تھی۔

"ہاں لیکن آپ کو پتا کیسے چلا کہ میں سفیان کے لیے مشی کا ہاتھ مانگنے کا کہہ رہا تھا" وہ اب بھی

حیرت سے سوال گو تھا۔

مگر ذویا کی مسکراہٹ سمٹی تھی، ماتھے پر نا سمجھی سے بل نمودار ہوئے تھے۔ ہاتھ پیچھے ہوئے تھے

"نہیں مٹی اور سفیان نہیں میں مٹی کو سالار کے لیے مانگنے جانے والی ہوں"

اور اب یہ بات کسی دھماکے کی طرح رافع کے کانوں میں بجی تھی۔

"سالار محبت کرتا ہے مٹی سے، پچھلے دو سالوں سے ہم اس وقت کا انتظار کر رہے تھے،"

مٹی اور سفیان کہاں سے آگئے، شاید آپ مٹی سے اٹچمنٹ کی وجہ سے ایسا سوچ رہے تھے، اس

کی ضرورت نہیں، سالار پرفیکٹ رہے گا مٹی کے لیے ڈونٹ وری"

وہ اب تسلی آمیز لہجے میں بول رہی تھی، اور رافع سنجیدہ سا اسے دیکھ رہا تھا۔

"کتنا چاہتا ہے سالار اسے؟" اسکے سوال اور بے تاثر چہرے پر چونک کر ذویانے اس کی طرف

دیکھا۔

"کیا مطلب"

"مطلب مٹی کی کیا حیثیت ہے اس کی زندگی میں"

اور ذویانے کبھی اس کا یہ سرد لہو جماتا لہجہ نہ دیکھا تھا وہ سنجیدہ سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"مشی ہی ضمانت ہے اس کی سب خوشیوں کی، وہ نہ ملی تو زندگی رک جائے گی اس کی، وہ کبھی بھی زندگی کے رنگ پھر محسوس نہ کر سکے گا، میں اس کی زندگی اندھیرے کی نظر نہیں کرنا چاہتی"

وہ اپنے بھائی کا مقدمہ ہی تو لڑنے لگی تھی۔

"اور مشی زندگی اور موت کا معاملہ ہے سنی کے لیے اس کے بچپن کا عشق، وہ تو سانسیں بھی اس کی یاد سے خالی نہیں لے پایا، وہ اس کے لیے مار بھی سکتا ہے اور مر بھی سکتا ہے،

اور مشی اس سے الگ ہو گی تو وہ کبھی کسی کو نظر نہیں آئے گا، اور میں دوبارہ اپنا بھائی کھونا نہیں چاہتا، میں نے اس کے جانے کے بعد اس سے قطع تعلق ہونے کے بعد بھی اس کی محبت کی حفاظت کی ہے، کیونکہ میں جانتا تھا، وہی اس کی زندگی کا کل اثاثہ ہے وہ زندگی سے صرف اسے مانگتا ہے، اس لئے ہم سنی کے لیے مشی کو مانگے گے، بات ختم"

وہ دو ٹوک بات کر چکا تھا، جبکہ ذویا اس کا چہرہ ہی دیکھتی رہ گئی۔

"ہممممم۔۔۔۔۔ نہیں آج نہیں جا رہے۔۔۔۔۔ وجہ بعد میں بتاؤں گی"

وہ سالار کی اس وقت آتی کال پک کرتے اسے منع کر گئی تھی۔

"چلیں مشی کی طرف" وہ جو منہ موڑے کھڑا تھا، اچانک اس کی طرف پلٹا تھا۔

"میں نہیں جا رہی رافع میں نے سالار سے وعدہ کیا تھا"

وہ غم زدہ سی بولی تھی۔

"ہمممم۔۔۔ تو وعدہ پورا کریں" وہ نارمل تاثرات کے ساتھ بول رہا تھا۔

زویانے نا سمجھی سے اسے دیکھا تھا۔

"میں سفنی کے لیے، آپ سالار کے لیے بات کیجئے گا، فیصلہ ان پر چھوڑ دیں گے، پھر اگے السمالک ہے" وہ پریشان سا بول رہا تھا۔ زویانے اس کا ہاتھ پکڑ کر دبایا گویا تسلی دی ہو، یہ وقت دونوں کے لیے اپنی اپنی جگہ مشکل تھا۔

اور ایسا ہی ہوا تھا، دونوں میاں بیوی نے اپنے اپنے بھائیوں کے لیے بات کی تھی، اور امجد صاحب خود اس صورتحال سے پریشان ہو گئے تھے، اور سوچنے اور مشی سے پوچھنے کا وقت مانگا تھا۔

حیات اور یاور خود بھی صورتحال سے چپ تھے، ان کے پاس نہ زویانہ رافع کو کہنے کو کچھ تھا، اب فیصلہ مشی کے ہاتھ میں تھا۔

امجد صاحب پریشان سے سوچوں میں غرق تھے، جب ان کے فون پر کال آئی۔

انجان نمبر دیکھ انہوں نے فون کان سے لگا لیا۔

"السلام علیکم، کون بات کر رہا ہے"

"اوقات بھول چکے ہو امجد، چاہو تو ہم دوبارہ یاد دلادیتے ہیں، تمہیں بھی اور تمہاری لڑکی کو بھی،

لگتا ہے رافع کی عنایات پہ تم پھر سے سالوں پرانی کہانی دہرانا چاہتے ہو،"

"نواب صاحب سوچ سمجھ کر بات کریں، میں نے آپ کی زیادتی پہلے در گزر کر دی تھی اب

نہیں کروں گا"

"لگتا ہے امیر داماد کی وجہ سے تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے ورنہ ہم سے واقف ہونے کے باوجود

کبھی ایسے بات نہ کرتے"

"کیا چاہتے ہیں اب؟" امجد صاحب ضبط سے بولے تھے۔

"اپنی بیٹی سے کہو دور رہے ہمارے بیٹے سے، ورنہ بچپن میں تو ہم نے ان کی عمر کی وجہ سے لہاظ

کر لیا تھا اب نہیں کریں گے، اور یقیناً اس بار وہ ہسپتال نہیں پاگل خانے میں داخل ہوں گی" وہ

مبہم دھمکی دیتے کال کٹ کر گئے تھے۔ اور امجد صاحب سوچوں کے گرداب میں

پھنس گئے تھے۔

OWC NHN OWC NHN

ماضی

"مشی آپ کا اسکول کا پہلا دن تھا نہ کیسا گزرا"

"بورنگ فی فی، مشی نی جائے گی اب، وہاں بہت بھوک لگتی ہے، اور مس بس دو بار

پر میشن دیتی ہے کھانے کی"

7 سال کی مشی نے 11 سال کے سفیان کو فروٹ کسٹرڈ کے بھرے منہ سے مزید منہ بنا کر

جواب دیا تھا۔

"توان سے کہنا تھا نہ آپ کو زیادہ بھوک لگتی ہے"

وہ متفکر سا بولا۔

"نہیں سنتی۔۔۔ نہیں سنتی... بہت بار کہا" وہ کوفت زدہ سی بال جھٹک کر بولی جو گھنے اور آج

کھلے ہوئے تھے، اور بار بار منہ پر آرہے تھے جو اس کی پیٹ پوجا میں مداخلت کر رہے تھے، وہ اپنی

فیورٹ ڈش کھا رہی تھی جو سفیان نے اس کے لیے بنا کر رکھی تھی،

تبھی اس کو الجھتا دیکھ وہ اس کے پیچھے آکھڑا ہوا اور اس کے بال سلیقے اور دھیان سے باندھنے

لگا، جی وہاں ایک ملازم آیا تھا۔

"سفیان بابا، آپ کے ماما بابا بلارہے آپ کو جانانے"

اور یہی سفیان کے چہرے کا رنگ اڑا تھا۔

"ہم کہیں نہیں جا رہے ہیں ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں، آپ بتادیں انہیں"

اتنے میں امجد صاحب بھی وہی آگئے تھے۔

"سفیان بچے آپ کی والدہ کو دیر ہو رہی، وہ بلا رہے آپ کو"
جب کے سب کی باتیں سنتی وہ اپنا کھانا چھوڑ سفیان کو دیکھنے لگی۔

"فی فی تم کہاں جا رہے ہو؟" وہ پریشانی سے پوچھ رہی تھی۔

"یہ ہمیں آپ سے ہمیشہ کیلئے دور کر دینا چاہتے ہیں، ہمیں اتنا دور بھیجنا چاہتے ہیں کہ ہم دوبارہ مل
نہ سکیں" مگر

"ہم کہیں نہیں جا رہے، ہمیں کہیں نہیں جانا" وہ غصے سے بولا تھا جب وہاں حیدر علی غصے سے
داخل ہوئے اور ان کے پیچھے اس کی ماں۔

وہ سب سفیان کے کمرے میں کھڑے تھے۔

"یہ کیا بد تمیزی ہے، سفیان آپ آئیوں نہیں رہے، آپ کو کب سے بلا رہے ہیں دس نوکرا ب
تک بھیج چکے ہیں"

"بابا مجھے نہیں جانا آپ کو سمجھ کیوں نہیں آرہی" وہ اب کی بار چیخ کر بولا تھا اور حیدر علی کے تھپڑ
کی گونج کمرے میں تھی۔

اور مٹی یہ دیکھ رونے لگی تھی اور اپنے بابا کے گلے لگی تھی۔

"سر میں سمجھاتا ہوں، بچہ ہے ایسے تو نہ کریں" امجد صاحب نے مفاہمتی انداز میں بولنا چاہا تھا۔

"تم ملازم ہو ملازم بن کر رہو، یہ سب تمہارا کیا دھرا ہے تمہاری اس بیٹی کی وجہ سے یہ اتنا باغی ہو گیا ہے کہ اپنے والدین کی نہیں سنتا،"

"بابا حضور مشی کو کچھ مت کہیں" وہ جس طرح سے بولا تھا حیدر علی ٹھٹھکا تھا۔

"آپ کی ماں بھی تو جا رہی ساتھ پھر کیا مسئلہ ہے" وہ دانت پیستے ہوئے بولے تھے۔

"ہمیں کسی سے کوئی فرق نہیں پڑتا، چلو مشی" وہ کہتا مشی کا ہاتھ پکڑ گیا تھا اور وہاں سے جانے لگا تھا۔

"جائیں گے تو آپ کے اچھے بھی، آپ کو نرمی سمجھ نہیں آرہی تو پھر ایسا ہی سہی" کہتے ساتھ ہی انہوں نے اس کا بازو پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹا تھا،

جبکہ وہ مشی کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا۔ انکھوں سے آنسو بہ رہے تھے، جو تھپڑ لگنے کے ساتھ ہی

کب سے رواں تھے، وہ مشی کو نہیں چھوڑنا چاہتا تھا کہ اسے سب سے زیادہ وہی عزیز تھی اسے

دیکھ بغیر اس کا دن نہیں گزرتا تھا،

اور وہ اسے اتنا دور بھیج رہے تھے۔

مشی بھی ساری صورتحال سے حراساں روئے جا رہی تھی ،

"مشی میرا بچہ آنکھیں کھولو، بابا کی جان، انفففف خدا یا۔"

اور پھر اسے دو دن بعد ہوش آیا وہ اٹھتی تو چیخنے لگتی، بار بار ڈرتی تھی، اسے گہرا صدمہ پہنچا تھا، ڈاکٹر اسے سکون اور دوائی دیتے رہے تھے تاکہ وہ بار بار وہ سب نہ سوچے، اسے نیند نہ آتی تھی، اور اس سے پہلے اس کی حالت مزید بگڑتی، ڈاکٹر نے اس کا علاج کیا کہ وہ اپنی پچھلی یادداشت بھولتی آگے کو بڑھے، اور مزید گھر والوں نے اس کا دھیان بٹائے رکھا تھا۔

اور بہت مشکل سے وہ سنبھلی تھی، مگر اسے وہ خواب اکثر آتا تھا اس کا دماغ کوئی برا واقعہ اسے یاد نہ دلاتا تھا، مگر وہ منظر جو نقش ہو چکا تھا وہ خواب کی صورت اختیار کر گیا تھا۔

پھر کچھ سالوں بعد رافع سے ان کی ملاقاتیں ہوتی رہیں بے شک وہ جب بھی آتا کسی مدد کرنے کے تہمت آتا تھا، وہ اپنے بابا کے ساتھ معاملات دیکھ رہا تھا۔

مگر مشی رافع کو بچپن کے حوالے سے یاد نہیں کر پاتی تھی، اور نہ ہی اس نے سفیان کو پہچانا تھا، وہ مکمل سب بھول چکی تھی۔ مگر وہ خواب اب کی عرصہ بعد پھر آیا تھا تو وہ متفکر ہو گئے، پھر رافع کا رشتہ مانگنا، اور نواب حیدر کی دھمکی ان کے لیے فیصلہ آسان کر گی تھی، وہ نہیں چاہتے تھے مشی کے ساتھ اب کچھ برا ہو، وہ جانتے تھے اب کی بار ایسا کچھ ہو تو وہ مشی کو کھودیں گے ہمیشہ کے لئے۔

وہ دروازہ کھول کر اندرائے تو وہ کتابوں میں سر دیے بیٹھی تھی ان کے آنے پر ان

کے لیے جگہ بنانے لگی جلدی سے۔

"آئیں بابا،" وہ چپکتے ہوئے بولی۔

"بیٹا میں بہت اہم بات کرنے آیا ہوں آپ سے،" وہ مکمل متوجہ ہوئی تھی۔

"آپ کو سالار شاہ کیسے لگتے ہیں"

"کیسے مطلب، وہ بہت اچھے انسان ہیں، مجھے تو اچھے لگتے ہیں" وہ نا سمجھی سے مگر ٹھہر ٹھہر کر بولی تھی۔

"اور سفیان حیدر کیسے لگتے ہیں"

"وہ بھی بہت اچھے ہیں بابا، بات کیا ہے"

"انہوں نے آپ کا ہاتھ مانگا ہے، اب آپ بتائیں آپ کو اپنے لیے کون چاہیے جو آپ کو آپ کے

لیے صحیح لگتا ہو۔"

"اور ان کی بات پر وہ خاموش ہو گئی سر جھکا گئی تھی۔

"بابا آپ بہتر سمجھ سکتے ہیں، جیسے آپ کی مرضی" وہ کنفیوز خود بھی سمجھ نہ پا رہی تھی۔

"ہمیں آپ کے لیے سالار شاہ ٹھیک لگے ہیں، آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں؟" وہ ٹٹولنے والے

انداز سے پوچھ رہے تھے۔

جہاں مکہ مشی کی آنکھوں کے سامنے سفیان کا چہرہ گھوما تھا، پھر اس نے اچھی بچی بن کر اپنا خیال جھٹک

دیا۔

"جی بابا آپ کے کسی فیصلے سے مجھے اعتراض نہیں، وہ سر جھکائے ہی بولی تو وہ پر سکون ہوتے مسکرا

کر اس کا ماتھا چومتے دعائیں دیتے باہر چلے گئے جبکہ وہ اچانک پیش آ جانے والے زندگی کے ٹویسٹ کو سوچنے لگی، دل میں عجیب بے چینی تھی۔

وہ سب گھر لوٹ گئے تھے مگر لیٹنے کے باوجود نیند آنکھوں سے دور تھی، عجیب کشمکش تھی۔

یاور حیات کے بال سہلار ہا تھا۔

"سفیان اچھا لڑکا ہے حیات میں اس سے ملا ہوں"

"اور سالار بھی ایک آئیڈیل انسان ہے، میں جانتی ہوں اسے،"

اور بس پھر کہنے کو خاموشی کے علاوہ کچھ نہ تھا۔

"زویا میں سنی کو ٹوٹا بکھرتا نہیں دیکھ سکتا، وہ پہلے بھی بہت کچھ فیس کر چکا ہے، مشی ہمیشہ سے

اس کی واحد خوشی اور سکون رہی ہے"

وہ دونوں کروٹ کے بل لیٹے ایک دوسرے کی آنکھوں میں پہلی دفعہ سامنے ہوتے ہوئے ایک

دوسرے کے عکس کے سوا پریشانی اور اضطراب دیکھ رہے تھے۔

"میں بھی" وہ فقط اتنا ہی بول پائی تھی "عجیب بے بسی تھی، وہ لوگ چاہ کے بھی کچھ نہیں کر سکتے

تھے، رشتوں کی زنجیریں ہی ایسے تھی، کہ بس نہ چل رہا تھا، کسی غیر کی بات ہوتی تو وہ خوب مقابلہ

کرتے، مگر یہاں مقابلہ ہی نہیں ہو سکتا تھا۔

ایک اداس صبح کے ساتھ رافع اور ذویا خاموشی سے ڈائننگ ٹیبل پر موجود تھے، جو کھا تو نہیں رہے

تھے مگر گہری سوچ میں غرق تھے، ان کی غیر معمولی خاموشی نواب بیگم کو پریشان کر گی،

"آپ دونوں ٹھیک ہیں؟"

جس پہ دونوں چونک کر ان کو دیکھنے لگے تھے۔

"آپ دونوں میں کوئی لڑائی ہوئی ہے؟"

"نہیں ایسا کچھ نہیں ہے، اپ پریشان نہ ہوں" رافع مسکراتے ان کا ہاتھ دباتے تسلی آمیز لہجے میں بولا۔

"پرسوں آپ دونوں کی شادی ہوئی ہے، کل تک آپ دونوں بہت خوش تھے، کل ولیمہ ہے آپ کا، اور اس وقت کہیں سے بھی نہیں لگ رہا کہ آپ لوگ مطمئن ہیں، آخر ایک دن میں ایسا کیا ہو گیا ہے، ہمیں جو نظر آرہا ہے اس کا کیا کریں"

"ایک پریشانی ہے، اس کی وجہ سے ہم دونوں پریشان ہیں، لیکن جلد سب شاید ٹھیک ہو جائے، آپ فکر نہ کریں"

آب کی بار رافع کی بات سنتے انہوں نے زویا کو دیکھا تو اس نے بھی مسکرا کر انہیں آنکھوں کے اشارے سے تسلی کرائی۔

"انشاء اللہ، اللہ جلد ہی آپ لوگوں کی پریشانی دور ہو،"

"آمین" دونوں نے زیر لب کہا تھا کہ رافع کی کال آگئی اور وہ نمبر دیکھتے فوراً اٹھ گیا۔

"السلام علیکم امجد صاحب"

"وعلیکم السلام، رافع صاحب بات کرنی تھی"

"جی کہیں میں سن رہا ہوں"

"میں نے مشی کے لیے بہت سوچ سمجھ کر فیصلہ لیا ہے، امید کرتا ہوں آپ سمجھیں گے"

"آپ والد ہیں، بے شک آپ سے بہتر کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا اس کے لیے"

"میں معذرت کرتا ہوں، میں نے مشی کے لیے سالار شاہ کو منتخب کیا ہے، اور مشی کو بھی کوئی

اعتراض نہیں"

اور رافع پھر کچھ بولنے کے قابل ہی کہاں رہا تھا، دونوں طرف کتنی دیر خاموشی رہی تھی، رافع

شکوہ تک نہیں کر سکتا تھا جانتا تھا کوئی فائدہ نہیں، وہ والد تھے، وہ اپنی اولاد کے لئے سوچ کر ہی فیصلہ کریں گے، اس نے اپنے آپ کو پرسکون کیا تھا۔

"ٹھیک ہے امجد صاحب، مگر ایک بھائی ہونے کے ناتے میں اس کے معاملے میں اپنے تمام فرض

پورے کرنا چاہوں گا اور کم از کم آپ مجھے روکیں گے نہیں"

"جیسے آپ کی مرضی میں مزید کچھ بھی اختلاف کے قابل رہا بھی نہیں، میں تو آپ کی کسی بھی

عنایت کا متبادل نہ دے سکا، شرمندہ رہوں گا" وہ کال کٹ کر چلے گئے۔

اور رافع بس سفیان کے بارے میں سوچ رہا تھا جب کندھے پر ذویاکا لمس محسوس کر کے اس کی

طرف پلٹا۔

اس کے مڑتے ہی زویا اس کے تاثرات دیکھ مزید اس کے قریب ہوئی تھی، اور اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں کے پیالے میں لیا تھا، اس کی لال آنکھوں اور سفید ہو چکے چہرے کو دیکھتی وہ تڑپی تھی۔

"کیا ہو گیا ہے رافع، اپ ٹھیک نہیں لگ رہے"

"ذویا انہوں نے سالار کو منتخب کیا ہے، اب میں سفیان کو کیا جواب دوں گا، میں اس کا سامنا ہی

نہیں کر سکتا"

وہ جیسے بغیر کسی تاثر کے بولا تھا، ذویا کو اپنا آپ اس وقت مجرم لگنے لگا تھا۔

وہ آرام سے اس کے ہاتھ چہرے سے ہٹاتا وہاں سے نکلتا چلا گیا تھا۔

اور وہ وہی کھڑی رہ گئی تھی۔

سفیان اپنے اپارٹمنٹ میں تھا، جو بار بار رافع کو مشی والے معاملے میں کوئی عملی قدم اٹھانے کی یاد

دہانی کر رہا تھا، مگر وہ نہ کال پک کر رہا تھا نہ ہی میسیجز کا جواب دے رہا تھا، جب اس نے دروازے

کھلنے کی آواز پر باہر دیکھا تو رافع کو دیکھ اسے خوش گوار حیرت ہوئی،

"بھائی آپ، اچھا کیا آگئے، ورنہ ہم تو آنے ہی لگے تھے، آپ ہماری کال پک نہیں کر رہے تھے خیریت تھی نہ" وہ اس کے گلے لگتے مسلسل بول رہا تھا، جب رافع کو خود کو تکتا پا کر چپ ہوا۔

وہ دونوں آمنے سامنے صوفوں پر بیٹھ گئے تھے، سفیان پریشان جبکہ رافع مضطرب سا سے دیکھتے مناسب الفاظ ڈھونڈ رہا تھا۔

"سفی، میں نے مٹی کو تمہارے لیے مانگا تھا، مگر" وہ چپ ہوا تو سفیان تھوڑا ایکساٹڈ اور پریشان سا سے دیکھنے لگا۔

"مگر کیا بھائی؟"

اور پھر رافع نے اسے ساری بات بتادی تھی، اور ساتھ ساتھ اس کے بدلتے تاثرات دیکھتا گیا تھا "دونوں کے درمیان خاموشی کا دورانیہ طویل ہوا تھا۔ سفیان سر جھکائے، ماتھے پر بل ڈالے دونوں ہاتھ باہم پھنسائے فرش کو دیکھ رہا تھا، جبکہ رافع اس کو۔

پھر اچانک وہ اٹھا تھا، اور باہر جانے لگا تھا۔

"سفی کہاں جا رہے ہو؟"

امجد چچا سے پوچھنے، کہ کم از کم وہ مجھے اس لڑکے سے زیادہ ہی جانتے ہیں، پھر بھی انہوں نے مجھے
مشی کے قابل نہیں سمجھا، جبکہ وہ جانتے ہیں اس دنیا میں وہ واحد ہوں جو اسے ان سے بھی زیادہ
اچھے سے سنبھال سکتا ہے "

وہ کہتے ساتھ ہی باہر نکل گیا تھا۔

وہ اس دروازے پر کھڑا تھا، کبھی سوچا نہ تھا کبھی یوں ٹھکرایا ہوا سوالی بن کر ائے گا یہاں ، ہمت
نہ تھی مگر وہ خود کو یہاں تک گھسیٹ لایا تھا، وہ ضبط کی انتہاؤں پر تھا وہ سوچ
ہی نہیں رہا تھا کہ مشی اس سے دور ہو جائے گی ، نہیں اگر وہ اس بات پر یقین
کر لے گا تو بچے گا کیا،

وہ کتنی دیر سے کھڑا تھا، مگر دستک دینے کی ہمت نہ تھی۔

جب کسی کام سے نکلتے امجد صاحب نے دروازے کو کھولا تو سامنے اسے دیکھا، وہ بھی نظریں اٹھائے
ان کو دیکھنے لگا، کتنے شکوے تھے ان آنکھوں میں ، امجد صاحب نظریں چڑا گئے ،

اور اسے اندر آنے کا اشارہ کرتے اندر چلے گئے ۔

وہ بھی پیچھے ہولیا، بیٹھک میں کتنی دیر خاموشی کا راج رہا تھا۔

"کیوں" سفیان نے بس اتنا کہا تھا۔

"کیوں کے میں اپنی بیٹی کو نہیں کھو سکتا"

"مطلب،" وہ بغیر کسی تاثر کے انہیں دیکھ رہا تھا، اس کے اندر چلتے طوفان کا کوئی بھی اس کے چہرے سے اندازہ نہ لگا سکتا تھا۔

"جب آپ چلے گئے تھے، ہم نے بہت مشکل سے سنبھالا تھا اس کو، وہ بہت عرصے تک بیمار رہی، میں نہیں چاہتا کہ دوبارہ ایسا کچھ ہو"

"دوبارہ ایسا کچھ کیوں ہوگا، ہم ہیں ہمیشہ اس کی حفاظت کے لئے، تب ہم بچے تھے، اب ہم سنبھال سکتے ہیں سب"

وہ آواز میں تڑپ لیے بولا تھا۔

امجد صاحب ہلکا سا ہنس دیے۔

"ابھی بھی بہت کچھ ہے جو آپ کے اختیار میں نہیں آسکتا، مشی کے لیے سالار شاہ ہی ٹھیک

ہیں"

وہ تو جیسے بات ختم کر گئے، نہ جان کے سامنے والے کی روح نکال اسے کھوکھلا کر

گئے ہیں۔

وہ بے تاثر سا ان کا چہرہ تکتا رہا، پھر تھکا سا مسکرا دیا۔

"مشی کو بول دیں گے کہ وہ میری شال دے دیں مجھے"

وہ ان کو پیٹھ کرتا دیوار کی طرف دیکھتے ہوئے پیچھے ہاتھ باندھے بولا۔

"ہمم" امجد صاحب اتنا کہہ کر چلے گئے، کچھ دیر بعد کسی جانی پہچانی آہٹ پر وہ ویران آنکھوں

سے جو لال ہو رہی تھی پیچھے مڑا، وہ شال لیے کھڑی تھی، اور اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

سفیان نے اسے دیکھتے وہی کھڑے ہو کر ہاتھ آگے کر دیا۔

وہ، وہ نواب زادہ سفیان حیدر علی تو نہ تھا، جسے وہ ہمیشہ ملتی تھی،

سامنے کھڑا شخص ماتھے پر بال بکھیرے جو ہمیشہ نفاست سے سیٹ ہوتے تھے، بغیر شال کے سادہ

سے سیاہ رنگ کے شلوار قمیص کے ساتھ اپنے اس بے پرواہ حلیے میں بھی سحر انگیز لگ رہا تھا، مگر وہ

اس وقت اسے بہت ٹوٹا بکھرا نظر آ رہا تھا، اور وجہ وہ جانتی تھی اور ہمیشہ کی طرح جان کر انجان

نہیں بننا چاہتی تھی،

وہ قدم قدم لیتی اس کے پاس آرہی تھی، اور وہ جیسے آنکھوں سے اسے خود میں بسا رہا تھا، اس کی

آنکھیں آخری دیدار کے درد کا قصہ صاف بیان کر رہی تھیں۔

وہ اس کے سامنے آرکی تھی، وہ اسے کچھ نہیں کہہ رہا تھا اس نے کبھی کہا بھی کہاں تھا، وہ تو بغیر اس

کے بولے اسے سمجھ لیتا تھا، اور وہ آج اسے سمجھ پارہی تھی۔ وہ مزید انجان نہ رہ سکی تھی۔

"جانتے ہیں، میں بچپن کی ساری باتیں بھول گئی ہوں، کیونکہ میں خود بھولنا چاہتی تھی، مگر سب سے زیادہ بھولنے کے لیے جو یاد تھی، وہ برا خواب بن گئی ہے میرے لیے، میں چاہ کر بھی وہ برا خواب نہیں بھول پارہی، بہت کوشش کرتی ہوں، مگر وہ روتے ہوئے بچے میری جان نہیں چھوڑتے نہ چاہتے بھی، شاید خواب کو یاد کرتے اس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے تھے۔

جب اس نے سفیان کی طرف دیکھا تو گنگ ہوئی، وہ اسے دیکھ رہا تھا مگر آنکھیں درد چھلا گئی تھی، اس نے بے ساختہ ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے سے نمی صاف کی تھی، جو آنکھیں مینچ گیا تھا۔ وہ اس کے گرد شمال ڈال رہی تھی،

"بابا نے مجھے بچپن یاد کرانے کی بہت کوشش کی ہے، آپ کے حوالے دے کر تاکہ میں خواب کا اصل سمجھ کر خود کو زہنی طور پر مضبوط کر سکوں، مگر اب وہ کہہ رہے ہیں کہ سالار شاہ میرے لیے زیادہ بہتر ہیں"

وہ کہتے ساتھ وہاں سے چلی گئی تھی، جبکہ سفیان کتنی دیر ساکت کھڑا رہا تھا۔ پھر چادر کندھوں پر جھٹکتا وہ حویلی کے لیے نکلا تھا۔

حویلی آتے ساتھ ہی اس نے لاؤنج میں موجود شوپیس توڑے تھے، ساتھ ہی وہ حیدر علی کو بلاتا رہا تھا جو اس کے دھاڑنے پر سخت تاثرات کے ساتھ وہاں آیا تھا اور اس کا حلیہ دیکھ ٹھٹھا کا تھا۔

اس کی ماں اور بہن بھی وہاں آگئے تھے۔

"یہ کیا حالت بنا رکھی ہے، سفیان حیدر علی آپ نے"

"ہم نے نہیں آپ نے کی ہے ہماری یہ حالت" وہ چیخا تھا،

"کیا تمیز بھول گئے ہو۔"

"تمیز کور سینے دیں بس وہ الفاظ بتائیں جو آپ نے امجد چچا کو کہے ہیں"

"اس کی بات سنتے حیدر علی طنزیہ مسکرائے تھے۔

"اوہ تو اس ملازم نے آپ سے میری شکایت کی ہے"

"کیا کہا ہے" وہ میز کو ٹھوکر مارتے دھاڑا تھا۔

"جانتے تو ہیں ہمارے منہ سے سننا چاہتے ہو تو ٹھیک ہے، ہم نے بس حقیقت بتائی ہے، کہ بچپن

میں تو وہ لڑکی صرف ہسپتال تک پہنچی تھی، مگر اب پاگل خانے جائے گی، کیونکہ ہم تو ہر گز

اسے آپ کی زندگی میں شامل نہیں ہونے دیں گے، کیوں اس لڑکی کے لیے

پریشانی کھڑی کرنا چاہتے ہیں آپ" وہ سرد انداز میں اسے سمجھاتے ہوئے بول

رہے تھے۔

اور ان کی بات سنتا سفیان قہقہہ لگا کر ہنسا تھا، اور ہنستا ہی گیا تھا، وہ صوفے پہ بیٹھے بہتی آنکھوں کے ساتھ اپنے والدین کو دیکھ رہا تھا۔

اور وہ اس کی حالت پر جھنجھناگئے تھے۔

"ایک بات بتائیں کیا ہم واقعی آپ کی اولاد ہیں؟" وہ آنکھوں کو بے دردی سے رگڑتا ان سے سنجیدگی سے استفسار کر گیا، اور حیدر علی تلملا کر رہ گئے۔

"کیا بکواس کر رہے ہو، اس لڑکی نے دماغ خراب کر دیا ہے تمہارا"

"نہیں آج تک اگر ہم پاگل نہیں ہوئے تھے تو اس لڑکی کی وجہ سے، ہم بہت

برے بے حس بن سکتے تھے، مگر نہیں بن سکے، کیونکہ ہمیشہ سوچتا تھے، اسے ہم ایسے کبھی اچھے نہیں لگے گے

ہم نے خود کو اس عمر میں اس کے ساتھ مصروف کیا ہے جب ہمیں والدین کی ضرورت تھی، مگر

ہم ان کے لیے کوئی اہمیت نہ رکھتے تھے، آپ لوگوں سے ہمیں کبھی کوئی خوشی نہیں ملی،

اور وہ جو قدرت کی طرف سے انعام تھی، آپ نے اسے بھی چھین لیا ہم سے، ہم اکیلے خود سے

بہت لڑے ہیں، بابا حضور اس کی وجہ سے ہم میں ہمت تھی، آپ نے وہ بھی نہ رہنے دی، اب

خوش ہو جائیں وہ اب ہماری نہیں رہی ہے، ہاں اب شاید ہم پاگل ہو جائیں، مگر اس سب سے پہلے

آپ کے بیٹے ہونے کا جو تکلیف دہ ٹیگ ہے وہ ہم یہی پھینک کر جا رہے ہیں، ہمارا کوئی واسطہ نہیں آپ لوگوں سے " وہ کہتے ساتھ وہاں سے چلا گیا تھا اور وہ لوگ اسے روک بھی نہ پائے تھے۔

وہ واپس اپارٹمنٹ آیا تھا، جب سامنے رافع کو بیٹھے دیکھا، وہ زخمی سا مسکرا دیا تھا، اپ بھی جائیں بھائی ہمارے حصے میں ہمیشہ تنہائی ہی رہے گی، وہ لال سوچ چکی آنکھوں اور لال ناک کے ساتھ تھکا ہوا سا بول کر وہی صوفے پر ڈھے گیا تھا۔

"میں منالوں کا نہیں، تم یوں کمزور نہ پڑو سنی، مجھے تکلیف ہو رہی ہے " وہ اس کے بال سنوارتا مشفقانہ انداز میں بول رہا تھا۔

"بھائی ہم خود بھی کر سکتے ہیں یہ، لیکن ہمارے ساتھ نے اسے تکلیف دی ہے، وہ پہلے بھی ہماری وجہ سے بہت مشکل سے گزری ہے، ہم مزید اپنی وجہ سے اسے تکلیف نہیں دے سکتے، ہیں " وہ آنکھیں موندے ہی بولا تھا پھر اچانک سیدھا بیٹھ کر رافع کو دیکھنے لگا۔

"زویا بھائی پر حملہ بابا حضور نے کروایا تھا، وہ اپنی حفاظت کر سکتی ہیں، مگر مٹی تو نہیں کر سکتی نہ، ہم خود کو بہت بے بس محسوس کر رہے ہیں بھائی، بہت تکلیف میں ہیں، " وہ ایک بار پھر رافع کے کندھے پر سر رکھے ہچکیوں سے رو دیا تھا،

جبکہ رافع کا چہرہ ضبط سے لہو چھلکار ہا تھا، اج اسے شدت سے احساس ہوا تھا، کہ اس نے اپنے چچا کے معاملے میں بہت لاپرواہی سے کام لیا ہے، وہ اس کے عزیزوں کی جان کا عذاب بن گئے ہیں، وہ اس کا سر تھپکتا بہت سنجیدہ تھا۔

ذویا، رافع کے سینے پر سر رکھے سو رہی تھی، وہ اس کے بال سہلار ہا تھا، مگر اس کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی اس کے ساتھ نہ تھا، جو ذویا محسوس کر رہی تھی۔

"رافع"

"ہممم"

"سفیان ٹھیک تھے؟"

"نہیں" رافع پھر جواب دے کر خاموش ہو گیا تھا۔

زویانے سراٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔

"رافع اگر اس معاملے میں، میں نہ ہوتی تو آپ شاید حالات ایسے نہ رہنے دیتے، میں صحیح کہہ رہی

ہوں نہ۔"

وہ چپ ہوئی تو رافع نے اس کا سر اپنے پاس تکیے پر رکھا اور کروٹ بدل کر اسے دیکھنے لگا،

"ہاں، ایسا ہی ہے" وہ اس کے بال کان کے پیچھے اڑتے بولا تھا۔

"تو میں سمجھوں، کی میں نے بے بس کر دیا ہے آپ کو" وہ سنجیدہ سے دکھ اور فکر کی ملی جلی کیفیت میں پوچھ رہی تھی۔

"نہیں، ذویا یہ معاملہ میرے اختیار سے باہر ہونا ہی تھا، قسمت میں لکھا تھا، آپ کو یا کسی اور کو میں الزام نہیں دے سکتا، اللہ نے مجھ سے صبر اور برداشت کا امتحان لینا تھا شاید کہ سوائے دعا

کے میں کچھ کر نہ پاؤں"

وہ آگے بڑھتے اس کے سر پر بوسہ دے گیا۔

"سوری، میری پریشانی میں آپ بھی خوش نہیں ہو سکی ہیں، کل ہمارا ولیمہ ہے، اور میں کبھی نہیں

چاہتا تھا کہ آپ کو اس سب کا سامنا ہو۔ کل بہت تھکاوٹ بھرا دن ہے آپ کے لیے سو جائیں"

وہ اس کا سر تھپکتا سے سلانے لگا تھا۔ پھر اچانک اسے دیکھا۔

"ذویا آپ نے کہا تھا کہ آپ جانتی ہیں حملہ کس نے کروایا تھا آپ پر"

"ہاں"

"مجھے کیوں نہیں بتایا جب جانتی ہیں کہ ان کا تعلق مجھ سے ہے"

اس کی بات پر ذویا نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا تھا، جو تھوڑا ناراض سا اسے دیکھ رہا تھا۔

وہ مسکرا دی تھی۔

"میرے دشمنوں کی تھوڑی پرائیویسی ہوتی ہے، بس اسی کا خیال رکھا ہے" وہ ہنس کر بولی تو رافع کو ہنوز خود کو ناراض دیکھتا پایا۔

"اوکے سوری جانتی تھی مجھے جاننے کے بعد وہ دوبارہ ایسی کوئی حرکت نہیں کریں گے اس لیے نہیں بتایا، آپ غصہ ہوتے"

"وہ تو میں ابھی بھی ہوں"

"ہاں بٹ ابھی غصہ تھوڑا ٹھنڈا ہے، اس لیے آپ کوئی شدید ری ایکشن نہیں دیں گے، یہ تسلی ہے مجھے، اچھا بس کریں چھوڑیں سو جائیں، آپ کا بھی ولیمہ ہے کل، وہ اس کے گرد حصار بناتی پھر سے آنکھیں بند کر گی"

اور رافع کے پاس بیک وقت سوچنے کے لیے بہت کچھ تھا۔

OWC NHN OWC NHN

"بابا نے سالار شاہ کو منتخب کیا ہے۔"

"ہممم، صحیح، بے شک انہوں نے بہت سوچ سمجھ کر فیصلہ لیا ہوگا"

"لیکن میں حیرت زدہ ہوں، کیونکہ مجھے لگا تھا کہ وہ سفیان حیدر کو منتخب کریں گے"

"ایسا کیوں" یاور نے حیرانی سے پوچھا تھا،

"کیونکہ ہمارا بچپن سفیان شاہ کے بارے میں سنتے گزرا ہے، بابا کو وہ بہت عزیز تھا، تبھی ان کے جانے کے بعد مشی کے اتنے بیمار ہونے کے بعد بھی وہ اس کا ذکر کرنا نہیں جھوڑتے تھے کبھی بھی"

"پھر تو واقعی کچھ سوچ کر ہی انہوں نے یہ فیصلہ لیا ہوگا"

"مممم" وہ ابھی بھی مصروف سی کنگھی دیتی بس سر ہلا گئی۔

یاور بیڈ سے اٹھ کر اس تک آیا تھا، اور اسے کندھوں سے پکڑ کر اپنی طرف کیا تھا۔

"پریشان ہیں؟"

"ہاں" اس نے سچائی سے جواب دیا تھا۔

"نہ ہوں سب ٹھیک ہوگا، بس مشی کے لیے بہترین کی دعا کریں" وہ اسے تسلی دیتا حصار میں لے گیا۔

ماضی۔

"فی فی بات سنو" وہ اپنی کلر بک میں کلر کرتی اسے اپنے پاس بلا رہی تھی۔

جہاں کہ وہ وہی گارڈن میں کسی پودے کی کانٹ چھانٹ میں مصروف تھا، اسے گارڈنگ پسند تھی۔

اس کے بلانے پر جھٹ اس کی طرف مڑا، اور قدم اس کی طرف بڑھا دیے۔

مگر اس جلد بازی پر وہ پیچھے رکھے اوزاروں کی وجہ سے پیر پر چوٹ کرا بیٹھا، پیر سے بھل بھل خون نکلنے لگا تو وہ وہی بیٹھ گیا،

اس کے اہ سنتے ہی مشی اٹھ کر اس کی طرف لپکی۔

"فی فی کیا ہوا؟"

"وہ ہونٹ بھیجنے درد برداشت کر رہا تھا، مگر اس کی آنکھوں سے درد کے مارے آنسو آگئے تھے

، نو سال کے سفیان حیدر نے چھ سال کی مشی کو پریشان دیکھ کر نہ میں سر ہلایا،

"کچھ نہیں بس تھوڑی چوٹ لگی ہے، ڈونٹ وری"

مگر سامنے والی کی آنکھوں سے سیلاب نکل پڑا تھا، اس کا خون دیکھ کر، اور وہ زرد ہوتی بے ہوش ہو چکی تھی۔

سفیان اپنا درد بھلاتا اس کے بے ہوش ہونے پر چیخ اٹھا تھا۔

یک لخت وہ سفیان کا نام پکارتے اٹھ بیٹھی تھی۔ سامنے امجد صاحب نے اسے اپنے ساتھ لگالیا تھا۔

"سب ٹھیک ہے میری جان، سفیان بابا بھی ٹھیک ہیں" انہوں نے اشارے سے دوسری طرف

بیٹھے سفیان کو دیکھتے کہا تھا، جو پیر پر پٹی بندھوائے پریشان سا اسی کو دیکھے جا رہا تھا۔

"ہم ٹھیک ہیں مشی" اسے پھر سے رونے کی تیاری پکڑتا دیکھ وہ سمجھانے والے انداز میں بولا تھا۔

"امجد چچا، مشی کے ڈیزرٹ کا کہا تھا میں نے ابھی تک نہیں دے کے گئے، آپ پلیز لا

دیں، دیکھیں کتنی سیلو سیلو ہو رہی، وہ جانتا تھا واحد کھانے سے ہی اس کی پریشانی

اور اداسی دور ہوتی ہے۔

امجد صاحب مسکرا کر اثبات میں سر ہلاتے چلے گئے، تو وہ پھر اسے دیکھنے لگا، جو اس کی چوٹ کو دیکھ

رہی تھی۔

"فی فی تمہیں بہت درد ہو رہا ہو گا، وہ پھولے گالوں سے آنسو گر رہی سرخ ناک لیے ابھی بھی

اسے دیکھ رہی تھی۔

"ہاں، مگر اتنا نہیں کہ ہم بے ہوش ہو جاتے، مگر آپ کیوں بے ہوش ہو گئی" اسے مشی کا بے

ہوش ہونا سمجھ نہ آیا تھا۔

"پتا نہیں بس مجھے بھی درد ہونے لگا تھا، پھر بس چکر آگئے تھے تمہارا خون دیکھ کر"

"تو آپ جب بھی خون دیکھیں گی، بے ہوش ہو جائیں گی"

وہ تو پریشان ہی ہو گیا تھا اس کی بات سے۔

"نہیں اذان کو چوٹ لگی تھی، خون نکلا تھا تب تو ایسا نہیں ہوا تھا، پھر اب پتا نہیں کیوں" وہ خود پریشان تھی۔

حال

وہ جو بیڈ پر آڑا تر چھالیٹا تھا اپنی آنکھیں کھول گیا، وہ آنکھیں شدید کرب اور غم کا غماز تھیں۔ انکھ سے پھر دو آنسو نکل کر بیڈ شیٹ میں ضم ہوتے ضائع ہو گئے تھے۔

"میرا پورا دل خون خون ہے مشی، کیا تمہیں اب میرا درد محسوس نہیں ہوتا؟"

"السلام علیکم بابا، یار آپ لوگ کب تک آئیں گے"

اگے سے نا جانے کیا کہا گیا تھا۔

"میں کچھ نہیں جانتا، مشی کے گھر والوں سے زویٰ نے بات کر لی ہے، ہمیں اب آفیشلی جانا ہے ہر حال میں"

وہ اگلی جانب سے کہے گئے الفاظ پر ہنس دیا تھا۔

"تھینکس، بس تین دن اور ہیں آپ کے پاس فوراً آئیں، ممتا تیار ہیں بس آپ کی وجہ سے دیر ہو رہی وہ جتنا نہیں بھولا تھا۔"

فون رکھتے اس کے چہرے پر ایک الگ ہی چمک تھی۔ وہ بہت خوش تھا، بے ساختہ ہی اسے اپنی اور مشی کی پہلی ملاقات یاد آگئی تھی۔

"سالار شرم کرو، ہمیشہ مہمانوں کی طرح آنا، تم سے اچھی تو میری نئی دوست ہے، جو اپنے کیوٹ بہن بھائیوں کے ساتھ آکر میری اتنی مدد کرتی ہے"

"یار ذوی بس دوبار ہی تو لیٹ ہوں، ورنہ بچوں کے لئے سارے انتظام میں ہی کرتا ہوں، تمہیں بس موقع چاہیے" وہ منہ بسور کر بولا تھا۔

"اچھا زیادہ شوق نہ بنو، حیات کی چھوٹی بہن مشی بیچاری اکیلی برتھ ڈے روم کو ڈیکوریٹ کرنے میں لگی ہے، ڈیکوریٹر نہیں آیا، اور بچے بہت ایکساٹڈ ہیں، ہم نے انہیں بھی دیکھنا ہے، گیسٹس کو بھی، تم جا کر ہیلپ کرو اس کی

وہ اس کا کندھے پر ہاتھ جڑتی اسے بھیج چکی تھی۔

وہ اندر آیا تو اسے روم میں کوئی نظر نہ آیا، جب اچانک اس پر کوئی آگرا تھا، وہ اسے لیے ہی نیچے گرا تھا، وہ چھوٹا سا وجود سنڈریلا کی ڈریس میں الجھتے لائٹنگ لگانے کی تگ و دو میں دروازے کے پیچھے موجود تھا، تبھی اسے نظر نہ آیا اور الجھتے اس پر آگرا تھا۔

"وہ اسے سنبھالتے اٹھ بیٹھا اور اسے بھی اٹھایا سارے بال اس کے چہرے پر آگئے تھے، وہ اسے معصوم سی بچی ہی لگی تھی، جو پوری سنڈریلا بنی تھی، بالوں کا رنگ ڈفرینٹ تھا۔

اسے ہنسی آئی تھی اسے جھنجھلاتے دیکھ، تبھی ہاتھ بڑھا کر اس کے بال صحیح کرتے وہ اسے پچکارتے ہوئے بولا تھا۔

"کچھ نہیں ہوا ڈول ریلیکس" جب اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا، اور وہی لمحہ تھا جب وہ اس حسین اور اس سے بھی زیادہ معصوم چہرے کا اسیر ہوا تھا، اور پھر اس کے بعد وہ اس سے زیادہ بول نہ پایا تھا، ہمیشہ اسے بس دیکھتا تھا۔

وہ آنکھوں میں نمی لیے، ہلکا سا مسکرا دی تھی، اور اس کے ڈمپلز اس کا سکون غارت کر گئے تھے، "ہممم، میں ٹھیک ہوں سوری" وہ کہتی اٹھ گئی تھی، مگر وہ وقت ہمیشہ کے لیے اس کی سوچوں میں قید ہو گیا تھا، جس سے وہ کبھی آزاد نہ ہو پایا تھا، اسے خود کا وجود ابھی تک اس جگہ پر بیٹھا ہوا نظر آتا تھا۔

مشی چت لیٹی چھت کو دیکھ رہی تھی، اسے آج پھر نیند نہیں آرہی تھی، اور نہ ہی صبح سے بھوک لگی تھی، اس نے سب کو کہہ دیا تھا کہ اس نے کھانا کھا لیا ہے، اور جو دودھ اس کے کمرے میں امجد صاحب رکھ گئے تھے وہ کھڑکی کے باہر رکھے پیالے میں ڈال آئی تھی، اس کا دل خالی تھا بالکل وہ اپنے احساسات سے واقف بھی تھی اور انجان بھی، اسے سفیان سے ساری ملاقاتیں یاد آرہی تھیں۔

پھر اس کے ذہن میں کچھ اور آوازیں بھی گونجی تھی۔

"فی فی ہم کبھی الگ تو نہیں ہو گے نہ"

"کیوں پوچھ رہی ہیں"

"امی بول رہی تھی، ہمیشہ تمہارے پاس آجاتی ہوں بابا سے ضد کر کے، جب ہم بڑے ہوں گے،

تو ایسے نہیں مل سکے گے، اس لیے میں عادت ڈال لوں، یہاں نہ آنے کی"

"انہوں نے ایسا کیوں کہا" وہ خود بھی پریشان ہوا تھا۔

"وہ کہہ رہی تھی، تم بڑے ہو گے تو مجھے بھول جاو گے اس لیے میں بھی تمہارے پیچھے نہ پڑی

رہوں"

"ہم آپ کو کبھی نہیں بھول سکتے ہیں، ہاں آپ ہمیں چھوڑ سکتی ہیں لیکن ہم تب بھی آپ کو نہیں چھوڑیں گے، وعدہ رہا"

اور اسے پتہ چلا اس کے گالوں پر نمی تھی، وہ حیران ہوئی تھی، وہ کیا چاہتی تھی اسے اب بھی سمجھ نہیں آرہا تھا، اسے ہر حال میں سفیان سے جوڑ کر رکھنے والے اس کے بابا نے یہ فیصلہ کیوں لیا تھا۔ وہ کیوں مطمئن نہ تھی، پھر اس شخص کی برستی آنکھوں نے اسے اس کا جواب دیا تھا،

'حیا کے آبارافع صاحب ناراض تو نہیں ہوں گے ہمارے فیصلے سے بلکہ یقیناً ہوں گے، آپ نے ایسا فیصلہ کیوں لیا جب آپ سفیان کو سالار سے زیادہ جانتے ہیں"

وہ پریشان سے بیٹھی تھیں۔

"کیونکہ مجھے یہی صحیح لگا، وہاں ہمارا تعلق مالک ملازم کارہا ہے شاید ہماری بیٹی کو وہاں وہ عزت نہ مل پاتی اس لیے۔"

تو وہ سمجھنے کے سے انداز میں سر ہلاتی چائے لینے چلی گئی۔

پچھے خود کے تاثرات چھپاتے امجد صاحب کے چہرے پر غم بکھرا تھا۔

"میں تو معافی بھی نہیں مانگ سکتا سفیان بابا، آپ کی امانت میں خیانت کر دی ہے"

"امجد چچا کہاں ہیں آپ؟" وہ انہیں ڈھونڈتے گیٹ تک آیا تھا۔

دس سال کے خوبصورت تکیے نقوش اور سنجیدہ طبیعت کے سفیان کو دیکھ وہ مسکرائے، وہ انہیں بہت عزیز تھا، تقریباً انہوں نے ہی تو سنبھالا تھا اسے،

وہ مسکراتے ان کی طرف بڑھ رہا تھا، شفیق سے امجد صاحب جو اسے بہت پسندتھے ان کی وجہ سے تو مٹی ملی تھی اسے۔

"خیریت تھی، سفیان بابا" وہ مسکراتے پوچھنے لگے۔

"جی بس ایک اہم بات کرنی تھی، اپ چلیں میرے ساتھ گارڈن میں"

وہ گارڈن کی بنچوں پر آکر بیٹھے تھے، اور سیدھا ہونے سے پہلے وہ اپنی بے چینی واضح کر چکا تھا۔

"آپ مٹی کو کبھی ہم سے دور تو نہیں کریں گے نہ"

وہ ہلکا سا مسکرا دیے۔

"سفیان بابا آپ اور مٹی ابھی بہت چھوٹے ہیں، تبھی اتنے حساس ہیں ایک دوسرے کے لیے، مگر جب بڑے ہو گے، اور مصروفیات بڑھیں گی، تو تب برا نہیں لگے گا، آپ لوگ ہمیشہ ساتھ نہیں رہ سکتے ہیں، جب تک میری ملازمت ہے مٹی یہاں آتی ہے مگر بہت جلد وہ اپنی پڑھائی میں

بری طرح مصروف ہونے والی اور آپ بھی پھر کہاں وقت ملے گا، اس لیے اس بارے میں اتنا مت سوچیں "وہ آج موقع ملنے پر جو بات مشی کو سمجھ نہ آتی تھی اسے سمجھا دینا چاہتے تھے۔ جبکہ اس کے ماتھے پر بل نمودار ہوئے تھے۔

"ہم ہمیشہ ساتھ رہیں گے، امجد چچا" وہ بولا تو انداز انتہائی سنجیدہ اور سرد تھا کہ وہ خود چونکے تھے۔ "آپ بھی دور نہیں کر سکتے اسے ہم سے، ہم نے رافع بھائی سے بات کر لی ہے، ہم شادی کریں گے مشی سے وہ تب تو ہمیشہ ہمارے پاس رہ سکے گی نہ؟" اور اب امجد صاحب سنجیدہ ہوئے، شاید وہ معاملہ کو ہلکا لے گئے تھے،

"یہ باتیں آپ کے کرنے کی نہیں ہیں، سفیان بابا، دوبارہ کسی کے سامنے مت کہیے گا" وہ سختی سے ٹوک رہے تھے۔

"نہیں کہیں گے مگر آپ سن لیں جب ہم بڑے ہو جائیں گے، ہمیں کسی کی ضرورت نہیں پڑے گی تب ہم مشی کو ہمیشہ کے لیے اپنے پاس رکھیں گے اور آپ بھی منع نہیں کریں گے، وعدہ کریں ورنہ اگر آپ نے اسے ہم سے دور کرنے کی کوشش کی تو ہم سب کو مجبور کر دیں گے کہ ابھی ہماری شادی کریں مشی سے، ہم نے مشی سے بھی بات کر لی ہے، وہ بہت خوش ہے، وہ بھی ہمارے ساتھ ہمیشہ رہنا چاہتی ہے۔ وہ رشتہ مانگ رہا تھا، انہیں امید نہ تھی دس سال کے سفیان

سے، وہ بھلا کیا ہی جانتا تھا زندگی کو، وہ جس انداز میں بولا تھا امجد صاحب کو سمجھ نہ آئی وہ ہنسیں یا پریشان ہوں۔

مگر وہ اس کی ضد سے واقف تھے اسے کبھی منع بھی نہیں کیا تھا۔ تو ہامی بھر لی کہ پہلے کسی قابل ہو جائیں پھر دیکھیں گے، وہ جانتے تھے وقت سب ٹھیک کر دے گا، مگر وہ واپس آیا تھا، اور وہ اب بھی وہی ٹھہرا تھا، ان کو اس کا وہ "کیوں" کہنا یاد آیا تھا ان کی بھی آنکھیں نم ہوئی تھی، وہ اس معصوم بچے سے کیا عہد توڑ بیٹھے تھے ان کی خود کی بھی یہی خواہش تھی مگر وہ حیدر علی سے بھی واقف تھے، مزید فساد نہ ہوا انہوں نے اس لیے یہ فیصلہ لیا تھا وہ باپ بیٹے کو مقابل نہیں کرنا چاہتے تھے۔

اگلا دن کیا طوفان لانے والا ہے کوئی نہیں جانتا تھا۔

سب لوگ زویا اور رافع کے ولیمے پر موجود تھے۔ اور سبھی سنجیدہ تھے۔ سالار شاہ کو زویا کی سنجیدگی سمجھ نہیں آرہی تھی، کچھ تو تھا۔

ذویا اور رافع اسٹیج پر مروتن بیٹھے تھے، انہوں نے کب سوچا تھا ان کی زندگی کا یہ اہم دن اتنا ادا اس ہوگا، ذویا رافع کا اضطراب دیکھ رہی تھی اور وجہ بھی جانتی تھی، سفیان بیمار تھا، اس نے آنے سے معذرت کر لی تھی، اور وہ اس فنکشن کی وجہ سے اس کے پاس نہ جا پایا تھا۔

حیات خود بہت افسردہ تھی، ان دونوں کو دیکھ کر جبکہ یا اور اپنی پریشانی میں تھا، اسے رافع سے بات کرنی تھی، جو فلحال مناسب نہیں تھی، مگر وہ دیر بھی نہیں کر سکتا تھا۔

حیات کے والدین بھی نہیں آئے تھے، البتہ حیدر علی اور ان کی بیگم بے زار سی نواب بیگم کے ساتھ موجود تھے،

سالار شاہ نے عینہ کے ساتھ بیٹھی مشی کو دیکھا تو اس کی طرف چل پڑا تھا۔ وہ ادا اس سے بیٹھی عینہ کی باتوں پر بس ہوں، ہاں کیے جا رہی تھی، اسے آج سے پہلے کبھی اتنا ادا اس کہاں دیکھا تھا، اس کو دیکھ

کر جو مسکراہٹ آئی تھی وہ اب اضطراب کی شکل لے گئی تھی،

وہ تیز قدم اٹھاتے اس کی طرف بڑھا تھا۔

"کوئی پریشان ہے بہت؟"

وہ مسکراتے دوستانہ انداز میں اس سے پوچھ رہا تھا۔

وہ جو اپنی سوچوں میں گم تھی، پاس آتی آواز پر چونکی وہ اس کے ساتھ رکھی کر سی پر بیٹھا تھا۔
وہ جو اسے ہمیشہ بہت اچھا لگتا تھا اس کی نیچر کی وجہ سے ابھی اسے دیکھ کر اسے بالکل اچھا نہیں لگتا
وہ تو کتنی دیر نواب زادہ سفیان حیدر کو ڈھونڈتی رہی تھی، جب اسے پکارتیں ہو گیا وہ نہیں آیا تو وہ
اداس دل کے ساتھ ایک طرف آ بیٹھی تھی۔

مگر اب سالار شاہ کو سامنے دیکھ اس کے اداس چہرے پر پریشانی آئی تھی، وہ نظریں پھیر گئی تھی اور
یہ چیز سالار شاہ نے شدت سے محسوس کی تھی، ایسا بھلا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا، وہ ہمیشہ ہنستی چہکتی
اسے ملی تھی، اور اب جب بات اتنی آگے پہنچ چکی تھی، اس کا یہ رویہ سالار شاہ کے چہرے کو
تاریک کر گیا۔ یہ جھجک تو نہ تھی، وہ بہت کچھ سوچنے پر مجبور ہوا تھا۔
"نہیں میں ٹھیک ہوں" وہ نرمی سے عینہ کے بال سنوارتی بولی تھی۔

اور وہ اسے دیکھ رہا تھا، مزید وہ اس سے کچھ نہ پوچھ سکا تھا،
"ہمممم" وہ اٹھ گیا تھا، اور مشی نے آنکھیں مینچی تھی۔

اس کی آنکھیں جو کب سے ضبط کر رہی تھی وہ چھلک گئی تھی، چہرہ لال ہوا تھا، وہ لب بھینچے بیٹھی
تھی، اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کیا ہو رہا ہے، وہ کسی سے کیا بات کرتی، بس کچھ صحیح نہیں ہو رہا تھا، نہ
وہ سمجھ پار ہی تھی نہ کہہ پار ہی تھی، نہ ہی چاہ پار ہی تھی، اب ضبط ختم ہوا تھا تو رونے بیٹھ گئی تھی

، جب پریشان عینہ کو اس کے ماما بابا کے پاس بھیجتی خود برائیڈل روم کی طرف بڑھ گئی، آپنا آپ سنبھالنے کے لیے۔

سالار شاہ کو اب صحیح معنوں میں پریشانی ہوئی تھی تو وہ اسٹیج پر زویا کو اکیلے بیٹھا دیکھ اس کی طرف گیا تھا۔

ذویا سے دیکھ کر مسکرا دی تھی۔

"ذویا مٹی سے مرضی پوچھی گئی ہے نہ؟" وہ پریشان سا اس کے پاس بیٹھتا پوچھ رہا تھا۔
زویا حیران ہوئی تھی۔

"ظاہر ہے تم امجد انکل کو جانتے ہو وہ بغیر اس سے پوچھے کوئی فیصلہ نہیں لیں گے، کیوں کیا ہوا ہے؟"

"کچھ نہیں مجھے وہ پریشان لگی، مجھے لگا شاید اس وجہ سے نہ ہو۔"

وہ اب ہلکا پھلکا ہوتا سے بتا رہا تھا۔

اور ذویا پر سوچ سی اسے دیکھنے لگی۔

"اگر اسے اعتراض ہوا تو، کیا چھوڑ دو گے؟" وہ اس کو جاننے کے لیے پوچھ بیٹھی تھی۔

"نہیں ہر گز نہیں، میں اسے کسی صورت نہیں چھوڑوگا، میں شادی کے بعد سنبھال لوں گا اسے، میری کیئر، محبت اسے میری طرف مائل کر دے گی، اور ویسے بھی نکاح میں بہت اٹریکشن ہوتی ہے، وہ ٹھیک ہو جائے گی،" وہ پر اعتماد سا اسے دیکھتے سنجیدگی سے بول رہا تھا۔

"اور اگر وہ کسی اور کو پسند کرتی ہوئی تو، تب بھی نہیں چھوڑوگے"

اور سامنے دیکھتے سالار شاہ نے جھٹکے سے گردن موڑتے اسے دیکھا تھا، وہ تڑپ ہی تو گیا تھا، اس کے ماتھے پر بل نمودار ہوئے تھے۔

"ایسے کیوں کہہ رہی ہو تم؟" وہ اب غصے میں آنے لگا تھا۔

"کیونکہ کچھ بھی ممکن ہے، ابھی تو تم نے کہا وہ پریشان تھی، کیا پتا یہی وجہ ہو، وہ چاہ کر بھی اسے سفیان کے مطلق نہ بتا پائی تھی کہ کل ان کی زندگی پر یہ بات اثر انداز نہ ہو، مگر کچھ چیزیں کلیئر کرنا ضروری تھی۔"

"میں اس سے کسی بھی حال میں دستبردار نہیں ہو سکتا ذویا، کیونکہ میں جانتا ہوں مجھے اس جیسی کوئی اور نہیں مل سکتی، میں اسے کسی حال میں بھی کھو نہیں سکتا، میں بہت آگے بڑھ چکا ہوں، یہ نا ممکن ہے، اسے ہر حال میں میرا ہی ہونا ہے"

اس کا تنفس تیز ہو گیا تھا، پورا وجود مانو جل رہا تھا، چہرہ لال ہو چکا تھا، رافع کو واپس آتا دیکھ وہ وہاں سے مٹھیاں بھینچے واک آؤٹ کر گیا، وہ ذویا سے ناراض ہو کر گیا تھا یہ بات واضح تھی، زویا نے سرد سانس چھوڑی تھی۔ اس کی تڑپ اسے تکلیف دے گی تھی، جبکہ ان کے پاس ڈھارس تھی، پھر رافع اور سفیان کا سوچا تھا،

اس نے رافع کو دیکھا جو پھر سے سنجیدہ سا اس کی طرف آ رہا تھا، سفید کاٹن کے سوٹ میں ملبوس براؤن کوٹ میں، وہ کتنا افسردہ سا دکھ رہا تھا، اس نے پہلے کبھی اسے ایسے نہ دیکھا تھا، اس کے دل میں تکلیف اٹھی تھی۔ وہ جانتی تھی وہ اپنے بھائی کی وجہ سے کس قدر پریشان ہے، آج پہلی بار وہ ایسے حالات میں پھنسی تھی، نہ تو وہ سالار کو تکلیف دے سکتی تھی نہ ہی رافع کی تکلیف دیکھ سکتی تھی، وہ پریشان سی گرے اور ریڈ کلر کنٹراس میں مکمل سچی اسے آتا دیکھ رہی تھی۔

مشی اپنا حلیہ درست کرتی جیسے ہی برائیڈل روم سے باہر آئی تھی، ہاتھ میں فون لیے، بیگ کندھوں پر سیٹ کیے وہ حیات کی طرف جانے کا سوچ رہی تھی جب کسی نے پیچھے سے اسے دبوچتے کلوروفارم والا رومال اس کی ناک پر رکھ دیا تھا، کافی مزاحمت کے بعد وہ بے ہوش ہو گئی تھی، اس کا فون ہاتھ سے گر چکا تھا۔ جبکہ اس کے بے ہوش وجود کو اٹھا کر وہاں سے پچھلے رستے سے وہ شخص لے گیا تھا۔

فنکشن ختم ہوا تو سب گھروں کو چلے گئے، اب یاور کی فیملی ذویا اور رافع کے ساتھ موجود تھی، وہ بھی الوداع لے رہے تھے، جب پریشان سا اذان ان کی طرف آیا۔

"آپی میں نے مشی آپنی کو ہر جگہ دیکھ لیا ہے وہ کہیں نہیں ہیں" اور سالار شاہ سمیت سبھی چونکے تھے۔

"کیا مطلب کہاں جاسکتی ہے وہ، فون کرو اسے" رافع نے فوراً آگے بڑھتے اسے کہا تھا۔

"ان کا فون برائیڈل روم کے باہر پڑا ملا ہے" وہ اس کا فون دیکھتے پریشان سا بول رہا تھا۔
یاور، رافع اور سالار حواس باختہ ہوئے تھے۔

یاور نے دھاڑتے اپنے گارڈز کو بلا یا تھا، تو رافع نے انتظامیہ سمیت اپنے گارڈز کو۔

"کہاں تھے تم، تمہیں کہا تھا نہ مشی کی حفاظت کے لئے" یاور اپنے ایک گارڈ پر چیخا تھا، جسے اس نے مشی کی حفاظت کے لیے رکھا تھا وہ اس کی فیملی کا حصہ تھی، حیات کی فیملی کو کوئی اس کی وجہ سے نقصان نہ پہنچائے اس لیے ان کے لیے بھی اس نے سیکیورٹی کا انتظام کر رکھا تھا۔

"سر وہ برائیڈل روم میں گی تھی پھر باہر ہی نہیں نکلی، اپنا سرد بار ہی تھی مجھے لگا وہ ریست کے لیے گئی ہوں گی، میں باہر ہی تھا مگر وہ باہر نہیں نکلی میں بس پانی کی بوتل لینے دو منٹ کے لیے وہاں سے ہلا تھا، یقین کریں"

وہ خود پریشان سا وضاحت دے رہا تھا۔

"جلدی پوری جگہ کی تلاشی لو ورنہ میں تم لوگوں کو نہیں چھوڑوں گا،" اب رافع دھاڑا تھا سب پر، سب کو تو جان کے لالے ہی پڑ گئے تھے۔

"مجھے جلدی کنٹرول روم میں ساری فوٹیجز دیکھاؤ، وہاں سے ضرور کچھ پتا چلے گا" سالار شاہ ماتھے سے پسینہ صاف کرتا ان کے پیچھے ہولیا تھا۔

ذویا، حیات کو سنبھالے کھڑی تھی، جو روتی ہوئی، عینہ کو اپنے ساتھ لگا کر حوصلے سے مٹی کی حفاظت کی دعا مانگ رہی تھی۔

"رافع یہ تمہارے چچا کا کام ہے" یاور بولا ہی تھا جب رافع نے حیرانی سے اسے دیکھا۔

"عینہ اور حیات کی فیملی پر کچھ عرصے سے کچھ لوگ نظر رکھے ہوئے تھے، میری سیکورٹی کی وجہ سے ان کا مقصد واضح نہ تھا، مگر ان کا ایک بندہ ہمارے ہاتھ لگا ہے، صبح ہی مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ

نواب زادہ حیدر علی کا بندہ ہے، اب وہ یہ سب کیوں کر رہے ہیں، بہتر ہے تم خود ان سے جواب

مانگو، ورنہ میں اپنے طریقے سے بغیر کسی لحاظ کے میری فیملی پر بری نظر ڈالنے والے سے نمٹوگا، وہ

غصہ دبائے بول رہا تھا، اور رافع نے چچا کے اس نئے کارنامے پر شرمندگی سے آنکھیں میٹھی تھی، آگر انہوں نے ایسا کیا ہے، تو پانی سر سے اوپر آچکا تھا۔

وہ مٹھیاں بھینچ کر پودوں کی طرف اپنے فون پر کسی سے مصروف یہاں ہوئے واقع سے بے خبر مصروف تھے۔

حیدر علی بے زار سے جھوٹی مسکراہٹ کے ساتھ لوگوں سے مل رہے تھے، جو بھی تھا انہوں نے بنا کر رکھنی تھی، مزید احتجاج کا فائدہ نہ تھا۔ جبکہ لوگ اب جا رہے تھے کہ ان کا فون بجایا، ریسپو کرنے پر اگلی طرف سے ملنے والی خبر پر ان کے ماتھے پر بلوں کا اضافہ ہوا تھا، انہوں نے فوراً گال کاٹی اور ایک اور نمبر ملاتے قدرے سنسان پورشن کی طرف بڑھے تھے۔

"یہ سب کیا ہے، آپ نے تو کہا تھا ہمارا سامان پہنچا دیا جائے گا مگر وہ تو پکڑا گیا ہے، ہمارا کروڑوں کا نقصان ہو گیا ہے۔" وہ شدید غصے سے دانت پیستے ہوئے بولے تھے، بس نہ چل رہا تھا، کہ زور سے دھاڑیں، مگر ماحول کے لحاظ سے ضبط کر کے رہ گئے۔

"جی، مگر اس کی ایک شرط تھی، جس کو آپ پورا نہ کر سکے تو ہم بھلا آپ کا کام کیوں کرواتے"

"ہم نے کہا تھا صحیح وقت کا انتظار کر رہے ہیں، ہم بہت جلد آپ کی نواسی آپ تک پہنچا دیتے"

وہ سمجھانے والے انداز میں بول رہے تھے۔

"میری بیٹی مزید انتظار نہیں کر سکتی تھی، ہم خود ہی کچھ کر لیں گے، اب آپ کی ضرورت نہیں" اور آگے سے کال کاٹ دی گئی تھی، وہ آگ بگولہ ہوتے موبائیل پٹختے ہی لگے تھے، جب کسی نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

وہ فوراً خود کو سنبھالتے مڑے، مگر رافع کے سرد تاثرات دیکھ چوٹے، پیچھے بلیک اینڈ وائٹ فور پیس سوٹ کے کوٹ اتارے یا اور بھی سینے پر ہاتھ باندھے انہیں گھور رہا تھا۔

کیا انہوں نے کچھ سن لیا ہے، وہ پریشان ہوئے تھے، جو بھی تھا، کبھی وہ واضح ان کی مخالفت نہیں کرنا چاہتے تھے، ان کی پوزیشن بہت ویک تھی، وہ کہیں کے نہ رہتے۔

"مشی کو آپ نے کڈنیپ کروایا ہے؟" رافع نے جس سرد انداز میں آنکھوں میں اجنبیت لیے ان سے پوچھا تھا ان کے ماتھے پر پسینے کی بوندیں ابھر آئی تھیں۔

"کیا بات کر رہے ہو اور کس کی، ہم نے ایسا کچھ نہیں کیا ہے"

وہ لہجے کو حتی الامکان نارمل کرتے بولے تھے۔

"سب ثبوت آپ کے خلاف ہیں، زویا پر حملہ کروانے سے لے کر یاور کی فیملی پر نظر رکھوانے

تک، آپ مکر نہیں سکتے"

اور ان کی آنکھیں گھبراہٹ میں پھیلی تھی، تو وہ سب جان گیا تھا، ان کا گلا خشک ہوا تھا۔

"باقی وجوہات بعد میں پوچھوں گا، تفصیل سے ابھی بس اتنا بتائیں کہ ممشی کہاں ہے، میں اب آپ کو کوئی رعایت نہیں دینے والا، اپنے لیے مزید مشکل کھڑی نہ کریں، آپ مجھے اچھے سے جانتے ہیں چچا حضور۔۔۔۔۔" وہ دانت پیستے بول رہا تھا۔

حیدر علی نے رافع کو دیکھا تھا، اس کی آنکھوں میں ان کے لیے صرف نفرت تھی، وہ سچ کہہ رہا تھا، وہ اب انہیں کسی صورت رعایت نہیں دینے والا تھا، اور وہ رشتہ بھی بھول جاتا ان سے۔

"ہم نظر رکھوا رہے تھے مگر ہم نے انہیں کڈنیپ نہیں کروایا ہے" وہ سنجیدگی سے بولے تھے۔

"کیوں" یا اور غصہ ضبط کرتے بس اتنا بولا تھا۔

"آپ کے سسرالیوں کو ان کی نواسی چاہیے تھی، اس کے بدلے وہ ہمارا ایک کام کرنے والے تھے، مگر ہم ناکام رہے، اب انہوں نے انکار کر دیا ہے، تو ہم بھلا کچھ بھی کیوں کرتے"

وہ بے تاثر چہرے کے ساتھ مختصر سچ بول گئے تھے۔

"دوسری طرف سے ایک گاڑی دیکھی گئی ہے اس کا نمبر دے دیا ہے۔ چیکنگ سٹارٹ ہو گی ہے، وہ گاڑی کسی کی پرسنل تھی، فوٹیج میں جو لوگ نظر آئے ہیں وہ پرسنل گارڈز ہیں،" وہ سالار شاہ تھا، جو ہانپتا تفصیل دے رہا تھا، باقی سب بھی وہاں آگئے تھے۔

"گڈ، اب جلدی ان کا پتا چل جائے گا، ڈونٹ وری" رافع کہتا اپنے رنگ ہوتے فون کی طرف متوجہ ہوا تھا، اور ایک طرف سننے چلا گیا تھا۔

"ہاں بولو، سنی تو ٹھیک ہے" مگر آگے سے جو سنا تھا اس کے ماتھے پر بل نمودار ہوئے تھے۔

"کیا مطلب ہے کہیں چلا گیا ہے، اس کی طبیعت نہیں ٹھیک لوکیشن ٹریس کرو اس کی، ڈھونڈو اسے اور فوراً اس کی خیریت بتاؤ"

وہ کال ڈسکنیک کرتے پریشان سا پیچھے مڑا تھا، اور سامنے کھڑی اپنی محبت کو دیکھ خود کو پر سکون کیا تھا، اس نے کبھی نہیں چاہا تھا یہ سب وہ تو اس کے لیے ہر چیز بہترین اور یادگار بنا دینا چاہتا تھا مگر سب غلط ہو گیا تھا۔

زویا سے پر سوچ سادہ کیہ رہی تھی۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا زویا میں مٹی کو ڈھونڈ لوں گا تم فکر نہ کرو" وہ اس کی بھیگی پلکیں دیکھتا بولا تھا اور اسے حصار میں لیتے ماتھے پر بوسہ دیتے تسلی دی تھی۔

"رافع، کہیں سفیان نے تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

اس کی بات مکمل نہ ہوئی تھی، جب وہ اسے حصار سے آزاد کرتا حیران ہوتا، شکوہ کن نگاہوں سے دیکھنے لگا تھا، وہ مزید کچھ نہ بول پائی اس کی آنکھوں کے شکوے نے ذویا کو پچھتانے پر مجبور کر دیا تھا، اس سے پہلے وہ اپنی بات کی وضاحت کرتی وہ رخ موڑ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"ذویا آپ نے ایسا سوچا بھی کیسے، وہ میرا بھائی ہے، اس سے جتنے اختلافات صحیح مگر میں جانتا ہوں وہ ایسا کبھی نہیں کر سکتا، وہ خود کو تو قربان کر سکتا ہے، مگر اپنی محبت پر آنچ بھی نہ آنے دے، میں برا ہو سکتا ہوں وہ نہیں" وہ کہتے رکنا تھا وہاں سے چلا گیا تھا۔

ذویا شرمندہ ہوئی تھی اپنے اندازے پر، اس کے منہ سے نکل گیا تھا اتنا تو وہ بھی سفیان کو جان گئی تھی، اپنی بے اختیاری پر غصہ آیا تھا اسے، رافع کا اس کو آپ کہنا پہل بار شدت سے برا لگا تھا، وہ ناراض ہو گیا تھا، مگر وہ اسے منانا جانتی تھی، ابھی مٹی کی فکر تھی، نجانے وہ معصوم کہاں تھی۔

سبھی یاور کی طرف موجود تھے، ذویا بھی چلیج کر کے آچکی تھی۔

جس بھی یاور کے فون پر سبھی متوجہ ہوئے تھے۔

"کون بول رہا ہے" انجان نمبر دیکھ اس نے فوراً سے پوچھا تھا، کیونکہ اغوا کاروں کی طرف سے وہ کسی بھی کاروائی کے منتظر تھے۔

"اتنا جلدی بھول گئے ہو مجھے،" اور آگے سے جو آواز سنی تھی، یاور کی رگیں غصے کی شدت سے پھول گی تھی۔

"یہ سب تم نے کیا ہے؟" وہ ضبط کرتے پوچھ رہا تھا، سبھی اسے سن رہے تھے، جبھی رافع نے اس سے فون لے کر سپیکر پر ڈال دیا، اور وہ سے کچھ کہہ بھی نہ سکا۔

"بالکل، تمہیں بے سکون کرنے کا حق صرف مجھے ہے"

"یہ ہمارا آپس کا مسئلہ ہے، مٹی کو کیوں انوالو کر رہی ہو"

نہ چاہتے بھی اس کی آواز بلند ہوئی تھی، وہ اب حیات کو نہیں دیکھ رہا تھا، دیکھ بھی کہاں سکتا تھا، اس کی وجہ سے اب کی بار اس کی بہن ٹارگٹ ہو گی تھی۔

"وہ تو انوالو ہو گی، تمہاری بیوی کی وجہ سے، وقت ضائع نہ کرو، چلو اصلی مدعے پہ آتے ہیں، میری بات مانو میں اسے چھوڑ دوں گی"

رافع نے نمبر نوٹ کر کے اپنے نمبر سے میسج کیے تھے۔

"کہو"

"تمہارے پاس صرف دو آپشن ہیں، کوئی ایک مان لو میں اس لڑکی کو چھوڑ دوں گی"

"بول بھی چکواب" وہ سختی سے بولا تھا، اور آگے سے قہقہہ سنائی دیا تھا۔

"ریلیکس ڈر لنگ، اتنا تپ کیوں رہے ہو، اچھا پہلا یہ کہ عینہ ہمیشہ کے لیے میرے حوالے کر دو"

"ایسا کبھی نہیں ہوگا" وہ مضبوط لہجے میں بولا تھا۔

"او کے پھر ایسا کرو، اس لڑکی کو طلاق دے دو، میں کبھی تمہارے راستے میں نہیں آؤں گی، عینہ

کے معاملے میں بھی نہیں"

اور وہی روتی ماں کو سنبھالتی حیات نے بے یقینی سے سر اٹھا کر رونے سے سرخ ہو چکی آنکھوں سے

یاور کو دیکھا تھا، جو خود پتھر بنا کھڑا تھا، سب کی زبان گنگ تھی، امجد صاحب تڑپ ہی اٹھے تھے، وہ

کیا کرتے ان کی دونوں سیٹیاں ہی اتنی بڑی مشکل میں پھنس گئی تھی، ان کے تو سوچنے سمجھنے کی

صلاحیت نے ہی کام کرنا چھوڑ دیا، جیسی اپنے کندھوں پر تسلی دینے والے ہاتھوں کو دیکھنے لگے، وہ

رافع تھا، جو انہیں پر سکون رہنے کا اشارہ کر رہا تھا۔

"میں یہ مر کر بھی نہیں کرنے والا، مٹی کو صحیح سلامت ہمارے حوالے کرو، ورنہ میں نے تمہارا

عورت ہونے کا بھی لہاظ نہیں کرنا" وہ اس پر دھاڑا تھا۔

"جو بھی ہو، جب میں سکون میں نہیں تو تم کیسے پرفیکٹ لائف گزار سکتے ہو، یاور ولی، میں تم سے

ہاروں گی نہیں کسی بھی صورت تم اگر یہ بھی نہیں کرو گے تو میں اس لڑکی کو مار دوں گی، تب تم رہ

لینا اس لڑکی کے ساتھ جس کی بہن تمہاری وجہ سے مری ہوگی، سکون تو پھر بھی تمہاری زندگی

میں نہیں رہے گا، صبح تک کا وقت ہے تمہارے پاس جلدی فیصلہ کرو" وہ نخوت سے کہتے کال کٹ کر گئی تھی۔

"یاور" ایک لرزتی آواز اس کے کانوں میں پڑی تھی، وہ آنکھیں میچ گیا تھا، وہ نہ بیٹی کو چھوڑ سکتا تھا نہ حیات کو اور نہ مشی کو مزید خطرے میں رکھنا چاہتا تھا، اس کا دماغ ماؤف ہوا تھا۔ تبھی اس کے منہ سے نکلا تھا،

"عینہ کہاں ہے" وہ اسے بغیر دیکھے بول رہا تھا۔
"مجھے بس مشی لادیں یاور" وہ مضبوط لہجے میں بولی تھی، اور عینہ کے حوالے سے سوچے گا بھی مت، باقی آپ کی مرضی وہ کہتے ساتھ منہ موڑے کھڑی ہو گئی تھی۔
جب کہ یاور نے حیرت زدہ ہوتے اسے دیکھا تھا۔

"لوکیشن مل گئی ہے چلو" جبھی رافع میسج دیکھتا اجلت میں باہر نکلتے بولا تھا۔
"میں مشی کو صحیح سلامت لے آؤں گا، حیات بس دعا کیجئے گا" وہ کہتا رافع کے پیچھے چلا گیا تھا۔
سالار بھی ان کے پیچھے بھاگا تھا، جب ذویانے اسے روکا تھا۔

"میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی"
"ضرورت نہیں" وہ زروٹھے انداز میں بولتا آگے بڑھا تھا۔

"زیادہ ڈرامہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے" وہ اور بھڑکی تھی اور اگے چل دی تھی، پیچھے وہ بھی دانت پیستے اس ضدی عورت کے پیچھے ہو لیا تھا۔

یا اور رافع اپنے گارڈز کے ساتھ ہی جا رہے تھے وہ فورسز کو پولیس کو اس معاملے میں شامل نہیں کر رہے تھے کیونکہ ان کی آمد کی پھر ان لوگوں کو خبر ہو سکتی تھی اور وہ کوئی رسک نہیں لے سکتے تھے۔ کیونکہ یقیناً ان میں مخبری کرنے والے موجود تھے۔

"تم جانتے ہو اس جگہ کو" ڈرائیو کرتے رافع نے پوچھا تھا۔
"ہاں، اس کا فارم ہاؤس ہے" سپاٹ جواب آیا تھا۔

"بعض دفعہ ہم کچھ تعلقات میں لہاظ کی وجہ سے رعایت کر جاتے ہیں، جیسے میں نے اپنے چچا کے معاملے میں کی، اور تم نے اپنی ایکس وائف کے، جو سراسر بہت بڑی غلطی تھی، ان کے پہلے ہی مخالفت پر اگراں کو زبردست مزاحمت کی جاتی تو ہم مذید نقصان نہ اٹھاتے، مجھے آج سمجھ آیا غلط ہمیشہ غلط ہوتا ہے چاہے کتنا ہی قریبی کیوں نہ ہو، اسے خود کو اذیت دینے کی اجازت ہر گز نہیں دینی چاہیے، اگر وقت پر ان کے خلاف کوئی ٹھوس قدم اٹھالیتے تو ان یوں زلیل نہ ہو رہے ہوتے" رافع نے دانت پیستے کہا تھا۔

"تم خود کو لعنت ملامت کرو، مجھے ساتھ رگڑنے کی ضرورت نہیں ہے، میں ہر ممکن کوشش کر

چکا ہوں، وہ عورت شروع سے ڈھیٹ ہے"

اور رافع کو اس بچارے پر ترس آیا تھا۔

"لگتا ہے کافی ٹائم دیا ہے اس نے تمہیں" رافع اسے دیکھتے سنجیدگی سے بولا تھا اور بدلے میں جن نظروں سے یاور نے اسے دیکھا تھا وہ دھیان ڈرائیونگ کی طرف کرتے چپ بیٹھ گیا تھا۔

وہ بہت جلد وہاں پہنچ گئے تھے، اور چاروں طرف سے گھیراؤ ڈال رہے تھے گاڑیاں قدرے دور باغوں کے پیچھے پارک کی تھیں تاکہ انہیں نظر نہ آئیں جیسی وہاں رافع کو سفیان کی گاڑی بھی دکھی تھی، تو وہ فوراً معاملے کو سمجھا تھا مگر کیا وہ اکیلا آ گیا تھا، اور کب سے اندر تھا، اس بات نے اسے پریشان کر دیا تھا، مگر سالار شاہ کی گاڑی سے اترتے زویا شاہ کو دیکھتے اس کا دماغ ہی آڑ گیا تھا، وہ فوراً غصے سے اس کی طرف لپکا تھا۔

"آپ یہاں کیا کر رہی ہیں، ہم سب سنبھال لیتے نہ، ہر جگہ آپ کا سپر لیڈی بن کر جانا ضروری ہے کیا؟" وہ تیوری چڑھائے آنکھوں سے چھلکتے غصے سے اس سے پوچھ رہا تھا۔ جب اس نے بھی اسی کے انداز میں جواب دے کر اسے خاموش کر دیا تھا۔

"ہاں، کوئی شک" جیسی اس کی نظر سفیان کی گاڑی پر پڑی رافع نے دانت پیسے تھے، وہ پھر اسے غلط سمجھے گی، مگر وہ اس کی بات سن حیران ہوا تھا۔

"رافع سفیان، وہ خطرے میں نہ ہو جلدی کریں"

اس کا سر درد سے پھٹ رہا تھا، شدید بخار تھا، وہ بستر پر اوندھے منہ لیٹا اپنے دونوں ہاتھوں سے سر پر تکیہ رکھے ہوئے تھے، شاید درد ختم کرنے کی کوشش تھی یہ۔۔۔

وہ اس نڈھال طبیعت کی وجہ سے رافع کو انکار کر چکا تھا، مگر یہ تو صرف بہانہ تھا، وہ کبھی وہاں نہ جاتا، اس نے تو واپس امریکہ جانے کا سوچ رکھا تھا، آج وہ چلا بھی جاتا اگر اسکی طبیعت اسے اس قدر نڈھال نہ کرتی۔

دوائی لینے کے باوجود اسے نیند نہیں آرہی تھی، دلی تکلیف کے ساتھ ذہنی اضطراب اور جسمانی تکلیف بھی شامل ہوگی تھی، نہ دوا میں اثر ہو رہا تھا نہ اب دعا شفا تھی۔

جب اس کا فون مسلسل بجنا شروع ہوا تھا۔ بہت مشکل سے اسے فون ریسیو کیا تھا، مگر اگلی خبر سنتے فوراً بھاری سر کے ساتھ اٹھ بیٹھا تھا۔

"سر، مشی صاحبہ کو کچھ لوگ اغوا کر کے لے گئے ہیں، میں چھپی ہوئی تھی جب وہ برائیڈل روم سے نکلی تبھی کوئی انہیں پچھلی طرف بے ہوش کر کے لے گیا ہے، میں ان کا اپنی بانٹیک سے پیچھا کر رہی ہوں، مگر زیادہ دیر نہیں کر پاؤں گی، میں خود کو خطرے میں نہیں ڈال سکتی"

اور پھر نواب زادہ سفیان کو کوئی ہوش نہ رہا تھا وہ فوراً چابیاں اور گن اٹھاتے باہر بھاگا تھا، اس لڑکی کو اس نے مٹی کی چھپ کر تصویریں لینے پر ہائر کیا تھا، ان فنکشنز پر اور اینٹری کارڈ بھی دیا تھا، مگر انکار کے بعد سے ہوش ہی کہاں تھا، اسے منع کرنے کا کہ اب وہ ایسی کسی بھی چیز کا حق نہیں رکھتا تھا، وہ چاہتا تھا بعد میں جب وہ اس کے نکاح میں آجائے اسے سرپرائز کرے، کیا کیا نہ سوچ رکھا تھا اس نے اور نہ جانے کب سے، مگر قسمت تو رخ ہی پلٹ گی تھی۔ وہ لڑکی اپنا کام کر رہی تھی۔ جب یہ سب ہو گیا، وہ خود پریشان اسے بتانے لگی، کیونکہ ضروری تھا۔

سفیان پاگلوں کی طرح گاڑی بھگاتا اس لڑکی تک پہنچ گیا تھا، جس نے گاڑی کا نمبر بتایا تھا، اور ریش ڈرائیو کرتے مین روڈ پر جلد ہی اسے وہ گاڑی نظر آئی تھی۔ یہ سب ایک گھنٹے کا کھیل تھا، اسے کسی کو کچھ بھی بتانے کا ہوش ہی کہاں رہا تھا۔ بس نظر اس گاڑی پر تھی، مگر وہ کوئی رسک نہیں لے سکتا تھا، جب سنسان رستوں پر چلتی وہ ایک بہت بڑے فارم ہاؤس پر رکی تھی، وہ بھی بہت فاصلے پر تھا تاکہ ان کی نظر نہ پڑے، اور چونکہ وہ پرسنل گارڈز تھے پرو فیشنل نہیں انہوں نے بھی زیادہ غور نہ کیا کہ کوئی پیچھا بھی کر سکتا ہے۔

وہ موقع ڈھونڈنے اس فارم ہاؤس کی پچھلی طرف سے درختوں سے ہوتے اندر داخل ہوا تھا، اس کا پورا وجود بخار کی شدت سے جل رہا تھا، اور آنکھوں میں جلن تھی، جسم درد سے ٹوٹ رہا تھا مگر وہ

اپنی تکلیف کی پروا نہ کرتے بس مشی کے لیے فکر مند تھا، کہ کوئی اسے نقصان نہ پہنچ جائے۔ اسے ابھی ڈھونڈنا تھا، نہ جانے اتنے بڑے فارم ہاؤس میں اسے کہاں لی جایا گیا ہو۔

وہ احتیاط سے کتنا وقت ہر جگہ اسے ڈھونڈتا پھرتا رہا تھا۔ جب گارڈز کی آواز پر اسے معلوم ہوا کہ وہ لوگ اسے تہ خانے میں رکھے ہوئے ہیں، وہ اکیلا تھا، اسے سوچ سمجھ کر ہر قدم اٹھانا تھا، جب اس نے ایک کمرے سے نکلتی ایک ماڈرن لڑکی کو دیکھا تو حیرت زدہ ہوا، وہ جو سمجھ رہا تھا کہ یہ سب شاید اس کے والد نے کروایا ہو، اسے دیکھ پریشان ہو جب اس کی فون پر بات چیت سنتے اسے ساری بات سمجھ آئی،

چلو یہ شکر تھا، وہ مشی کو فحال کوئی نقصان نہیں پہنچانے والے تھے، اسے اب کسی بھی طرح اسے یہاں سے نکالنا تھا۔

اسے رافع سے مدد کا خیال آیا تھا، مگر پھر جیبیں ٹٹولنے پر یاد آیا کہ وہ جلدی میں فون وہی بیڈ پر رکھ آیا تھا۔

"اففففف"، اسے اپنی غلطی کا شدت سے احساس ہوا تھا جبھی وہاں ہالچل شروع ہوئی، وہ پھر سے ان سب کی طرف متوجہ ہوا تھا، وہاں موجود ایک بڑی سی الماری کے پیچھے کھڑا تھا، جو ان لوگوں کے بالکل مخالف تھی، کوئی اس طرف متوجہ نہ ہوتا۔ اسے بس سامنے کمرے میں جانا تھا جہاں سے وہ لڑکی آئی تھی، اور پھر واپس اندر چلی گئی تھی۔

اسے جیسے ہی ہوش آیا خود کو بندھا محسوس کیا وہ ہاتھ پیر ہلانہ پار ہی تھی۔ کتنی دیر غائب دماغی سے بیٹھی رہی تھی۔ مگر جب دماغ حواسوں میں لوٹا تو آنکھیں پھاڑے ادھر ادھر دیکھا، وہ کہاں تھی، کیوں تھی۔

جب سامنے دیکھا کہ کرسی پر بلیک ٹائٹس اور بلیک فٹ شرٹ کے اوپر بلیک جینز جیکٹ پہنے ایک خوبصورت لڑکی جو اسے ہی عجیب نظروں سے دیکھ رہی تھی، اس کے ہوش میں آنے پر وہ استہزایہ مسکرائی۔

"آ۔ آپ کون؟"

"تمہیں دیکھ کر لگتا ہے کہ تمہاری بہن بھی ایسے ہی حسین ہوگی، کافی بڑا ہاتھ مارا ہے اس نے، ویسے تو میرے سامنے اس دن نقاب کر کے ٹھہری تھی، خود کو بڑی پاکیزہ بناتی ہے، پھر یا اور ولی کو کیسے پھنسا لیا، یقیننا اسے اپنا خوبصورت چہرہ دیکھا دیا ہوگا،" وہ چڑانے والے ہتک آمیز انداز میں بولی تھی۔

"شٹ اپ، خبردار جو میری آپنی کے بارے میں غلط بات کی تم نے" وہ جو پہلے اس کی باتیں سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی، اسے حیات کے خلاف ایسی باتیں کرتے دیکھ بھڑکی تھی۔

"چٹاخ" تشیبہ نے اٹھتے سے ایک زوردار تھپڑ دے مارا تھا اور اس کا منہ دبوچ لیا تھا۔

"تمہاری اتنی اوقات نہیں ہے لڑکی کہ مجھ سے ایسے بات کرو، سمجھی" اور ساتھ ایک اور تھپڑ بھی دے مارا تھا،

"اب مجھے کسی بات پر منع نہ کرنا اور نہ شور کرنا اور نہ حشر کر دوں گی تمہارا، اچھے بچوں کی طرح بیٹھی رہو، آئی سمجھ کہ نہیں"

مشی نے ڈرتے اثبات میں سر ہلایا تھا، اس کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے تھے، اسے کبھی ایسی صورت حال کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا، اسے بے ساختہ بچپن کا اپنا وہ تھپڑ یاد آیا تھا، اس کا خوف مزید بڑھا تھا، وہ بری طرح سے ہچکیوں سے روتی خوف زدہ سی اسے دیکھ رہی تھی، جواب اس کے بالوں کو ہاتھ میں لیے عجیب نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"آپ کون ہو، پلیز مجھے جانے دو، سوری۔۔۔۔۔" وہ سسکتی اسے دیکھ کر کہہ رہی تھی۔

"میں عینہ کی ماں ہوں، اصلی نہ کہ تمہاری بہن کی طرح، اور تمہیں ایسے نہیں چھوڑوں گی جب

تک اپنی بات نہ منوالوں، اور سوچ رہی ہوں، میری بات کا تمہارے گھر والوں پر تھوڑا اثر ہو

جائے اس کا ذرا ڈیو نہیں دے دوں، کیا کہتی ہو؟" وہ اب مسکراتے اسے دیکھ کر بولی تھی اور مشی

کو وہ کہیں سے بھی نارمل نہیں لگی تھی، اس کی نظریں اسے خطرے کا الارم دے رہی تھیں۔

"کیا منوانا ہے آپ کو؟" وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے جھجھکتے پوچھ رہی تھی۔

"گڈ کویسچن تمہیں اب اتنا تو بتانا بنتا ہے، تمہارے ساتھ جو ہوا کیوں ہو اوجہ تو پتا ہونی چاہیے، میں نے ان سے کہا ہے، یا تو وہ عینہ کو مجھے دیں تمہارے بدلے، یا یا اور طلاق دے تمہاری بہن کو" وہ اسے اب بچوں کی طرح پچکارتے ہوئے بول رہی تھی جب اس کا رونا بڑھ گیا تھا اور وہ میز پر سے قینچی اٹھا کر لے آئی تھی۔

"اور اگر وہ ایسا نہ کریں تو آپ کیا کرو گی" وہ خوف زدہ سی اسے اور اس کے ہاتھ میں لی قینچی کو دیکھتے بولی تھی،

جس پر وہ قہقہہ لگا کر ہنس دی۔

"تو مطلب انہیں پھر تمہاری کوئی فکر نہیں لٹل گرل، پھر میں تمہیں ان جیسے لوگوں سے آزاد کر دوں گی جنہیں تمہاری ضرورت ہی نہیں۔ وہ اس کی ایک لٹ کاٹ چکی تھی، مشی کی آنکھیں پھیلی تھی اس کی اس حرکت پر ہچکیوں میں اضافہ ہوا تھا۔ مگر وہ اسے منع نہیں کر پارہی تھی۔

"مطلب چھوڑ دو گی؟"

"نہیں جان سے مار دوں گی" وہ آرام سے کہتی ایک اور لٹ کاٹ چکی تھی۔ اور مشی پر وحشت طاری ہوئی تھی، وہ لب بھینچے، آنکھیں مینچیں بیٹھ گی تھی اللہ سے مدد مانگنے،

"ہائے کیا میں ایسے مر جاؤں گی" سوچتے اسے سب یاد آئے تھے، اور آنسوؤں کی رفتار میں اضافہ ہوا تھا۔

اس سے پہلے وہ اس کے مزید بال کاٹتی، ایک گارڈ جلدی سے کمرے میں داخل ہوا تھا۔

"میم یا رولی آئے ہیں ان کے ساتھ نواب زادہ رافع سکندر اور کچھ گارڈز بھی ہیں وہ ملنا چاہتے ہیں آپ سے"

یہ سننا تھا کہ وہ حیران ہوئی تھی، اور ساتھ ساتھ غصہ بھی آیا تھا کہ وہ اتنی جلدی اس تک پہنچ کیسے گئے، مگر گیم ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھی، اور ایسا بس اسے لگتا تھا۔
وہ دو گارڈز کو اندر مٹھی کو گن پوائنٹ پر رکھنے کا کہتی باہر نکلی تھی۔

تشبیہ علی استہزایہ ہنستی مغرور چال چلتی ان دونوں کے سامنے آئی تھی، جو بے زار چہرے کے ساتھ لاؤنج کے صوفوں پر ٹانگ پہ ٹانگ رکھ کر بیٹھے تھے، نواب زادہ رافع سکندر اپنے اسی لباس میں ملبوس تھا، جبکہ یا رولی شہرٹ اور سیاہ پینٹ میں، شہرٹ کے دونوں بازو کہنیوں تک موڑے ہوئے تھا۔ اسے ان کا اتنا پرسکون انداز کھٹکا تھا مگر اس نے ظاہر نہ کیا، اور انہیں چھبستی نظروں سے دیکھتی سامنے آ بیٹھی تھی۔

"بہت جلدی پہنچ گئے یہاں تک، تو فیصلہ بھی کر لیا ہوگا" وہ انہیں کی طرح ٹانگ پر ٹانگ رکھتے بولی تھی۔

"نہیں ہم تمہیں اتنا بے وقوف نہیں سمجھ رہے تھے اس لیے اتنا لیٹ ہو گئے، اگر پہلے پتا ہوتا یہ تم ہو تو ہم ڈیڑھ گھنٹے کی بجائے آدھے گھنٹے میں یہاں ہوتے اور مشی بھی ہمارے پاس ہوتی"

رافع نے جس طرح مذاق اڑاتے ہوئے اس سے یہ کہا تھا، اس کا چہرہ دھواں دھواں ہوا تھا۔
"زبان سنبھال کر نواب زادہ صاحب" وہ ضبط کرتے آنکھوں میں چنگاریاں لیے چبا چبا کر بولی تھی۔

"ہم چھوڑ دیں گے تمہیں مشی کو ہمارے حوالے کر دو صحیح سلامت۔۔۔" اس کی بات کا اثر نہ لیتے رافع نے اپنی ہی کہی تھی۔

جبکہ وہ اسے اگنور کرتی یاور کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔ جو اسے بے زار نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"تم بتاؤ، کیا کرنا چاہتے ہو؟"

یاور سیدھا ہو کر بیٹھا تھا،

"حیات کو میں کسی صورت نہیں چھوڑوگا۔ مشی کو تم اگر نقصان پہنچاؤ گی، تو پھر یہ تمہاری خام خیالی ہے کہ تم خود بچ جاؤ گی، میرا سکون ختم ہوگا تو تمہاری زندگی بھی میں عذاب بنا دوں گا، اور رہی بات عینہ کی تو سوچنا بھی مت،

یہ سب تم صرف ضد میں کر رہی ہو، تم خود بھی جانتی ہو کہ تم ایک اچھی ماں کبھی نہیں بن سکتی، اس لیے اپنی بے وقوفیاں بند کرو"

وہ اسے سمجھانے والے انداز میں بول رہا تھا۔

"مطلب تم میری کوئی بات نہیں مانو گے" وہ وہی آڑی تھی۔"

کوئی اتنا بے وقوف کیسے ہو سکتا ہے، رافع نے بے ساختہ سوچا تھا، اس کا منہ بن گیا تھا۔

"جبکہ یاور نے ایک سرد گھوری اس پر ڈالی تھی۔"

وہ لڑکی جیسے ہی باہر نکل کر گئی تھی ایک گارڈ باہر کمرے کے ہی کھڑا تھا، دو اندر تھے، کیونکہ کل

سات گارڈز تھے، دو اس کے ساتھ ہی باہر گئے تھے جبکہ دو کو وہ باہر ہی دیکھ کر آیا

تھا، ان کے آنے جانے سے وہ ان کی تعداد کا اندازہ لگا چکا تھا۔

اسے اب کسی بھی طرح اندر پہنچنا تھا۔

گارڈ نے جیسے ہی ٹہلتے ہوئے رخ اس کی طرف سے موڑا تھا، وہ فوراً نکل کر اس کے سر پر گن زور سے مار کر اس کو بے ہوش کر گیا تھا، اور اسے گھسیٹتے ساتھ روم میں جا کر بند کر دیا تھا اس کے ہاتھ پاؤں اور منہ باندھنے میں اسے دس منٹ لگے تھے، جبکہ یہ کام اس نے وہاں کھڑکی پر موجود پردے کو پھاڑ کر کیا تھا۔

پھر دھیان سے باہر دیکھتے وہ اس روم کی طرف بڑھا تھا اس کا دروازہ تھوڑا سا کھولتے اس نے اندر جھانکا تھا، مگر وہ حیران ہوتا اندر آیا تھا اور دروازہ لاک کیا تھا، کہ وہ زبردست قسم کا سٹڈی روم تھا، وہاں کوئی موجود نہیں تھا،

اسے سمجھنے میں دیر نہ لگی تھی، وہاں موجود اکلوتی دیوار گیر الماری کے پیچھے آگے کا راستہ تھا۔ وہ فوراً وہاں دیوار کے ساتھ رکھے صوفے کے پیچھے چھپا تھا، کیونکہ الماری کے کھسنے کی آواز آئی تھی، کوئی آ رہا تھا۔

گن پر گرفت مضبوط کیے وہ آنے والوں کو دیکھ رہا تھا۔

دونوں گارڈز ہی باہر آگئے تھے۔ اور آپس میں بات کر رہے تھے۔

"یار اس بددماغ لڑکی نے کہاں پھنسا دیا ہے، وہ لوگ بہت طاقتور ہیں، جو فوراً یہاں تک پہنچ گئے

ہیں۔ یہ ہمیں مروا کر رہے گی۔" وہ منہ پہ ہاتھ پھیرتے پریشان سے بول رہے تھے۔

"میں ابھی بھی کہہ رہا ہوں اس کے باپ کو بتا دیتے ہیں وہ سنبھال لیں گے، اس سے پہلے مزید گڑ

بڑھو"

"ہاں اور تجھے لگتا ہے اس کے بعد یہ نوکری رہے گی، اس کا باپ اسے کچھ نہیں کہے گا، یہ ہم سب

کو دفع کر دے گی"

"صحیح ہے پھر مرنے کی تیاری کرو" ان میں سے ایک کہتا باہر کی طرف گیا تھا۔

"یار باہر کسی کو نہیں ٹھہرایا ہے کیا، میں باہر ہوں، تو اندر جا لڑکی نے رورو کر سر میں درد کر دیا

ہے"

"ٹھیک میں واشروم جا رہا ہوں، پھر اندر چلا جاؤں گا تو باہر رک"

اور مٹھی کے رونے کا سنتے سفیان کا دل کسی نے مٹھیوں میں جکڑا تھا۔

ان میں سے ایک نے باہر سے دروازہ بند کر دیا تھا جبکہ دوسرا اسٹڈی روم سے ماحقہ واشروم میں چلا

گیا تھا۔

یہی موقع تھا، اس نے دل سے شکر کیا تھا کہ اللہ نے اس کے لیے آسانی پیدا کر دی تھی۔

وہ جیسے اندر داخل ہوا تھا، فوراً سے دوسری طرف سے الماری نہیں بلکہ سیف ڈور کو دیکھتے اس نے

اسے لاک کیا تھا۔

اور اپنی تسلی کے بعد بے چینی سے پیچھے مڑا تھا۔ اگے ایک چھوٹی راہ داری کے بعد مڑنے پر اسے وہ ہچکیوں سے روتی ہوئی کرسی سے بندھی نظر آئی تھی۔

بخار سے تپتے سرخ چہرے کے ساتھ ماتھے پہ بال بکھرے تھے، لوزٹراؤزر شرٹ پہنے وہ تیز تیز قدم اٹھا رہا تھا۔

اس کی نظر جیسے ہی پڑی وہ دوڑتے اس تک پہنچا تھا۔

مشئی کا اسے اچانک سامنے دیکھ رونے میں اضافہ ہوا تھا۔

"نی نی".....

"مشئی بس کریں رونا ہم آگئے ہیں، کچھ نہیں ہو گا" وہ اس کے آنسو پونچھتے ساتھ

ساتھ زمین پر دو زانوں بیٹھے اس کے ہاتھ پیر بھی جلدی جلدی کھول رہا تھا

۔ جیسے ہی اسے کھولا تھا وہ بھی زمین پر اس کے برابر بیٹھتے اس کے سینے سے لگے

اسکی گردن کے گرد بازو باندھے فرست سے آنسو بہانہ بیٹھ گئی تھی۔

"مشئی بس کریں کچھ نہیں ہوا ہمیں نکلنا ہے یہاں سے، بہادر بنیں، وہ اسے پچکارتے ہوئے اس

کے بال سہلاتے اسے تسلی دے رہا تھا۔ "جب نظر زمین پر گرے بالوں پر گی تھی، تب تک مشئی

اس سے الگ ہو چکی تھی۔

وہ اب اس کے بال ہاتھوں سے چھوتے پریشانی اور غصے کی ملی جلی کیفیت سے دیکھنے لگا تھا، اور وہ ابھی بھی اس کے سینے پر ایک ہاتھ رکھے اسے دیکھ رہی تھی۔

"اس نے آپ کے بال کاٹے ہیں؟"

"فی فی تمہیں تو بہت زیادہ بخار ہے؟"

دونوں نے بے ساختہ کہا تھا اور ایک دوسرے کی بات سمجھتے اب ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔ دونوں خاموش تھے۔

اور کتنی ہی دیر دیکھتے ہی رہے تھے۔ جب سیف ڈور پر کسی کی زور آزمائی کی آوازیں آنے لگی تھی۔ دونوں چونکے تھے، مشی نے ڈر کر اس کا بازو دبوچا تھا، انہیں نکلنا تھا مگر کیسے۔۔۔۔

پلان کے مطابق رافع اور یاور نے انہیں باتوں میں لگانا تھا، جبکہ ذویا اور سالار نے وہاں موجود لوگوں کی تعداد کا پتہ لگانے کے ساتھ مشی اور سفیان کو بھی ڈھونڈنا تھا۔

اور اس کی ہر طرف سے تلاشی کے لیے ذویا اور سالار بھی گارڈز کے ساتھ الگ الگ ہو چکے تھے۔

جب سالار نے ایک گارڈ کو ہڑ بڑی میں ایک طرف بھاگتے دیکھا تھا۔ وہ بھی چھپتے چھپاتے اس کو نولو کرنے لگا تھا۔ جب مختلف عجیب راستوں سے ہوتے وہ بڑھ رہا تھا سالار کو یقین ہوا تھا کہ

انہوں نے مشی کو ایسی ہی کسی جگہ چھپایا ہوگا، وہ مزید قدم پھونک پھونک کر رکھنے لگا تھا اسے بس مشی تک پہنچنا تھا کسی بھی حال میں۔۔۔۔۔

گارڈ جیسے ہی واشروم سے نکل کر الماری کی طرف گیا تھا، اور اس کے کھولنے پر بھی اسے کھلتا نہ دیکھا تھا، تو سمجھ گیا تھا کہ اسے اندر سے لاک کر دیا گیا ہے، مگر کس نے کیا تھا، وہ لڑکی تو بندھی ہوئی تھی۔ تبھی اس نے باہر والے گارڈ کو بھی بلایا تھا، اور ہر طرح سے الماری کو نہ کھلتے دیکھ اپنے سینئر کو صورتحال بتائی تھی۔

جو نیچے تشبیہ کے ساتھ موجود تھا، وہ فوراً وہاں سے صورتحال سنبھالنے کے لیے اندر کی طرف لپکا تھا، اس کا ارادہ دوسرے راستے جانے کا تھا جو انہوں نے بند کر رکھا تھا، مگر اب اس کی ضرورت پڑ گئی تھی، جب یاور نے اسے دیکھ لیا تھا، اور اب سالار اس کا پیچھا کر رہا تھا، وراور وہ گن اٹھائے بغیر کچھ سوچے بس آگے بڑھتا جا رہا تھا، وہ اس لڑکی کو کسی بھی حال میں چھوڑنے پر اکتفا نہیں کر سکتے تھے، ورنہ سب خراب ہو جاتا ان کی نوکریاں تو جاتی ساتھ جیل بھی ہوتی جبکہ پلان کی کامیابی پر وہ بچ سکتے تھے۔

"چاہتی کیا ہو آخر؟" یاور نے زچ ہونے والے انداز میں دانت پیستے کہا تھا۔

"تمہاری بربادی، بس نہ اس سے زیادہ نہ اس سے کم، عینہ کو بھی اپنے پاس رکھو، بس اس لڑکی کو طلاق دو، پھر چاہے جتنا شادیاں کرتے رہنا میں کبھی پریشان نہیں کروں گی، مجھے سکون آجائے گا" اب کی بار وہ مذاق اڑانے والے انداز میں بولی تھی۔

"اس سے پہلے میں تمہیں نہ مار دوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں صرف کہتا نہیں تھا، آج خود ہی دیکھ لو۔ تم ہو ہی نفسیاتی مریض جسے خود پتا نہیں اسے کیا چاہیے، تمہیں کبھی بھی سکون نہیں مل سکتا تشبیہ علی تمہاری قسمت میں سکون نام کی چیز ہے ہی نہیں، چاہے کچھ بھی کر لو" یاورولی کی بس ہوئی تھی اور وہ کھڑے ہوتے اسے اس کی حقیقت بتا گیا تھا، یہ کھیل اب جلدی ختم کرنا تھا، کیونکہ وہ وہاں موجود اس کے چار گارڈز میں سے ایک کو فون پر کچھ سنتے پھر ہڑ بڑی میں وہاں سے نکلتے دیکھ چکا تھا۔

جبکہ تشبیہ کا چہرہ ابانت سے سرخ ہوا تھا۔

"او کے مان لیا، مجھے سکون واقعی نہیں ملانے والا میں اپنے ہاتھوں سب خراب کر چکی ہوں، مگر یہ سب بھی تمہاری وجہ سے ہوا ہے میں تمہیں ہی مار دیتی ہوں، سارے فساد کی جڑ ہی ختم ہو جائے گی۔" وہ اٹھ کر چلاتے ہوئے اس پر اپنے بیگ سے گن نکالتے تان چکی تھی۔

یاور نے مسکراتے اببر واچکاتے اسے دیکھا تھا۔

"سیر یسلی، دی تشبیہ علی کو پچھتاوا ہو رہا ہے؟" وہ منظور ہوتے بولا تھا۔

جبکہ اس کے یوں یاور پر گن تان لینے پر وہاں موجود یاور اور رافع کے گارڈز نے بھی ان گارڈز پر گن تانی تھی۔

گارڈز ایک دوسرے پر گن تانے کھڑے تھے جبکہ تشبیہ کی انکھیں نفرت چھلکار ہی تھی، وہ ٹرگر پر انگلی رکھ چکی تھی۔۔۔۔۔

جبھی یاور اور رافع کے گارڈز جو تعداد میں چھ تھے، تشبیہ کے گارڈز پر جھپٹ کر انہیں دبوچ چکے تھے، وہ وہاں اکیلی گن تھامے کھڑی تھی، مگر آنکھوں میں نفرت اور جنون اسے ہارنے نہ دے رہا تھا۔

"مادد اس لڑکی کو" اس نے اپنے ایئر پوڈز کا بلوٹو تھان کرتے اپنے گارڈز کو حکم دیا تھا، ان کے فون پہلے سے کنیکٹڈ تھے۔ اور استہزایہ مسکرائی تھی۔

"اب تمہاری باری ہنی، تم سے اس لڑکی کو نہیں چھین سکتی، اس لڑکی سے تمہیں تو چھین سکتی ہوں نہ" کہتے ساتھ وہ ٹرگر دبا چکی تھی۔

سفیان اسے خود میں چھپائے کھڑا تھا جب پیچھے سے آتی آواز پر پلٹا وہاں موجود یاور ہی دروازہ بن چکی تھی، اور وہ گارڈ ہاتھ میں گن تھامے اس پر تانے کھڑا تھا۔

"لڑکی کو میرے حوالے کر دو ورنہ جان سے جاؤ گے"

سفیان نے بھی اپنی گن اس ہر تانی تھی اور مشی کو اپنے پیچھے چھپایا تھا۔

جبھی اس گارڈ پر پیچھے سے حملہ کرتے کسی نے اسے بے ہوش کر دیا تھا۔

سالار کو دیکھتے سفیان نے گن نیچے کی تھی، جبھی سیف ڈور کو توڑنے کی آوازیں آنا شروع ہوئی تھی وہ تقریباً توڑ چکے تھے۔

"چلو جلدی" سالار نے انہیں ساتھ آنے کا کہا تھا، تو سفیان بھی مشی کو آگے کرتا اسی جانب سالار کے پیچھے چل پڑا تھا۔

وہ لوگ جلدی جلدی جا رہے تھے، مشی ان کے درمیان میں تھی، جب دونوں گارڈز بھی اندر آ چکے تھے اور انہوں نے فائر کیا تھا۔

گولی سفیان کے کندھے پر لگی تھی، وہ فوراً مڑتے مشی کے آگے آتے ان پر گولیاں چلا گیا تھا، ایک گولی اس کے بازو پر بھی لگ گئی تھی،

مشی چیختے اس پیچھے سے تھام گئی تھی، سالار بھی متوجہ ہوا تھا۔

"فی فی۔۔۔۔۔ نو پلیز۔۔۔۔۔ بچائیں انہیں، خون۔۔۔۔۔" وہ چیخ رہی تھی۔

اور بس وہ پھر بے ہوش ہو گئی تھی۔ سالار اس سچویشن میں سٹ پٹا گیا تھا، سفیان بھی نیم بے ہوش ہو کر گر چکا تھا ان کے گارڈز بھی پہنچ گئے تھے، انہوں نے سفیان کو اٹھایا تھا، اور سالار نے مشی کو سنبھالا تھا۔۔۔۔

تشیبہ علی کے ٹرگد باتے ہی، ایک گولی اس کے ہاتھ پر لگی تھی جس سے گن تو گر گئی تھی، مگر گولی چل گئی تھی اور یاور ولی نے ایک طرف ہو کے خود کو سینے پر لگنے والی گولی سے بچایا تھا، مگر وہ دوبارہ گن لینے کے لیے بڑھی تھی، جسے رافع نے اس سے پہلے اٹھالیا تھا،

"گن واپس کرو میری" وہ پاگلوں کی طرح چیختی اس کی طرف بڑھی تھی، جب ایک تھپڑ سے پیچھے صوفے پر گری تھی۔

آنکھوں میں غضب لیے ایک ہاتھ تھپڑ والے گال پر رکھے، اس نے مڑ کر تھپڑ مارنے والے کو دیکھا تھا، اور اس کو دیکھ کر پھر سے اس کے مقابل اٹھ کر کھڑے ہونے پر ذویانے ایک اور تھپڑ اسے مارا تھا، کہ اب کی بار وہ اٹھی نہ تھی۔

"تمہاری جرت کیسے ہوئی مجھ پر ہاتھ اٹھانے کی، جانتی بھی ہو اس کا کیا انجام ہوگا"

وہ آنکھوں میں سرخی لیے، ذویا پر چیختی تھی۔

"نہیں، کیونکہ میں زویا شاہ ہوں، ذویا شاہ۔۔۔۔۔"

اور مجھے انجام کی فکر نہیں فلحال تم اپنا سوچو" کہتے ساتھ وہ اسے ایک اور تھپڑ مار چکی تھی۔

"پہلے دو ہمیں خوار کرنے اور میرا ولیمہ خراب کرنے کے لیے تھے، یہ میرے شوہر کے سامنے

بد تمیزی کرنے کا تھا، مزید تھپڑ نہیں کھانے تو منہ بند کر کے چپ چاپ بیٹھی رہو، مزید ڈرامے

کرنے کی ضرورت نہیں ہے"

رافع نے اس کے تیسرے تھپڑ والی بات پر مسکراہٹ دبائی تھی، وہ ابھی سختی سے تشیبہ کو جھڑک ہی رہی تھی، جب اوپر سے گولیاں چلنے کی آواز آئی تھی۔

اور تشیبہ کے چہرے پر جیت جانے کے جنون کا سایہ لہرایا تھا۔ وہ انہیں دیکھ کر استہزایہ مسکرائی

تھی۔ اور فوراً بازو میں چھپائے چھوٹے سے چاقو سے اس پر حملہ کرنا چاہا تھا، جب کے زویا جس کی

توجہ ابھی اوپر سے آتی گولیوں کی آوازوں پر تھی، اسے حملہ کرنے کا موقع دے گی تھی، مگر اس

کے حملہ کرنے سے پہلے ہی رافع نے اسے اپنی طرف کھینچا تھا، اور یاور نے اس کی ٹانگ پر گولی

ماری تھی۔ پھر وہ مزید نہ رک سکے تھے،

اسے اپنے گارڈز کے حوالے کرتے وہ تینوں اوپر بھاگے تھے۔

جب سامنے سے مشی کو اٹھائے حواس باختہ سالار کو دیکھا تھا، اور اس کے پیچھے دو

گارڈز نے سفیان کو اٹھایا ہوا تھا۔

"کیا ہوا ہے؟" یاور نے پوچھا تھا۔

"مشی بے ہوش ہو گئی ہے اور" ابھی سالار کی بات پوری نہیں ہوئی تھی جب رافع سفیان کے

خون آلود کپڑے دیکھ اس کی طرف لپکا تھا۔

"سفی میرے شیر، آنکھیں کھولو یار، یہ کیسے ہوا" وہ گارڈز پر دھاڑا تھا۔

"سرا نہیں گولیاں لگی ہیں"

"تو آرام سے کیوں بتا رہے ہو، جلدی چلو لے کر۔۔۔۔۔ ہمیں اسپتال جانا ہے جلدی کرو،"

وہ چیخ رہا تھا۔۔۔۔۔

اور وہ سب ہسپتال بھاگے تھے۔

ہسپتال میں نواب زادہ رافع سکندر کو دیکھتے ایک ہنگامہ کھڑا ہوا تھا، مشی اور سفیان کو ایڈمٹ کر دیا

گیا تھا۔

یاور ولی حیات اور امجد صاحب کو بھی وہی لے آیا تھا۔

رافع سر پکڑے سفیان کے روم کے باہر کھڑا تھا۔ جبکہ باقی سب بھی وہی تھے، کیونکہ مشی بھی ساتھ والے روم میں موجود تھی۔

مشی کے روم سے ڈاکٹر جیسے ہی باہر آئے تھے۔ سالار، یاور اور امجد صاحب ان کی طرف متوجہ ہوئے تھے، رافع بھی انہیں دیکھنے لگا تھا۔

"میری بیٹی کیسی ہے اب؟"

"وہ ٹھیک ہیں اب ان کو کوئی صدمہ پہنچا ہے جس کی وجہ سے وہ بے ہوش ہو گئی ہیں، انہیں ابھی ابزرویشن میں رکھنا پڑے گا، وہ ابھی بھی پینک کر سکتی ہیں، انہیں مزید کسی بھی ٹینشن سے دور رکھنا ہے۔"

ڈاکٹر پروفیشنل طریقے سے کہتا جا چکا تھا۔ سب باہر ہی بیٹھے تھے، جب سالار کو امجد صاحب نے مخاطب کیا تھا۔

"کیا ہوا تھا؟"

"پہلے تو وہ ٹھیک تھی، ہم باہر نکل رہے تھے، جب گارڈ نے اچانک ہی گولیاں چلا دی، حالانکہ وہ پہلے حملہ نہیں کر رہے تھے۔ پھر جب سفیان کو گولی لگی تھی تب بے ہوش ہوئی تھی، حالانکہ ایسا پہلے بھی ہو چکا ہے، وہ دیکھ چکی ہے، گولیوں کا چلنا بھی اور زخمی لوگ بھی"

اس کی نظروں کے سامنے اس دن مٹی کے سامنے ہی سفیان کا ان لڑکوں کو گولیاں مارنا یاد آیا تھا، تب تو مٹی نے ایسا کوئی سیریس ری ایکشن نہیں دیا تھا، پھر اب کیوں وہ خود پریشان تھا۔

"کیونکہ اس سے صرف سفیان کا خون دیکھنا برداشت نہیں ہوتا، وہ بچپن میں پہلے بھی اس کی چوٹ دیکھ بے ہوش ہو چکی ہے، اور ان گارڈز نے تشبیہ کے آرڈر فولو کرتے ہوئے مٹی کو اٹیک کرنا تھا، مگر سفیان اگے آگیا ہوگا" وہ بے تاثر چہرے کے ساتھ کہتا دوبارہ رخ موڑے سفیان کے کمرے کے پاس کھڑا ہو گیا تھا، جبکہ اس کی بات کرنے کے طریقے پر سالار نے چونک کر اسے پھر سر جھکا کر اپنے ہاتھوں کو دیکھتے امجد صاحب کو دیکھا تھا۔ اور پھر کچھ سوچ کر زویا کو جو حیات کے ساتھ بیٹھی تھی اور خاموشی سے رافع کی پشت کو ہی دیکھ رہی تھی۔

وہ اٹھ کر باہر چلا گیا تھا۔

یاور نے ایک نظر سب کو دیکھا تھا، پھر باہر کو جانے لگا تھا۔ جب حیات نے اسے روکا تھا۔

"کہاں جا رہے ہیں؟"

"کچھ حساب باقی ہے، وہی پورا کرنے جا رہا ہوں، آجاؤں گا" بس اتنا کہہ کر بغیر اسے دیکھے وہ باہر چلا گیا تھا، اور حیات کے لئے یہ سمجھنا مشکل نہ تھا کہ وہ ناراض ہے، اور وجہ بھی وہ جانتی تھی، اور اب وہ صحیح پریشان ہوئی تھی، اپنے بندے کو منانا تھا،

وہ خاموشی سے ذویا کے ساتھ آ بیٹھی تھی جو خود پریشان سی سوچوں میں غرق تھی۔ ان سب کو اب سفیان کی پریشانی تھی،

جب مزید ایک گھنٹے بعد اس کے کمرے سے بھی ڈاکٹر نمودار ہو گئے تھے۔

رافع فوراً سیدھا ہوا تھا۔

"سفیان کیسا ہے" ماتھے پر فکروں کے بل ڈالے وہ پوچھ رہا تھا۔

"ہم نے گولیاں نکال دی ہیں، ان کی حالت ابھی مکمل سنبھلی نہیں ہے، مگر دعا کریں، وہ جلدی

ٹھیک ہو جائیں گے، انشاء اللہ۔"

ڈاکٹر انہیں تسلی دے کر جا چکے تھے۔ ذویا اس کے پاس آئی تھی، اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔

"سفیان ٹھیک ہو جائے گا رافع، انشاء اللہ، پریشان نہ ہوں"

اس نے رخ موڑ کر ذویا کو دیکھا تھا، اس کی سرخ آنکھیں دیکھ اس کے کندھے پر اپنے ہاتھ کا دباؤ مزید بڑھا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں ذویا" وہ بس تھکے لہجے میں اتنا ہی بول سکا تھا۔

"بیٹھ جائیں کچھ دیر کے لیے" وہ اسے بازو سے پکڑ کر چیئرز کی طرف آئی تھی، اور اسے بٹھا کر اس کے لیے، حیات اور امجد صاحب کے لیے کچھ کھانے پینے کا لانے کا سوچا تھا، اس کے لیے ذویانے سالار کو ڈھونڈا تھا، وہ کب سے نظر نہیں آ رہا تھا، جب وہ اٹھ کر باہر گئی تھی تو اسے گارڈن میں وہ بیچ پر بیٹھے نظر آ گیا۔
وہ چلتی اس کی طرف آئی تھی۔

"کیا ہوا یہاں کیوں بیٹھے ہو، مٹی ٹھیک ہو جائے گی، پریشان نہ ہو، وہ اس کا بے تاثر چہرہ دیکھتے ہوئے بول رہی تھی، اس کے چہرے سے کچھ بھی اخذ کرنا مشکل تھا۔ وہ۔ اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئی تھی۔

وہ خود سفیان کے لیے پریشان تھی۔ رافع کا اضطراب اسے تکلیف دے رہا تھا۔

"کیا مٹی سفیان کو پہلے سے جانتی تھی۔؟"

ذویا کو اس کی خاموشی کی وجہ سمجھ آئی تھی۔ اور وہ خاموشی سے اس کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

"کیا جاننا چاہ رہے ہو؟" وہ نارمل لہجے میں بولی تھی۔

"سب جو تم نے چھپا رکھا ہے مجھ سے۔۔۔۔۔"

وہ کھوجتی نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

ذویانے سرد سانس چھوڑی تھی اور سیدھی ہو کر بیٹھی تھی نظر سامنے گھومتے ہوئے کبوتروں پر تھی۔

"ہاں بچپن سے وہ ایک دوسرے کو جانتے ہیں" اور پھر وہ اسے سب بتا گی تھی جتنا کچھ بھی ابھی تک ہوا تھا۔

"مگر امجد انکل کو تم اس کے لیے بہتر لگے ہو، اور مٹی کی طرف سے ایسا کچھ نہیں ورنہ وہ امجد آنکل کو بتا دیتی، اس لیے تم یہ سب نہ سوچو، مجھے نہیں لگتا میرا بھائی اتنا کم ظرف یا چھوٹی سوچ کا مالک ہے، جو اس پر کسی حوالے سے یقین نہ کرے، یا آگے زندگی میں اس کے مطلق یہ حوالے یاد کر کے اپنی اور اس کی زندگی متاثر کرے، تم اسے ویسے ہی ٹریٹ کرو گے، جیسے یہ سب جاننے سے پہلے کرتے، کوئی فرق نہیں پڑنا چاہیے"

"تم اب بھی یہی کہہ رہی ہو، وہ سفیان کی تکلیف پر اب بھی تڑپ اٹھتی ہے، کیسے کہہ سکتی ہو، یہ سب اس کے لیے بچپن تک تھا" وہ ماتھے پر بل ڈالے پوچھ رہا تھا۔

"اگر ہے بھی تو، پھر تم کیا پیچھے ہٹ جاؤ گے" ذویانے اببر واچکاتے اس سے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا تھا۔

اور وہ اسے خاموشی سے دیکھتا رہا تھا، پھر کھڑا ہو کر اندر کی طرف بڑھنے لگا تھا۔

مطلب صاف تھا، وہ پیچھے نہیں ہٹنے والا، ذویانے سر جھٹکا تھا۔

اور پیچھے سے ہانک لگائی تھی۔

"او۔۔۔ بھائی کدھر۔۔۔؟"

"کدھر پہلے جا کر کسی اچھی جگہ سے جو س، کوفی، سینڈ و چز لے کر اوئے نکلے لڑکے تمہارے سسرال والے ادھر بھوکے پریشان بیٹھے ہیں کب سے، اور تمہیں کوئی ہوش نہیں اور کوفی گرم ہونی چاہیے میرے شوہر کو ابھی سخت ضرورت ہے اچھی کوفی کی، ہر بات بتانی پڑتی ہے، خود کو عقل نہیں" وہ بڑبڑاتی اندر چلی گئی تھی، جبکہ وہ دانت پیستے اس کا آرڈر پورا کرنے گیا تھا،

یاورولی اسی ہاسپٹل کے دوسرے کوریڈور کی طرف آیا تھا، جہاں پر تشبیہ کو بھی لایا گیا تھا، اسے آتے دیکھ علی احمد جو جانے مانے اعلیٰ عہدے پر فائز بیورو کریٹ ہونے کے ساتھ معروف بزنس مین بھی تھے، غصے سے اس کی طرف لپکے تھے۔

"تم نے میری بیٹی کو گولی کیسے ماری یاورولی، میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں،" وہ غصے کی شدت سے سرخ چہرہ لیے ہانپ رہے تھے۔

یاوران کے سامنے ایک فٹ کے فاصلے پر سامنے آکھڑا تھا۔

"آپ کی بیٹی کے کر توت ہی ایسے تھے، پہلے میری بیٹی اور اج کسی اور معصوم بیٹی کی زندگی سے وہ کھینے چلی تھی، وہ لوگوں کے قتل کرنے کے درپے ہے اور آپ مجھ سے باز پرس کر رہے ہیں۔"

یاور نے بھی غصہ ضبط کرتے جواب دیا تھا۔

"وہ سب اپنی بیٹی کے لیے کر رہی ہے"

"کسے بے وقوف بنا رہے ہیں آپ، جس کو خود کا بھی ہوش نہیں وہ بیٹی کا خیال کیا خاک رکھے گی، اسے خود علاج کی ضرورت ہے، اب میں آپ کا لہاظ بھی نہیں کروں گا، اسے اپنی اس حرکت کا جواب دینا ہوگا۔"

"میں اسے یہاں سے لے جاؤں گا" وہ اب لہجے کو نارمل کرتے بولے تھے، وہ خود بھی حقیقت سے واقف تھے اس بار جو تشبیہ کر چکی تھی، اسے سنبھالنا واقعی مشکل تھا۔

"نہیں پہلے یہ حربہ آپ آزما چکے ہیں اور میں اس کا خمیازہ بھگت چکا ہوں، اب کی بار یا تو میں اسے جیل بھیجوں گا یا پھر مینٹل ہو سپٹل"

یاور نے بات ہی ختم کر دی تھی، اور پینٹ کی پاکٹس میں ہاتھ پھنسائے ان کے ضبط کرتے چہرے کو دیکھا تھا۔

"یاور میرا ہی خیال کر لو" وہ اس کے والد کے دوست ہونے کا لہاظ کرنے کا کہہ رہے تھے۔

یاور ہنس دیا تھا۔

"آپ خود بتائیں اور کتنا لہاڑ کروں، اب تک وہی تو کرتا آیا ہوں، مگر اس بار بات بڑھ گئی ہے میں چاہ کر بھی یہ نہیں کر سکتا، وہ اپنی بیٹی کی خوشیوں کی دشمن بن گئی ہے، اب میرے اختیار میں کوئی رعایت نہیں ہے" وہ سپاٹ لہجے میں بول رہا تھا۔

"کیا چاہتے ہو؟" وہ ہار مان گئے تھے، یاور نے افسوس سے اس تھکے ہارے باپ کو دیکھا تھا، جس کی اولاد اس کی آزمائش بن گئی تھی، اسے بے ساختہ اپنے بابا اور ان کے دوستی کے دن یاد آگئے تھے، وہ کیا تھے، اور اب کیا ہوگئے تھے۔ ایک دنیا ان کے پیچھے تھی، مگر اب بھی سب ہونے کے باوجود بھی وہ کتنے بے بس نظر آ رہے تھے۔

"بس ان سپر زپر سائن کر دیں، کہ آپ لوگ کبھی عینہ کو واپس لینے کے لیے کوئی کاروائی نہیں کریں گے، اور یہاں سے چلے جائیں گے، تشیبہ کی، کی گئی تمام سازشیں بھی مانیں گے، جن پر اگر آپ نے اپنے کہے پر اختلاف کیا تو میں اس بنا پر سخت کاروائی کروں گا، یہ میری آخری رعایت ہے، صرف اپنی بیٹی کے لیے" وہ خاموش ہو گیا تھا، نہ چاہتے بھی وہ رعایت دے گیا تھا کیونکہ وہ خود ایک بیٹی کا باپ تھا۔

وہ ان کے لیے مزید مشکل نہ پیدا کر سکا تھا۔

علی صاحب ہلکا سا مسکرائے تھے، اور اس کا کندھا تھپکا تھا۔

"شکر یہ یاور، کم از کم میرے مرنے سے پہلے تو وہ یہاں نہیں ائے گی، میں کوشش کروں گا کہ اسے وہاں اتنا مصروف کر دوں کہ وہ یہاں کبھی نہ آسکے اگر آ بھی جائے تو اتنا سمجھ چکی ہو کی تمہاری فیملی کو نقصان نہ پہنچائے "

وہ اسے یقین دلا رہے تھے، انہوں نے پیپر ز بھی سائن کر دیے تھے۔ یاور بھی خاموشی سے پلٹ گیا تھا، اسے یقین تھا وہ ایسا ہی کریں گے۔

سفیان کو ہوش آ گیا تھا اور رافع کی جان میں جان آئی تھی مگر وہ اس سے طبیعت کے بارے میں پوچھنے کے علاوہ اسے اس کی ہیر و پیتی پر ڈانٹے جا رہا تھا۔ سب اس سے مل کر گئے تھے حیات بھی دیکھنے آئی تھی، مگر مشی نہ آئی تھی بس اور وہ مضطرب تھا بہت،

"جب پتا چل گیا تھا سنی تو ہمیں فون ہی کر دیتے، الٹا فون گھر بھول گئے کہ تمہاری لوکیشن بھی نہیں مل سکتی تھی، اتنا لا پروا کیسے ہو سکتے ہو تم " رافع اسے ابھی تک کو س رہا تھا، تھوڑی دیر کے وقفے وقفے سے۔

"بھائی مشی نہیں آئی، وہ ٹھیک تو ہے نہ " اور رافع نے اس کی شکل دیکھ دانت پیسے تھے، جو اس کی بات کو انور کیے ہوئے تھا۔

"ٹھیک ہے، یہی تھی، گھر گئی ہے ابھی آجائے گی تو مل لینا" وہ صاف جھوٹ بول گیا تھا، جانتا جو

کہ اگر حقیقت بتائے گا، تو وہ گرتا پڑتا ہی سہی پر اس کو دیکھنے پہنچ جائے گا۔

"سفیان مطمئن ہوا تھا اور اب رافع کو دیکھا تھا، جیسے کہہ رہا ہو، پھر سے شروع ہو جائیں۔ اور رافع

کو وہ اس وقت مسکراتا زہر لگا تھا۔

ادھر حیات اور امجد صاحب مٹی کے روم میں ہی موجود تھے، جب نیند میں ہی اس نے شور مچانا

شروع کر دیا تھا، وہ سر ادھر ادھر مارتی چیخنے لگی تھی۔

"نو۔۔۔۔۔ خون۔۔۔۔۔ بچاؤ۔۔۔۔۔ فی فی۔۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔۔ بابا۔۔۔۔۔ فی فی"

اور پھر اٹھ بیٹھی تھی، مگر ہنوز چیخ رہی تھی، اسے اتنی دیر دواؤں کے زیر اثر رکھا گیا تھا، امجد

صاحب اور حیات اسے سنبھالنے کے لیے تیزی سے اٹھے تھے۔

وہ آنکھیں کھولتی امجد صاحب کو دیکھتے اب دھاڑیں مار کر رو رہی تھی۔

"بابا فی فی کو چوٹ لگی ہے، اسے گولی لگی ہے، اس کا بہت خون نکل رہا تھا، بابا بچالیں اسے، آپ

آپی پلیز وہ کہاں ہے، اسے بہت بخار بھی تھا،"

وہ اب خود کو خواب کی کیفیت سے نکال چکی تھی، مگر اب بھی وہی منظر آنکھوں کے سامنے بار بار آ

رہا تھا۔"

"کہاں ہے وہ۔۔۔۔۔؟ آپ بتائیں تو ٹھیک تو ہے" وہ کبھی امجد صاحب کو دیکھتی تو کبھی حیات کو جو اس کی حالت سے پریشان اسے سنبھال رہے تھے۔

"وہ ٹھیک ہے میری جان، تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں، بس کرو رونا، اسے کچھ نہیں ہوا" کہنے والے امجد صاحب تھے۔

"مجھے جانا ہے بابا، مجھے دیکھنا ہے اسے" وہ انہیں اس وقت بچپن والی مٹی لگی تھی جسے ایسے ہی سفیان کے معاملے میں کچھ سمجھ نہیں آتا تھا۔

وہ خود نہیں جانتی تھی وہ کیا کہہ رہی ہے مگر وہ بس فی فی کا نام لے رہی تھی۔ جسے سن کر دروازہ کھول کر کھڑے سالار کی گرفت ہینڈل پر سخت ہوئی تھی، چہرہ بے تاثر اس ہچکیوں سے روتی معصوم لڑکی کو دیکھ رہا تھا، جسے کوئی ہوش نہ تھا، اور وہ اب اندر آنے کی بجائے باہر نکل گیا تھا۔

"بتائیں نہ آپنی سفیان کہاں ہیں، کیسے ہیں؟ پلیز۔۔۔ انہوں نے مجھے بچاتے ہوئے گولیاں کھائی تھی، مجھے برا لگ رہا بہت۔۔۔" وہ پہلی بار زرا عزت سے اس کا نام لے رہی تھی۔ شاید بہن کے سامنے۔ تھوڑی تفصیل بھی شامل تھی۔

"توبہ ہے لڑکی کب سے کہہ رہی ہوں، وہ ٹھیک ہے بلکل، میں خود دیکھ کر آئی ہوں، ساتھ والے کمرے میں ہے، تم صبح دیکھ لینا بھی سو جاؤ، میں نے گھر بھی جانا ہے، عینہ پریشان ہے بہت، امی سے نہیں سنبھل رہی"

"ہاں تو آپ جائیں نہ۔۔۔۔ میں ٹھیک ہوں، خود سو بھی جاؤں گی، ڈونٹ وری" وہ اسے خود سے بے فکر کرتے ہوئے بولی تھی۔

"پکانہ؟"
NovelHiNovel.Com
"ہاں پکا، پکا"

"چلو ٹھیک ہے، اذان یہی رہے گا، اور شاید سالار بھی چکر لگائے، کوئی پریشانی ہو تو بتا دینا، بس پھر صبح گھر ہی تو جانا ہے"

"اوکے، آپی" وہ اچھے بچوں کی طرح مان گی تھی، جسے حیات کو بھی حیرانی ہوئی، کیونکہ ہاسپٹل میں وہ ہمیشہ چڑتی تھی، اسے بس گھر جانے کی جلدی ہوتی تھی، لیکن اس بار اس کا ارادہ ہاسپٹل چھوڑنے کا ہی نہیں لگ رہا تھا، حیات کتنی دیر اس کی شکل دیکھتی رہی، جو خود ناخون خام خواہ خرچ رہی تھی، پھر اس کی طرف دیکھا تو حیات کو اسے دیکھتا پا کر معصومیت سے مسکرا دی۔
حیات سر جھٹکتی اس کا ماتھا چومتے دوبارہ سے نصیحتیں کرتی جا چکی تھی۔

رات کے گیارہ بجے کا وقت تھا، جب اس نے اذان کی طرف دیکھا، جو ڈبل صوفے پر بے ہوشوں کی طرح سو رہا تھا، اور اسے پتا تھا اس کو اب ہوش صبح ہی آئے گا، تو وہ خاموشی سے بیڈ سے اتری اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

حیات عینہ کو سلا کر آئی تو، یاور کو روم میں نہ دیکھ کر، گہری سانس چھوڑتے سٹیڈی کارخ کیا، مگر اس سے پہلے وہ اس کے لیے چائے بنا کر لے گئی۔

ہاتھ میں مگ لیے وہ اندر داخل ہوتے اس کے ٹیبل چیئر کے پاس جا کھڑی ہوئی جو خود کو لپ ٹاپ پر بہت مصروف ظاہر کر رہا تھا، جیسے اس کا آنا ہی نہ دیکھا ہو، وہ کتنی دیر اسے خاموشی سے دیکھتی رہی، اور وہ بھی مصروف رہا،

حالانکہ ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا، وہ ہمیشہ جب بھی اسے دیکھتا تھا، ہر کام چھوڑ اس کی طرف متوجہ ہو جاتا تھا۔

حیات نے خاموشی سے اس کے سر پر بوسہ دیا تھا، اور یاور کے چلتے ہاتھ ر کے تھے، حیات نے دلچسپی سے لب دبا کر اس کا چہرہ دیکھا تھا، جو سرخ ہو رہا تھا۔

مگر وہ اب بھی کچھ نہیں بولا تھا، الٹا ٹیبل سے لیپ ٹاپ اٹھا کر اسے گود میں رکھ کر اپنی راکنگ چیئر کا حیات سے رخ موڑ کر دوسری سمت کیے دوبارہ کام پر لگ گیا۔

"ہا ہا ہا ہا۔۔۔۔۔" حیات کی ہنسی چھوٹی تھی۔ وہ اس کی چیئر پکڑ کر اس کا رخ اپنی طرف موڑ گئی تھی۔

"کیا یاور آپ تو عینہ کی طرح ناراض ہونے لگے، مجھے لگا تھا، کہ آپ کبھی مجھ سے ناراض نہیں ہوں گے" وہ اب کے تھوڑا لاڈ سے بول رہی تھی۔

مگر جب یاور کا سپاٹ چہرہ دیکھا تو خاموش ہو گئی۔

"زیادہ ناراض ہیں؟"

"تو کیا نہیں ہونا چاہیے؟" وہ اپنی بھاری سنجیدہ آواز میں بولا تھا

"منانے کے لیے کیا کروں؟" وہ معصومیت سے پوچھنے لگی تھی۔ لیپ ٹاپ اس کی گود سے اٹھا کر ٹیبل پر رکھا تھا۔

"اس وقت میں واپس جا کر تیسرا آپشن بھی ایڈ کریں، کہ آپ کو مٹی بھی چاہیے، عینہ بھی اور میں

بھی، آپ اتنی آسانی سے کیسے کہہ گی کہ مٹی اور عینہ کے علاوہ اگے میں جو بھی کروں، کیا ہمارا رشتہ آپ کے لیے اہم نہیں، کیا آپ ابھی بھی اسے صرف ایک کمپرومازنگ رشتہ سمجھ کر نبھا

رہی ہیں۔ "وہ تو جیسے پھٹ پڑا تھا، ضبط سے سرخ چہرے کے ساتھ وہ اب بھی اس سے دھیمے لہجے میں بات کر رہا تھا، مگر لفظوں میں کاٹ تھی، شکوہ تھا۔

حیات نم آنکھوں سے اسے دیکھتے، پلٹ کر جانے لگی تھی، جب یاور نے کلائی سے پکڑ کر اسے آرام سے اپنی گود میں بٹھالیا،

"جواب دے کر جائیں" اسے دیکھتے کہا جواب نظریں جھکائے منہ بسورے اپنے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی، کسی ناراض چھوٹی بچی کا گمان ہوا تھا یاور کو۔

"کیا فائدہ آپ نے کونسا یقین کر لینا ہے،"

"میں یقین کر لوں گا، آپ کہیں تو صحیح"

"کیا آپ نے ہمیشہ مجھے بتایا ہے؟، کیا میں نے ہمیشہ بن کہے آپ کو نہیں سمجھا؟، آپ کی کسی بھی وضاحت سے پہلے۔۔۔"

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے سوال کر رہی تھی، اور وہ لاجواب ہوا تھا، وہ صحیح تو کہہ رہی تھی۔ ہمیشہ سے وہ اسے کچھ بھی بتائے، وضاحت دیے بغیر ہی سمجھی تھی۔

"کبھی کبھی ضروری ہو جاتا ہے، حیات، یا شاید میرے لیے ضروری ہے، مجھے سننا ہے آپ کے منہ سے، میں نے ہمیشہ اظہار کیا ہے آپ نے کبھی نہیں کہا"

"اور کیا میرے خلوص میں آپ کو کبھی کوئی کمی لگی ہے، کیا آپ کو میری فکریں نظر نہیں آتی،

مزید کیا رہ جاتا ہے یا اور، کیا آپ کو عمل سے زیادہ خالی لفظوں پر یقین ہے "

یا اور خاموش ہوا تھا اور بس اسے ہی دیکھتا رہا تھا،

"سوری" اب وہ اسے اٹھا کر اٹھنے لگا تھا، جب اس نے اس کی کوشش ناکام کرتے اس کے کندھے

پر سر رکھا تھا اور یا اور نے اس کے گرد خاموشی سے حصار باندھا تھا۔

"میں نے ہمیشہ خود کو آپ کے بارے میں سوچنے سے روکا ہے، مگر پھر بھی سوچا ہے،" وہ نم

آنکھوں سے ہنسی تھی، اور یا اور حیرت سے مسکرا دیا تھا۔

"میرے لیے سب کچھ بہت عجیب تھا، شادی کے بعد کے تین دن تک بہت سارے خیال تھے،

اچھے بھی برے بھی، پھر آپ نے بھی کچھ کلیئر کبھی نہیں کیا تھا، مگر وقت نے ساتھ ساتھ ساری

غلط فہمیاں دور کر دی تھی۔

پھر آپ کے اظہار کے بعد میں مزید بے وقوفی نہیں کر سکتی تھی، مگر یہ بھی سچ ہے مجھے کبھی بھی

آپ برے نہیں لگے، میں نے آپ کو قبول پورے دل سے کیا تھا،

پر آپ کے اظہار نے محبت بھی میرے دل میں ڈال دی تھی، جو بعد میں صرف بڑھی اور اب اتنی

ہے کہ آپ نہیں تو میں بھی نہیں، چاہے وہ کسی صورت ہی کیوں نہ ہو۔ میں نے تیسرے آپشن

میں آپ کو نہیں بلکہ خود کو نہیں چننا تھا، آپ کے پاس عینہ ہوتی پر شاید میرے پاس پھر کچھ نہ بچتا، میں نے بس آپ کے لیے اور امی بابا کے لیے خود کو فراموش کیا تھا، آپ کے لیے فیصلہ آسان کرنے کی کوشش کی تھی۔۔۔۔۔"

وہ ابھی بول رہی تھی۔۔۔ جب یاد اور کامزید سخت ہوتا حصار محسوس کر اس کی طرف دیکھا جو اسے باقاعدہ گھور رہا تھا۔

"آپ بھی کبھی کبھی بے وقوفی والے فیصلے کر لیتی ہیں حیات، اس بار میں معاف کر رہا ہوں اگلی بار نہیں کروں گا، آپ اپنے لیے بھی فیصلہ نہیں کر سکتی، آپ کو حق نہیں، کیونکہ آپ صرف میری ہیں، بس مجھ پہ بھروسہ کرنا سیکھیں" وہ اس کے سر پر بوسہ دیتے ہوئے بولا تو وہ پر سکون ہوئی تھی۔

"مطلب آپ اب ناراض نہیں ہیں، وہ اس کی طرف دیکھتے مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی" وہ مسکرا کر کتنی دیر اسے دیکھتا رہا تھا، جس کی آنکھوں میں سوال تھا، پھر اسے پھر سے گلے لگا گیا تھا۔

"نہیں، پہلے بھی نہیں تھا، بس اظہار سننا تھا"

وہ شرارت سے لب دبا کر بولا تھا۔

اور حیات نے حیرت سے منہ کھولے آنکھیں چھوٹی کیے اسے گھورا تھا۔

جس پر قہقہہ لگاتے وہ اسے پھر سے گلے لگا گیا تھا۔

"بہت کیوٹ ہیں آپ حیات"

اور وہ بس مسکرا دی تھی۔

اچھا یا اور، سالار کے ماما بابا آنا چاہ رہے تھے، انہیں اس حوالے سے کچھ نہیں پتا، اور وہ بس جلدی مشی کا نکاح کرنے کا بول رہے تھے، باقی رخصتی اس کی پڑھائی کے بعد ہوگی، امی بابا پوچھ رہے

تھے کیا جواب دیں، کیا ابھی لیٹ کر دیں؟"

دونوں اب سنجیدہ تھے بالکل۔

"جب ایک کام ہونا ہے تو لیٹ کرنے کا فائدہ لیکن پھر بھی میں کہوں گا مشی سے پوچھ لیں آپ تو

زیادہ بہتر ہے"

"ہاں یہ صحیح ہے۔"

وہ سوئی جاگی کیفیت میں تھا، جب اسے کسی مانوس وجود کی موجودگی کا احساس ہوا، وہ دھیرے سے آنکھیں کھول گیا، چھت سے ہوتے نظر گردن موڑنے پر دروازے پر گی، تو لبوں کو مسکراہٹ چھوگی۔

وہ دبے پیر اندر داخل ہوتی اب دروازہ بند کر رہی تھی، اور ایسے ہی اب مڑ کر اس کے بیڈ کی طرف پریشان نظر دوڑائی تھی، شاید وہ دور سے ہی دیکھ کر تسلی کر لینا چاہتی تھی، مدھم لائٹ کی وجہ سے وہ اسے جاگتا نہ دیکھ پائی تھی۔

سیاہ رنگ کے لائنگ فرائز پر اس نے بڑے سے دوپٹے سے نماز سٹائل میں خود کو لپیٹ رکھا تھا، پھر تھوڑی ہمت کرتے وہ چارنٹ کا وہ فاصلہ بھی طے کر آئی۔ وہ اب آدھ کھلی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا، جس نے چارمنٹ اس کے سر کے پاس کھڑے ہو کر انگلیوں پر کچھ گنا تھا، پھر اس پر پھونک ماری تھی۔ اچھا وہ دم درود کرنے آئی تھی۔ سفیان نے اس کی معصوم حرکت پر مسکراہٹ ضبط کی تھی۔

"فاتح پڑھنے آئی ہیں؟" کہتے ساتھ ہی اس نے بیڈ کے ساتھ ہی موجود بٹنوں سے لائٹ بھی آن کر دی تھی، پورا کمرہ ہی روشنی میں نہا گیا تھا۔

وہ جواب سے دیکھ جانے کا ارادہ رکھتی تھی، اس کی آواز پھر اچانک روشنی ہو جانے پر، اس کے منہ سے چیخ برآمد ہوئی جس کا گلہ اس نے خود اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر دبایا تھا۔

اور اسے دیکھا جو اسے دیکھتے مسکرا رہا تھا، یا شاید ہنسی ضبط کر رہا تھا۔

"استغفر اللہ، آپ نے تو ڈرا ہی دیا" وہ دل پر ہاتھ رکھتی بولی تھی، دھڑکن ڈھول کی طرح اس کے کانوں میں بج رہی تھی۔

"آپ۔۔۔ اتنی عزت عیادت کرنے آئی ہیں یا بے ہوش کرنے، بچپن سے لے کر اب تک ہم نے آپ کے منہ سے بس اپنے لیے یہ لفظ نہیں سنے، خواہش ہی رہی ہماری" وہ اسے دیکھتے سب بھول گیا تھا یاد تھی تو بس وہ، جو اس کے پاس کھڑی تھی، اس کی فکر کرتی۔

"وہ پہلے میری زبان پر نہیں چڑھتی تھی، آپ کے لیے اتنی عزت بہت کوشش بھی کی تھی، اب خود بخود آگئی ہے، تو وصول کریں نہ کہ طنز" وہ منہ چڑھا کر بول رہی تھی۔

"اچھا واہ یہ معجزہ بھی ہونا تھا، زبردست" وہ منظوظ ہوا تھا۔

"ہم۔۔۔ میرا مطلب میں جا رہی ہوں، آپ آرام کریں" وہ کہہ کر آگے بڑھ گئی۔

"کہاں۔۔۔ پلیز کچھ دیر بیٹھ جائیں ہمارے پاس ہمیں ابھی نیند نہیں آرہی" وہ بے چارہ سامنے

بنا کر بولا تو وہ چپ ہوئی،

"میں رک کر کیا کروں گی"؟

"باتیں!" اس نے فوراً سے کہا تو وہ خاموشی سے آکر اس کے بیڈ کے پاس رکھے صوفے پر بیٹھ

گئی۔ وہ اسے منع نہ کرنا چاہتی تھی۔ یہ پرائیویٹ ہاسپٹل تھا، جہاں ہر طرح کی آسائش موجود تھی۔

اسے خاموش دیکھ سفیان نے خود بات شروع کی تھی۔

"بی ایس اردو کی سٹوڈنٹ ہیں آپ؟"

"جی"

"تو کوئی شعر ہی سنا دیں، ہمیں شاعری بہت پسند ہے"

"مجھے شعر یاد نہیں ہوتے، بس رٹا لگا کر پیپر دے دیتے ہیں" وہ منہ بگاڑ کر بولی تھی۔

سفیان حیرت زدہ ہوا پھر ہنسی بھی آئی۔

"تو وہ سبجیکٹ رکھنا تھا نہ، جو آپ کو پسند آتا ہو، آسان بھی لگے"

"سارے مشکل تھے، بس اردو تھوڑی آسان لگی تو یہی چوز کر لی" اور سفیان نے لب دانتوں

تلے دباتے رخ دوسری طرف کر لیا، امدتی ہنسی ضبط کرتے اس کی طرف دیکھا تو وہ دانت پیتے اسے

ہی گھور رہی تھی۔

"مجھ پر ہنسی آرہی ہے نہ، آپ مجھے نکمی سمجھ رہے ہوں گے؟" ہے نہ.....

"نہیں ایسا کچھ نہیں۔۔۔۔" اس نے فوراً ہتھیار ڈالے تھے

وہ بھی خاموشی سے ادھر ادھر دیکھنے لگی تھی۔

"اچھا کوئی شعر جو آپ کو پسند آیا ہو یاد بھی ہو وہ سنا دیں" وہ اسے اداس نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"ہاں ایک ہے۔۔۔۔۔ غزل پر پوری نہیں یاد ایک مصرع یاد ہے، وہ سناتی ہوں آپ کو" وہ تھوڑا پر جوش ہو کر بولی تو وہ بھی بھرپور طریقے سے متوجہ ہوا، اسے بس اس کی موجودگی سے غرض تھی جو اس کا سکون تھا۔

"ارشاد پلینز۔۔۔۔۔" وہ مسکراتے کہہ رہا تھا۔

"اہم۔۔۔۔۔ اہم۔۔۔۔۔ یہ نہ اس غزل کی لاسٹ والی لائنز ہیں" اس نے گلا صاف کرنے کے ساتھ بتانا ضروری سمجھا تھا۔

اور وہ لب دباتے ہاں میں سر ہلا گیا تھا۔

"تو عرض کیا ہے۔۔۔"

اسے دیکھنے کی جو لو لگی، تو نصیر دیکھ ہی لیں گے ہم۔

وہ ہزار آنکھ سے دور ہوں، وہ ہزار پردہ نشیں سہی'

وہ مسکرا کر کہتی چپ ہوئی تھی۔

وہ جو بغور اس کے معصوم چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

"پوری ہم سنائیں۔۔۔؟" وہ بھاری لہجے میں بولا تھا، تو وہ دھڑکنوں کو ڈپٹی سر ہلا سکی، وہ جب سے آئی تھی، دل برے طریقے سے دھڑک رہا تھا، مگر وہ کبھی خود کو کمپوز کر لیتی تو کبھی اگنور کر دیتی، اور ہر بار اس کے دیکھنے پر ہی ایسا ہو رہا تھا، مگر پھر بھی وہ چاہ کر وہاں سے جانہ پار ہی تھی۔ اس کے اس پاس ہی رکنا چاہتی تھی۔

"پوری آتی ہے آپ کو، میری فیورٹ ہے، بٹ یاد نہیں ہوتی کس ہو جاتی ہے،" وہ اب باتیں بنا رہی تھی۔

"ہاں۔۔۔ سنائیں؟" وہ پھر اسی لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

"سنائیں۔۔۔" وہ اپنے ہاتھوں کو دیکھتے بولی، اسے اب کی بار نہ دیکھا، مگر پہلا ہی مصرع اس نے جس انداز میں پڑھا تھا، وہ اسے دیکھنے پر مجبور ہوئی تھی۔

'میری زندگی تو فراق ہے وہ ازل سے دل میں مکیں سہی

وہ نگاہ شوق سے دور ہیں، رگ جاں سے لاکھ قریں سہی'

وہ ابھی بھی اسے دیکھتے ہوئے مزید پڑھ رہا تھا، جیسے خود کہہ رہا ہو، اب کے انداز سنجیدگی لیے ہوئے تھا۔

"

ہمیں جان دینی ہے ایک دن، وہ کسی طرح وہ کہیں سہی

ہمیں آپ کھینچنے دار پر جو نہیں کوئی تو ہمیں سہی۔"

غم زندگی سے فرار کیا، یہ سکون کیوں، یہ فرار کیا۔

غم زندگی بھی ہے زندگی، جو نہیں خوشی تو نہیں سہی۔

سر طور ہو سر حشر ہو ہمیں انتظار قبول ہے۔

وہ کبھی ملیں وہ کہیں ملیں، وہ کبھی سہی وہ کہیں سہی۔

نہ ہو ان پہ جو میرا بس نہیں، کہ یہ عاشقی ہے ہوس نہیں۔

میں انہیں کا تھا میں انہیں کا ہوں وہ میرے نہیں تو نہیں سہی۔"

وہ ابھی اسے دیکھتے ہوئے کہہ ہوئے کہہ رہا تھا، مانو غزل بھی اس کے حالات کی
عکاس تھی۔ جب دروازہ کھلنے کی آواز آئی، دونوں نے چونک کر اس کی طرف

دیکھا تھا۔

سفیان کے ماتھے پر بل ائے تھے، اور چہرہ خون چھلکا گیا تھا، وہ چپ چاپ لیٹا آنے
والے کو دیکھ رہا تھا، جو اسے ایک نظر دیکھنے کے بعد اب مٹی کو نارمل تاثرات کے ساتھ
دیکھ رہا تھا۔ مٹی آرام سے اسے خود کو دیکھتا دیکھ کھڑی ہو گئی تھی۔

"مشی یہاں کیا کر رہی ہو، تمہیں آرام کرنا چاہیے، اس وقت "

سالار فکر سے بولتا اس کی طرف آیا تھا۔

"وہ میں ان سے ملنے آئی تھی، انہیں گولیاں لگی تھی نہ، تو بس۔۔۔۔" وہ صاف گوئی سے بولی

تھی۔

"انہیں بھی آرام کی ضرورت ہے، چلو صبح دیکھ لینا" وہ کہتا ایک اچھٹی نظر اس پر ڈالتا، مشی کا ہاتھ

اس کے سامنے پکڑتا اسے وہاں سے لے گیا تھا، دروازہ بند ہونے تک سرخ ہوتی آنکھوں سے سفیان نے وہ منظر دیکھا تھا۔

اور کمرے کی لائٹس آف کر گیا تھا۔

مشی نے باہر آتے ہی، اپنا ہاتھ نامحسوس طریقے سے چھڑایا تھا، اور اپنے کمرے کی طرف خود سے

بڑھ گئی تھی، سالار کتنی دیر کھڑا اپنا ہاتھ دیکھتا رہا تھا۔

پھر خود بھی روم میں اینٹر ہوا تھا، سیاہ دوپٹہ ہنوز اس کے سر پر ویسے موجود تھا۔ اس کا دیکھتا چہرہ کسی

بھی تاثر سے پاک تھا۔ وہ اب لحاف خود پر سیٹ کر رہی تھی۔

"کچھ چاہیے" سالار بولا تو اس کی طرف دیکھا تھا اس نے۔

"نہیں بس سوؤں گی اب، آپ فکر نہ کریں" وہ آرام سے کہتی آنکھیں موند گئی تھی،

سالار کتنی دیر اس کے چہرے کو دیکھتا رہا تھا،

"کال کر لینا اگر کوئی مسئلہ ہو تو" کہتے ساتھ وہ وہاں سے چلا گیا تھا، جانتا تھا وہ جاگ رہی ہے۔ اس کے جانے کے بعد مشی نے آنکھیں کھولی تھیں، اور پھر بند کر کے سونے کی کوشش کی تھی۔

رافع ذویا کے ساتھ ہاسپٹل سے جیسے ہی گھر آیا تھا، نواب زادہ حیدر علی اور ان کی بیگم کو نواب بیگم کے ساتھ ان کا منتظر پایا۔

اسے دیکھتے ساتھ ہی وہ اٹھ کر اس کی طرف آئے تھے۔

"رافع آپ ہمیں ہمارے بیٹے سے ملنے کیوں نہیں دے رہے، اور اسے گولیاں کیسے لگی، آپ ہمیں کچھ بتاتے کیوں نہیں ہیں۔"

ان کے سوالات پر رافع نے ہاتھ پیچھے باندھے بے زار نظروں سے انہیں اور روتی ہوئی اپنی چچی حضور کو دیکھا تھا۔

"نہ کریں، چچا حضور کہہ تو آپ ایسے رہے ہیں، جیسے بڑی فکر ہے، آپ کو سنی کی، جیسے پہلے ان سے بے خبر رہے ہیں، اب بھی ویسے رہیں، مت بھولیں وہ آپ سے قطع تعلق ہو گیا ہے"

اس کا انداز نواب زادہ حیدر کو بہت کچھ جتنا تاہوا تھا، وہ کہتے ساتھ نواب بیگم کی طرف بڑھا تھا، جو خود انتہائی متفکر سی اسے دیکھ رہی تھیں، زویا بھی ان کے ساتھ جا کھڑی ہوئی تھی۔ جبکہ حیدر علی ہنوز وہی کھڑے رہ گئے تھے۔

"آپ جا کر آرام کریں امی حضور، میں صبح آپ کو سنی کے پاس لے جاؤں گا، زویا امی حضور کو ان کے روم تک لے جائیں اور آپ بھی آرام کریں"

"وہ بیٹے ہیں ہمارے، ہمارے وارث، وہ چاہ کر بھی ہم سے الگ نہیں ہو سکتے" حیدر علی مڑ کر اب صوفے پر براجمان ہو چکے رافع کو دیکھا تھا، جو سپاٹ تاثرات کے ساتھ انہیں کو ہی دیکھ رہا تھا۔

"بہت جلد یاد نہیں آگیا آپ کو کہ وہ آپ کے بیٹے اور وارث ہیں، لیکن افسوس آپ ان کے لیے کچھ نہ کر سکے، تو اب حق جتاتے ہوئے بھی اچھے نہیں لگ رہے ہیں"

"ہم نے کیا حق تلفی کی ہے ان کی، ہمیں بتائیں ذرا، کیا انہیں پڑھایا نہیں ہے یا انہیں کسی قسم کی کمی دی ہے، جو آپ ہم پہ یہ الزام لگا رہے ہیں" وہ تو جیسے پھٹ پڑے تھے۔

"کیا آپ کبھی ان کے ساتھ باپ کی شفقت سے پیش آئے ہیں، یا آپ نے کبھی انہیں سمجھنے کی کوشش کی ہے، کیا جانتے ہیں اسے کیا پسند ہے کیا نہیں، کیا ان کے بیمار ہونے پر ان کے ساتھ ہوتے تھے، کیا کبھی ان کی پریشانیوں کی بابت ان سے پوچھا ہے، الٹا اسے اکیلے اتنی دور بھیج دیا، ہمیشہ اپنا مفاد دیکھا، ایک چچی حضور تک کو بھی اس کی فکر اور تربیت کے لیے

ان کے پاس نہیں رہنے دیا، انہیں بھی اپنے ساتھ مصروف کر دیا، جنہیں چیریٹیز میں دوسروں کی فکر تھی، سوائے اپنی اولاد کے، ایک اس کی واحد خوشی اس کی محبت تک کو آپ نے اس سے چھین لیا پھر کہتے ہیں کہ آپ نے کمی کیا چھوڑی ہے، کیا واقعی لباس، خوراک، تعلیم اور آسائشیں چاہیے ہوتی ہے بس اولاد کی تربیت کے لیے، یہ ساری چیزیں اس کا نصیب تھیں، اس کا رزق جو اللہ کی طرف سے تھا، آپ نہ بھی دیتے تو اللہ اور وسیلہ بنا دیتا، مگر آپ اپنا فرض ادا نہیں کر سکے، جو آپ کو کرنا چاہیے تھا، وہ آپ نے کبھی نہیں کیا، جو احساس، فکر والدین اور اولاد میں محبت قائم کرتا ہے وہ آپ اسے نہیں دے سکے، اس لیے اب شکوہ بھی نہیں کریں، آپ کا حق نہیں ہے"

رافع نے ایک لفظ پر زور دے کر انہیں ان کی ساری زندگی کا آئینہ دکھا دیا تھا۔

اور حیدر علی کے پاس بولنے کو کچھ نہ بچا تھا، رافع ویسے ہی سپاٹ چہرے سے دیکھتے ان کی طرف بڑھا تھا۔

بیگم حیدر علی اپنے خسارے سنتی وہی روتی صوفے پر بیٹھ گی تھی۔

"آپ کی گئی ساری سازشوں اور خود غرضیوں کو میں آج تک نظر انداز کرتا آیا ہوں، مگر اب یہ ممکن نہیں، آپ کے لیے سزا لازم ہو چکی ہے"

اور حیدر علی خاموشی سے اسے سن رہے تھے، ان کے پاس واقعی کچھ نہ بچا تھا، کچھ بھی کہنا فضول تھا، وہ بھینچے سے سزا سننے کے منتظر تھے۔

"آپ کے سارے اختیارات میں واپس لے رہا ہوں، ویسے بھی سب سنی کو سنبھالنا تھا، اب وہی سنبھالے گا، کیونکہ آپ کی، کی گئی اس زیادتی کے بعد وہ دوبارہ لوٹ جانا چاہتا ہے، پھر سے خود کو اکیلا کر دینا چاہتا ہے، اور مجھے اسے روکنا ہے، لہذا آپ چچی حضور کو لے کر پرسوں سعودی عرب جا رہے ہیں باقی کی عمر اسکا نام لیتے گزاریں، آپ کے بچوں کی ذمہ داری اب میری ہے،" وہ کہتے ساتھ اپنے کمرے کی طرف چل دیا تھا، اور نواب زادہ حیدر علی جانتے تھے، کہ وہ بتا کر نہیں گیا بلکہ حکم دے کر گیا ہے، وہ وہی خالی ہاتھ کتنی دیر کھڑے رہے تھے، یہ رعایت بھی وہ اپنے رشتے کے لہاظ میں دے گیا تھا۔

وہ کمرے میں آتے، بغیر زویا کو دیکھے چہنچ کرنے چلا گیا، اور اسی طرح خاموشی سے واپس آ کر اپنی جگہ لیٹ بھی گیا۔

زویا نے اس کے سینے پر سر رکھا تو وہ اس کے بالوں میں انگلیاں بھی چلانے لگا، مگر اس کی بند آنکھوں اور خاموشی کو دیکھ زویا دلکشی سے مسکرا دی۔

"سینیں شوہر حضور کیا آپ ہم سے ناراض ہیں،" وہ اس کے سینے پر ٹھوڑی رکھے اس کی طرف دیکھتے معصومیت سے گویا ہوئی، تو رافع نے آنکھیں کھول کر اسے ایک نظر دیکھا پھر آنکھیں بند کر لی۔

"اچھا میں ذرا اپنے ڈمپلز کو مس کر رہی تھی، مسکراتیوں " رافع نے بھرپور سنجیدگی سے اسے دیکھا تھا، جس کا انداز جتلانے جیسا تھا، کہ اب میری بات سے منع کریں گے کیا، جب رافع اس کے برابر ہوتا سے خود میں بھینچ گیا۔

"جانتی ہو میں تمہیں نہ کھینچتا تو کیا ہوتا، پہلے سنی کی وہ حالت پھر وہاں تمہیں بھی ایسی حالت میں دیکھ لیتا تو شاید پاگل ہی ہو جاتا" وہ کہتے ساتھ ہی ایک پر شدت بوسہ اس کے سر پر دے گیا تھا۔

"کیسے کچھ ہوتا، صبح ہی تو فنکشن سے پہلے آپ نے صدقہ دیا تھا، برانہ سوچیں"

"پھر بھی میری خاطر اپنی ذات پر رسک نہیں لیں گی آپ کبھی، اور یہ پنگے لینا چھوڑ دیں، ہمیں بتایا کریں ہم لڑ لیا کریں گے آپ کی طرف سے" اس کے کہنے پر ذویا کا قہقہہ بلند ہوا تھا، اور رافع نے اسے خفگی سے ایک گھوری سے نوازا تھا۔

"کہہ تو ایسے رہے ہیں کہ نہ جانے میں روز کتنے لوگوں کے سر پھوڑتی ہوں" اس کے شرارت سے کہنے پر رافع بھی مسکرا دیا تھا۔

"وایسے جب آپ میرے لیے پوسیسو بیوی بنتی ہیں، تو میں بتا نہیں سکتا کتنی خوشی ہوتی ہے مجھے"

وہ زویا کے اپنے ڈمپل پر انگلی محسوس کرتا مزید گہری ہوتی مسکراہٹ سے بول رہا تھا۔

"ہاں تو کیا پوسیسو صرف آپ ہی ہو سکتے ہیں؟"

"سب جلدی ٹھیک ہو پھر دوبارہ اپنا وہ نامکمل ٹرپ مکمل کرنے چلیں گے"

"آپ کو ابھی بھی اس چیلنج کی پڑی ہے، واقعی" وہ حیران تھی۔

"نہیں مجھے تو وہاں اکیلے آپ کے ساتھ ٹائم سپینڈ کرتے اچھا لگ رہا تھا، اب بھی وہی کریں گے،

آپ کو کچھ دینا بھی ہے وہاں" اس نے لب دباتے زویا کے حیران چہرے کو دیکھا تھا، اسے وہ

بریسلٹ زویا کو وہی پرواپس دینی تھی۔

"کیا دینا ہے؟" وہ متجسس ہوئی تھی۔

"پتا چل جائے گا، صبر کریں اور سو جائیں" وہ حصار تنگ کرتے بولا تھا، اور پھر تھکان کے باعث

انہیں جلدی نیند آگئی تھی۔

OWC NHN OWC NHN

ایک ہفتے بعد۔۔۔

سفیان کو رافع اپنی طرف لے آیا تھا، اسے یہاں ائے تیسرا دن تھا۔ وہ بہت بہتر تھا مگر خاموش تھا۔

"سفی کل پلاسٹر اتر جائے گا تمہارا، پھر حویلی چلیں گے، مول کی شادی کی تیاریاں بھی کرنی ہیں تمہیں، ابھی میری اس کے سسرال والوں سے بات ہوئی ہے، انہوں نے دو مہینے بعد کی ڈیٹ فکس کی ہے۔" رافع اندر آتے اسے دیکھ مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

"بھائی آپ کو یقین ہے کہ وہ مول کے لیے اچھے لائف پارٹنر ثابت ہوں گے"

"ہاں، میں نے مکمل اطمینان کیا ہے سفی وہ میری ذمہ داری ہے، دونوں اچھے دوست تھے، وہ بہت پسند کرتا تھا اس کو مگر چچا اور چچی کی وجہ سے وہ اسے مثبت جواب نہیں دے سکی تھی، مگر اب عقل آگئی ہے اسے شکر ہے"

"ٹھیک ہے بھائی، ہمیں یقین ہے آپ پر"

"بالکل فکر نہ کرو ذرا اچھے سے جانتی ہے ان لوگوں کو" رافع نے اسے مزید تسلی دی تھی اور سفیان نے مطمئن ہوتے سر اثبات میں ہلایا تھا۔

"کل مشی کا نکاح ہے، ہم سب کو بلایا ہے یاور نے" رافع نے سنجیدگی سے اسے دیکھتے الفاظ ادا کیے تھے۔

اور سفیان کو ساکت ہوتا دیکھا تھا۔ اس کی آنکھوں کے کنارے پھر سے لال ہوئے تھے۔
"تم خاموش ہو گئے سنی، مجھے لگا تھا تم امجد صاحب سے لڑو گے، شکوہ کرو گے انہیں منالو گے،
آخر دس سال کی عمر میں تم ان سے مشی کو تمہیں دینے کا وعدہ لیا تھا"

وہ جواب آنکھیں بند کیے بیٹھا تھا، اسے دیکھنے لگا۔

"ہم اس کے لیے ساری دنیا سے لڑ سکتے ہیں بھائی بس اس سے اور ان کے والد سے نہیں لڑ سکتے،
بیٹیوں کا مان ان کی پہلی محبت ان کے والدین ہوتے ہیں، نہ تو ہم ایک والد کو کمزور کر سکتے ہیں نہ
ہی مشی کو کسی آزمائش میں ڈال سکتے ہیں، شاید ہم نے بہت دیر کر دی، ہم خود کو اتنا مضبوط نہ کر
سکے کہ وہ اپنی بیٹی کے لیے ہم پر بھروسہ کرتے تبھی تو بابا حضور کے جانے کے بعد بھی وہ اپنی بات
پر قائم ہیں" کہتے ساتھ وہ زخمی سا مسکرا دیا تھا۔

رافع نے اسے ایک نظر دیکھا تھا پھر اٹھ کر چلا گیا تھا، جانتا تھا اب اسے تنہائی چاہیے تھی۔

"السلام علیکم"

"وعلیکم السلام حیات، خیریت آپ نے کال کی"

سفیان پریشان ہوا تھا۔

"جی خیریت بس آپ کو انوائٹ کرنا تھا، کل مشی کا نکاح ہے، اور اس نے کہا تھا اس کے دوست

کو اسپیشلی انوائٹ کیا جائے، تو آپ کل آرہے ہیں نہ؟"

وہ خاموش تھا، پھر خود کو "جی" کہتے سنا تھا اس نے، فون بند ہو گیا تھا، مگر وہ کتنی دیر وہی بیٹھا رہا تھا۔

"کیا اتنی سکت ہوگی ہم میں؟" یہ سوال فوراً ہی اس نے خود سے پوچھا تھا۔

اگلے دن پلاسٹر اتر چکا تھا مگر ڈاکٹر نے اسے ابھی بھی مکمل احتیاط کا کہا تھا، وہ خالی الزہنی سے گھر آیا

تھا، وہ بس یہاں سے جانا چاہتا تھا، مگر رافع نے اسے روک رکھا تھا، اس کے ڈاکو منٹ تک اپنے

پاس رکھ لیے تھے۔

وہ بس سوچتا رہتا تھا، کہ کہاں جائے فرار پائے، کبھی کبھی اس کا دماغ سوچنے سمجھنے کی

صلاحیت ختم کر دیتا تو کبھی سوچوں کا ریلہ اس بری طرح تڑپا دیتا تھا، اس کی

ذات کا سکون ختم ہو چکا تھا، اس نے نہیں جانا تھا، یہ تہہ تھا، اس کے لیے صرف یہ اذیت ہی کافی ہو

جانی تھی، کہ وہ اسے کھو چکا پھر اس تکلیف کا سوگ تو اکیلے ہی منانا تھا، اپنی کیفیت وہ کیسے لوگوں پر

ظاہر کرتا، وہ انہیں سوچوں میں غلطاں تھا،

جب رافع کمرے میں آیا۔

"سفی تیار ہو، ہم نے روانہ ہونا ہے، یاد رہا ہا کب سے"

"بھائی آپ سب جانتے ہیں پھر بھی، اپنی خوشیوں کی قبر پر سوگ منانے کا حق ہے ہمیں، ہم نہیں جاسکتے وہاں"

وہ ازیت سے رافع کو دیکھتا بول رہا تھا۔

"اس لیے کہہ رہا ہوں، فاتحہ بھی پڑھتے او کہ تمہیں صبر کرنے میں آسانی ہوگی، جلدی تیار ہو یہ حکم ہے میرا" رافع کہتے ساتھ چلا گیا تھا جبکہ سفیان کتنی ہی دیر دروازے کو ہی دیکھتا رہا تھا، وہ سمجھ نہیں رہے تھے یا سمجھنا نہیں چاہتے تھے آخر کیوں کر رہے تھے ایسا وہ بس سوچ کر رہ گیا تھا۔ پھر چیخ کرنے چلا گیا تھا۔

ذویا اور رافع تیار کھڑے آف وائٹ جوڑوں میں مسکراتے مکمل منظر لگ رہے تھے، جب سفیان ان کی طرف آیا، سیاہ شلوار قمیض پر سیاہ کوٹ پہنے سرخ ہوتی آنکھوں اور چہرے کے ساتھ وہ سوگوار سا بھی بہت حسین لگ رہا تھا جب ان دونوں کو ساتھ دیکھ ہلکا سا مسکرایا اور ہمیشہ ساتھ رہنے کی دل میں دعا کی وہ ہمیشہ رافع کے لیے ایسے ہی دعا کرتا تھا، بغیر ظاہر کیے۔

"نواب بیگم آئی تو سفیان انہیں لے کر آگے بڑھ گیا، جبکہ رافع اور ذویا بھی تک اس کی حالت دیکھ سنجیدہ تھے، پھر انہوں نے بھی اس کی پیروی کی تھی۔

نکاح کی تقریب یاور کے گھر تھی، جہاں لوگوں کی اچھی خاصی تعداد موجود تھی، وہ سب سے ملتا ایک طرف رکھی ٹیبل کی طرف آکر بیٹھ گیا۔ سب لوگ یاور کے وسیع لان میں موجود تھے اسٹیج بھی اسی طرف لگایا گیا تھا۔

جب زویا سفیان کے پاس آئی تھی۔

"سفی اسٹیج پر چلو، یہاں ایسے کیوں بیٹھے ہو، سب وہاں آگئے ہیں، نکاح شروع ہو رہا ہے"

وہ حیرانی سے اسے دیکھتی اس کے سامنے کرسی پر بیٹھتی بول رہی تھی، سفیان نے ایک پر شکوہ نظر اس پر ڈالی تھی۔

"بھابھی حضور آپ سب جانتی ہیں، پھر بھی۔۔۔۔۔، کیا یہ مذاق ہے؟" وہ خفگی سے بول رہا تھا۔

"نہیں مذاق کیوں ہوگا، تمہارے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا تمہیں تو چلنا ہی پڑے گا"

"ہم اتنے ضروری نہیں ہیں، آپ جائیں سب آپ کا انتظار کر رہے ہوں گے، بھائی کوریلیکس

کریں ہم ٹھیک ہیں جب تک یہاں ہیں" اسے لگا تھا رافع نے اسے بھیجا ہے۔

"عجیب لڑکے ہو بھی، بھلا دلہے کے بغیر بھی نکاح ہوا ہے کسی کا، تم یہاں بیٹھے رہو گے تو مشی کا

نکاح کس سے کریں ہم" اس کے کہنے پر سفیان جھنجھلایا تھا۔

پھر اس کی عجیب بات سمجھتے حیرت سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

"کیا مطلب کون دو لہا، سالار کہاں ہیں؟" وہ پریشانی سے پوچھ رہا تھا۔

زویا نے ایک لمبی سانس خارج کی تھی۔

"سالار چار دن پہلے واپس جا چکا ہے"

"کیا مطلب کیسے چلے گئے ایسے، تو نکاح، اور یہ تقریب" بیک وقت اس کے

لہجے میں غصہ، حیرت دونوں تھے۔

زویا سے دیکھتے ہلکا سا مسکرا دی تھی۔

دو دن پہلے۔۔۔۔۔

"سالار تم کہاں چلے گئے ہو، پھپھو کیا کہہ رہی ہیں، تم واپس چلے گئے، مشی کی طرف بات کرنے

سے بھی منع کر دیا کیوں؟" وہ حیران پریشان سی اس سے پوچھ رہی تھی جو دو دن پہلے بغیر بتائے چلا

گیا تھا۔

"میں سب چھوڑ آیا ہوں ذوی سب کچھ؟" وہ کیا کہہ رہا تھا زویا کو سمجھ نہ آئی تھی، ادھر وہ افسردہ

سا آفس میں بیٹھا گلاس وال سے بلند و بالا عمارتوں کو دیکھتے ہوئے بول رہا تھا، آنکھوں میں سرخی

ابھری تھی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟ تم تو محبت کرتے ہو مٹی سے اسے کبھی نہیں چھوڑنے والے تھے، پھر اب جب سب تمہارے فیور میں ہے، تو تم یوں چلے گئے" اس کی حیرت ہی کم نہیں ہو رہی تھی۔

"محبت کا پہلا اصول ہی محبوب کی خوشی ہوتی ہے زویٰ۔۔۔۔، وہ میرے ساتھ کبھی خوش نہ رہ پاتی، وہ سفیان کو ہی پسند کرتی ہے، اور سفیان۔۔۔۔ میں تسلیم کرتا ہوں وہ مجھ سے زیادہ اس کے لیے بہتر ثابت ہوگا،

"اس کی محبت کے اگے میری محبت ہار گئی تھی زویٰ، میں بغیر مان کے محبت کو حاصل کر کے بھی ساری زندگی خالی ہاتھ رہتا، وہ ہار کر بھی ہارا نہیں تھا، اس لیے میں اس کی محبت اسے انعام میں واپس لوٹا آیا، دل کم از کم اب خالی نہیں رہے گا، میں بھی محبت میں خود غرض نہ ہو کر سر خور رہا ہوں۔" بولتے وقت اس کی آنکھیں ویران تھیں۔

"سالار جانتی ہوں یہ بہت مشکل فیصلہ تھا تمہارے لیے، بٹ مجھے فخر ہے تم پہ"

"وہ مجھ سے لڑ سکتا تھا زویٰ، میں نے دیکھا تھا وہ اس کے لیے کسی کی جان لینے سے پہلے ہچکچاتا بھی نہ، وہ مجھ سے اس کے لیے لڑتا تو میں مٹی کو کبھی نہ چھوڑتا، مگر وہ کسی سے بھی نہ لڑا، پھر میں کیسے مقابلہ کرتا اس کا، میں یہ بات ساری زندگی برداشت نہ کر سکتا تھا، کہ میں تیسرا شخص تھا، جبکہ ان کے درمیان سب پہلے سے ٹھیک تھا،" وہ اپنا حال بتا رہا تھا، ایک باغی آنسو سے اپنا گال بھگوتا

محسوس ہوا تو فوراً ہاتھ سے اسے صاف کر اس نمی کو حیرت سے دیکھا تھا، مگر پھر زخمی سا مسکرا دیا تھا کہنے کو مزید کچھ نہ بچا تھا تو پھر فون رکھ دیا۔

اور زویا کو اس کا فیصلہ بتانے کا حوصلہ کل ہوا تھا، پھر اس نے ہی سب کے ساتھ یہ سب پلین کیا تھا، وہ بھی اب دل سے راضی تھی، بے شک یہ سب اللہ کے فیصلے تھے، اور وہ تو سب سے بہتر جاننے والا ہے۔

وہ سامنے حیرت کا مجسمہ بنے سفیان کو دیکھ کر ہنس دی تھی۔

"تم ہود لہے بھائی، مشی سے تمہارا نکاح ہے، چلو ہماری لڑکی کو زیادہ انتظار نہ کرواؤ" وہ کہتے ساتھ اس کا بازو پکڑ کر اسے اپنے ساتھ لے گی جسے کچھ سمجھ نہ آ رہا تھا۔

اس کی ہونقوں کی طرح شکل دیکھ سب ہی ہنس دیے تھے۔

وہ جیسے ہی اسٹیج پر رافع کے قریب آیا تھا، بے ساختہ پوچھا تھا۔

"مشی کو پتہ ہے؟" اور اس کے سوال پر وہاں یاور، سالار، زویا سمیت امجد صاحب کا بھی قہقہہ لگا تھا۔ جبکہ وہ لب دباتا جواب کا منتظر تھا، اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا وہ خوش ہو، تو کیسے ہو کیساری ایکشن

دے،

"نہیں اس کے لیے بھی سرپرائز ہے" یاور کا کہنا تھا کہ ایک بھرپور مسکراہٹ نے اس کے لبوں کا احاطہ کیا تھا، اس کی سوگوار و جاہت پر بہار آئی تھی۔

"بھائی واقعی؟"

"ہاں میرے شیر واقعی۔۔۔" وہ اس کا کندھا تھپکتے بولا تھا۔

"پھر جلدی کریں۔۔۔ ہمیں رخصتی بھی آج چاہیے ہے، ہم ان کی سب ذمہ داریاں لیتے ہیں" وہ

ان سب کے ساتھ امجد صاحب کو بھی دیکھتے کہہ رہا تھا، جس پر وہ سب ہی مسکرا دیے تھے۔

"رخصتی بھی آج ہی ہے، اور ہمارے ساتھ ہی حویلی میں ولیمہ بھی ہوگا، تم بس خوش ہو جاؤ"

کہتے ساتھ رافع اس کے گلے لگا تھا، اور سفیان نے بھی گرمجوشی سے اسے گلے لگایا تھا۔ اس کے چہرے کی رونق بتانے کو کافی تھی اس کی دلی کیفیت۔

اشکر یہ بھائی۔۔۔ وہ شدت سے بولا تھا،

"اپنی بھابھی سے کہو" رافع نے مسکراتے ذویا کو کریڈٹ دیا تھا۔

جو خود تھکا سا مسکرا دی تھی۔ مگر سفیان کا انداز دیکھ کر کھل کر ہنسی تھی۔

"بہت شکریہ بھابھی حضور" وہ خوشی سے لبریز چہرے کے ساتھ لب دباتے بولتا بہت پیارا لگ رہا

تھا، اس کے چہرے پر بچوں جیسی خوشی تھی۔

"کہنے کی ضرورت تو نہیں، پھر بھی بس ہماری گڑیا کو خوش رکھنا"

وہ سر اثبات میں ہلا گیا تھا، پھر بالوں میں ہاتھ پھیرتے اپنے کپڑوں کو دیکھا تھا۔

"بھائی میرے کپڑے ٹھیک ہیں؟" اسے اب کپڑوں کی پڑگئی تھی، ادھر سب اس کی کیفیت پر

مسکراہٹ دبائے ہوئے اسے دیکھ رہے تھے، وہ متفکر سا دیکھتا اسے پوچھ رہا تھا۔

"ٹھیک ہیں" رافع نے کندھے اچکا کر عام سے لہجے میں کہا تھا۔

"بھائی میں نے مشی کے ساتھ میچنگ کرنی تھی" وہ جتنا بے چارہ منہ کر کے بولا تھا سب کی پھر

سے ہنسی چھوٹی تھی۔

اور وہ خفت زدہ ہو گیا۔

"بھائی، میری شادی ہے، میں اس طرح اٹینڈ کروں گا" اور اس کی پریشانی دیکھتے رافع نے ضبط کیا

تھا۔

"ہم نے تو نہیں کہا تھا نہ کہ دیو داس بن کر آؤ"

"بس کریں رافع، بیچارے کو اور پریشان نہ کریں، سفی تم جاؤ تمہارے مشی کے ساتھ میچنگ

کپڑے ائے ہوئے ہیں، وہ میڈم تو پرنس ڈریس میں ہے، آپ کو بھی پرنس

سوٹ پہننا پڑے گا، اس کے لیے اتنا تو کر ہی لیں گے، اس کی وش تھی اپنی

شادی پر ایسے تیار ہونے کی تو ہم نے ایسے ہی اریخ کی ہے " وہ مسکراتے بولی تو سفیان نے بھی دلفریب مسکراتے ایک بار پھر اس کا شکریہ کرتے چینیج کرنے کے لیے اندر کی طرف دوڑ لگائی تھی۔

"آپ مطمئن ہیں" رافع نے امجد صاحب کا کندھا تھپکا تھا۔
"بہت" وہ اطمینان سے بولے تھے۔

NovelHiNovel.Com

"مشی بس کرو کتنا وگی" حیات نے اس کے رونے پر تنگ آکر کہا تھا۔

وہ جو ریڈ گولڈن ڈریس میں جس میں بلیک نگوں کا کام تھا، گڑیا لگ رہی تھی، اسے جب سے نکاح کا پتا چلا تھا اس کا رونا ہی کم نہیں ہو رہا تھا۔

"پتا نہیں کیوں رونا آ رہا ہے، لیکن بہت رونا آ رہا ہے آپ" وہ پھر سے ہونٹ نکالے رونے لگی تھی

"ہم لوگ سب ایک ہی شہر میں ہوں گے، روز ملیں گے، فکر کیوں کرتی ہو، بس کرو میری جان

چلو باہر رسم شروع ہونی ہے"۔ وہ اس کے سر پر گھونگھٹ کیے اسے ذویا اور عینہ کے ساتھ اسٹیج

تک لے آئی تھی جہاں جالی کے ایک طرف اسے بٹھا دیا گیا تھا۔ عینہ اس سے لگ کر بیٹھی تھی۔

اس کی طرف آکر یا اور رافع نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔ اور نکاح شروع ہوا تھا، وہ مضبوطی سے امجد صاحب کا ہاتھ پکڑ کر بیٹھی تھی، دل ہنوز تیزی سے دھڑک رہا تھا، کانوں تک اس کی آواز اسے صاف محسوس ہو رہی تھی۔

"مشعل امجد علی ولد امجد علی آپ کا نکاح حق مہر دس کروڑ سکھ رائج الوقت نواب زادہ سفیان حیدر علی سے ہونا قرار پایا ہے کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟" آواز تھی کہ کیا اس نے فوراً گھونگھٹ والا سراٹھایا تھا اور آنکھیں حیرت سے کھولے سامنے دیکھا تھا جالی سے کچھ صاف نظر نہ آیا تو اپنے والد کو دیکھا جنہوں نے شفیق سی مسکراہٹ کے ساتھ سر اثبات میں ہلایا تھا، مگر اس کی گردن اپنی آپی تک گھومی تھی، جو دوسری طرف اس کے ساتھ بیٹھی عینہ کے ساتھ کھڑی تھی، اس کا بھی وہی ری ایکشن دیکھا تھا۔ جب سر پر ہاتھ رکھنے والے کو دیکھا رافع مسکراتا اسے دیکھ رہا تھا۔

"ہاں کریں گی تو پرمائنٹ میری بہن بن جائیں گی"

تبھی مولوی کی آواز دوبارہ آئی تھی۔

"کیا قبول ہے؟" کیا ہوا، کیسے ہوا سوچنے کا وقت نہیں تھا۔

"قبول ہے" لرزتی آواز میں وہ تین بار قبول چکی تو دوسری طرف سے آنے والی بھاری گھمبیر آواز

جو ایجاب و قبول میں مصروف تھی، اسے حیرت انگیز یقین سونپ گی تھی۔

دستخط کے بعد درمیان سے پردہ ہٹا دیا گیا تھا۔

جب وہ اس کے طرف آیا تھا اور عقیدت سے اس کے سر پر بوسہ دیا تھا، وہ خود میں سمٹی تھی،

"گھونگھٹ نہیں ہٹاؤ گے کیا" رافع نے حیرت سے پوچھا تھا، سفیان اسے ہاتھ سے پکڑ کر سنگل

صوفے سے اپنے ساتھ ڈبل صوفے پر بٹھانے کے لیے لے آیا تھا، اسے آرام سے بٹھا کر ساتھ خود

بیٹھ کر سامنے مہمانوں کو دیکھنے لگا تھا۔

"نہیں صرف ہم دیکھیں گے ان کی تیاری" وہ جیسے بچوں کی طرح بولا تھا ایک مرتبہ پھر سب

کے قہقہے لگے تھے، امجد صاحب کو دونوں وہی بچپن کے ساتھی لگے تھے اس وقت۔

وہ اس کے ساتھ آبیٹھے تھے،

"آپ ابھی بھی ناراض ہیں ہم سے" وہ سفیان سے پوچھ رہے تھے۔

"سچ بتائیں تو بہت ناراض تھے، آپ نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا تھا، مگر اب ہمیں کوئی شکایت نہیں

آپ سے، بلکہ شکریہ کہنا ہے آپ سے" وہ مسکرا کر ان سے کہہ رہا تھا تو وہ بھی مسکرا دیے۔

"ہم سنبھال لیں گے، اسے ہمیشہ" وہ ان کو تسلی دیتا بولا تھا۔

"ہمیں یقین ہے" وہ بھی مسکرا دیے تھے۔

مشی نے اس کی طرف دیکھا جو خلاف معمول پرنس سوٹ میں جو وائٹ تھا، ہلکے سے ریڈ اور گولڈن کام کے ساتھ اس مغربی لباس میں بہت خوب رو لگ رہا تھا، کیا اس نے یہ لباس اس کے لیے پہنا تھا۔

وہ مسلسل سارا وقت اس کا ہاتھ پکڑے بیٹھا رہا تھا جب تک رخصتی نہ ہوگی تھی۔

رسم و رواج کے بعد مشی کو روم میں بھیجنے کے بعد سفیان ان کے ہاتھ لگ گیا تھا، مول کو جب بتایا گیا تھا تو وہ بھی فوراً ہاسٹل سے آتی تیاری کر کے گھر میں ان کے استقبال کے لئے کھڑی تھی۔ اور پھر ذویا اور اس نے سفیان کو خوب نیک پرستانے کے بعد مشی کے پاس جانے کی اجازت دی تھی۔

مگر روم تو خالی تھا۔ وہ کوٹ اتارتے پریشان سا اسے ڈھونڈنے لگا ڈریسنگ روم میں بھی اس کی غیر موجودگی پر وہ اسے پردوں اور صوفوں کے پیچھے دیکھنے لگا کیونکہ وہ اس سے کسی بھی چیز کی توقع کر

سکتا تھا بیڈ کے نیچے دیکھنا باقی رہ گیا تھا، اس سے پہلے ہی اسے سٹڈی روم سے کچھ آوازیں آئی تو اسے سمجھنے میں ذرا دیر نہ لگی تھی۔ وہ فوراً کف فولڈ کر کہنیوں سے اوپر کرتا آہستہ ملہقہ سٹڈی روم کی

طرف گیا، جہاں میڈم حسب توقع روم فرنج سے پیسٹریز اور آئسکریم کھانے میں مصروف تھی۔

یہ اس نے اس کے لیے ہی رکھوائی تھی، فوراً سے ملازموں کو فون کر کے سب مینج کر دیا تھا، مگر وہ پہلے پہنچ گئی تھی، رومی بھی تو بہت تھی، اور پھر رونے پر اسے کتنی زیادہ بھوک لگتی ہے بھلا اس سے بہتر کون جانتا تھا۔

وہ وہی دروازے پر سینے پر ہاتھ باندھے مسکراتے اسے دیکھتے کھڑا ہو گیا تھا، کسرتی مسلز واضح ہوئے تھے۔ وائٹ پینٹ شرٹ اس کے سفید رنگ پر خوب بیچ رہی تھی۔

اچانک کسی کی نظروں کا ارتکاز محسوس کرتے جیسے ہی دروازے کی طرف دیکھا تھا، اسے اپنی طرف دیکھتا پا کر فوراً گھونگھٹ گرایا تھا، چاکلیٹ پیسٹری منہ میں ابھی بھری تھی، مگر چبانے کا وقت نہ ملا وہ منہ بند کیے وہی صوفے پر بیٹھ گئی۔

وہ مسکراہٹ روکتے اب اس کے روبرو آیا، اس کی ساری کاروائی پیچھے کھڑے ہو کر دیکھ چکا تھا، گھٹنوں کے بل اس کے سامنے بیٹھتے اس کا گھونگھٹ ہٹایا تو تہقہہ ضبط کرنا مشکل ہوا تھا، وہ کبوتر کی طرح آنکھیں مینچی بیٹھی تھی، منہ بھرا ہونے کی وجہ سے گال پھولے ہوئے تھے، سفیان کا چہرہ سرخ ہوا تھا، جبھی اس کے کان کے پاس سرگوشی کی تھی۔

"چبالیں مشی منہ تھک جائے گا" وہ بھاری لہجے میں بولا تھا۔

تو وہ آنکھیں کھولے، اسے دیکھ کر پھر نظریں جھکائے کھانے لگی۔ کھا چکی تو پھر اسے دیکھا۔

"وہ مجھے بہت بھوک لگی تھی، شوگر لوہور ہا تھا، بی پی بھی لوہور ہا تھا، وہ میں روئی بھی تو بہت تھی نہ" وہ معصومیت کے اگلے پچھلے ریکارڈ توڑ رہی تھی۔

سفیان نے اسے دیکھا تھا، جو لپ اسٹک تو کھا چکی تھی، آنکھوں کا میک اپ ہلکا سا بچا تھا، اس کی سادگی ہی کافی تھی۔ وہ سادہ ہی بہت خوب صورت تھی، بناؤ سنگھار کا کسے افسوس وہ اس کے برابر صوفے پر آبیٹھا تھا اور اسے اپنے حصار میں لے لیا تھا۔

"کھاتی رہیں، اپ کے لیے ہی رکھوائی ہیں" وہ اس کی ٹھوڑی پر انگلی ٹریس کرتا بولا تھا۔
جواب مسکراتے آئس کریم کھول چکی تھی۔

پر پہلا چیچ حیرت انگیز طور پر اس کی طرف بڑھایا تھا، وہ جو اسے سینے سے لگائے بیٹھا تھا، چونکا۔
"یہ جھوٹی ہو جائے گی، پھر آپ کیسے کھائیں گی" وہ اسے مسکراتے یاد دلا رہا تھا کہ وہ جھوٹا نہیں کھاتی۔

"اب کھالوں گی" اس نے تو بات ہی ختم کر دی تھی، وہ اسے بھی ساتھ ساتھ کھلا رہی تھی اور خود بھی کھا رہی تھی۔ وہ اس کا چہرہ پڑھ رہا تھا جہاں صرف اطمینان تھا۔

"میں ہی کیوں؟" جب اچانک اس نے اس کی طرف دیکھتے سوال کیا۔

"مطلب؟" وہ سمجھانہ تھا۔

"مطلب آپ نے پہلے مجھے بچپن میں دیکھا تھا، پھر اتنا عرصہ باہر رہ کر آپ کو کوئی پسند نہیں آئی تو آپ نے پھر یہاں بھی مجھے کیوں چنا، جبکہ مجھے اچھے سے پتا ہے، میں بہت نکمی ہوں، بے وقوف

، ہوں بہادر نہیں ہوں، بس مجھے کھانا اچھے سے آتا ہے کوئی کام بھی نہیں آتا اور پیاری تو میرے
علاوہ بھی کئی لڑکیاں ہیں۔

یہ وہ سوال تھی جو اس کے اعزاز میں رشتہ داروں نے پوچھے تھے، اس کی اتنی عالیشان شادی دیکھ
کر تو وہ خود بھی سوچ میں پڑ گئی، مگر اسے ان القابات کا برا نہیں لگا تھا کیونکہ یہ تو اسے بھی پتا تھا۔



جبکہ اس کے سوال پر وہ مسکرا دیا تھا۔

"کیونکہ محبت یہ سب نہیں دیکھتی ہے، بس جب دل کسی سے واقعی جڑ جائے تو کوئی غرض
نہیں رہتی ہے۔"

اس کا کھانا پینا ختم ہو گیا تھا تو وہ اسے اٹھائے روم میں لے آیا اور ڈریسنگ مرر کے اگے
بیٹھایا۔

"پھر سب حق معاف کر کے بس فرض نبھائے جاتے ہیں، پھر خامیاں بھی خوبیاں لگتی
ہیں، پھر ہر چیز ہی محبت کا حصہ لگتی ہے چاہے وہ اچھی ہو یا بری"

وہ اس کے بال کھول کر اس کی جیولری اتارنے میں مدد کرتا ساتھ ہی اس کے کپڑے بھی چینجنگ روم میں ہینگ کر آیا تھا، اسے لیے وہاں چھوڑ کر اب اس کا سامان سمیٹ رہا تھا، جب وہ باہر آ کر اسے حیرت سے دیکھنے لگی۔

تو وہ پھر سے مسکراتا اس کی طرف بڑھا۔ اسے بیڈ پر بٹھاتے لحاف اوڑھایا اور خود بھی دوسری طرف آ کر اسے اپنے حصار میں لیے لیٹا تھا، وہ اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"آپ ہمارے لیے ہماری مٹی تھی، ہمیشہ سے۔۔۔ آپ اتنی پیاری نہ بھی ہوتی تب بھی ہماری ہوتیں، ہم ایسے ہی آپ کا خیال رکھتے ہمیں فرق نہیں پڑتا آپ کو کیا آتا ہے کیا نہیں، ہمارے لیے بس اتنا کافی ہے کہ آپ ہماری خوشی میں ہمارے ساتھ خوش تھیں اور دکھ میں دکھی، ہماری تکلیف سے آپ کو بھی تکلیف ہوتی ہے، ہمارا تعلق شروع سے صرف احساس کارہا ہے، ہمیں پسند تھا آپ کے لیے کھانے پینے کی چیزیں لانا کیوں کہ آپ کھاتے ہوئے بہت کیوٹ لگتی تھیں، اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کتنی دفعہ آپ کو کوئی چیز نہیں کھانی ہوتی تھی، یا آپ کو پسند نہیں ہوتی تھی، کیونکہ ہم نے آپ کے لیے بنوایا ہوتی تھی، آپ ہمارا دل رکھنے کے لیے کھا لیتی تھیں، کیونکہ ہمیں شوق تھا آپ کوئی چیز ٹرائی کروانے کا، بس ایسے ہی تو ہمارا بچپن گزرا ہے" وہ بولتے بولتے اسے خود پر منتقل کر چکا تھا، اور وہ اس کے بھاری لہجے کے سحر میں کھوی یک ٹک اسے دیکھتے سن رہی تھی کسی گڑیا کی طرح چھوٹی سی جان۔۔

"ہم نے بچپن میں والدین کی طرف سے دی گئی توجہ کی کمی بھی آپ سے پوری کی ہے، پھر سوال ہی پیدا نہیں ہوتا باقی فضول باتیں ہماری آپ کے لیے محبت کو سوال بنائیں" وہ کہتے ساتھ اس کے سرخ گال پر لب رکھ گیا تھا، توجہ کیوٹ سامنے بنائے اس کی باتیں غور سے سن رہی تھی فوراً ہوش میں آئی اور اس کی گردن میں منہ دے گی۔

"سو جائیں تھک گی ہوں گی" وہ اس کی حالت سے محظوظ ہوتے اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتا بولا تھا ساتھ اس کے سر کا بھی بوسہ لیے اپنی بھی آنکھیں موندی تھی۔

اتنے دنوں کی تکلیف کا آج اختتام ہوا تھا، وہ اس وقت اپنی پوری دنیا ہی سمیٹے سکون سے سو رہا تھا، وہ کتنا خوش نصیب تھا، راستے میں کتنی بار اس نے ضرورت مندوں میں رقم دی تھی، اس کا مزید صدقہ کرنے کا ارادہ تھا کہ بھلا اس سے بہتر اور کیا ہو گا اپنی خوشیوں کو محفوظ کرنے کا طریقہ۔۔۔

وہ شکرانے کے نوافل تک ادا کر کے آیا تھا، اس کے لیے یہ سب معجزہ سے کم نہیں تھا۔
تشبیہ کو اس کے والد لے جا چکے تھے، حیدر علی بیٹی کی شادی پر آئے تھے، اور واپس چلے گئے تھے، سفیان نے انہیں معاف کر دیا تھا مگر وہ مشی کے معاملے میں اب بھی ان پر بھروسہ نہیں کر سکتا تھا۔

کچھ سال بعد۔۔۔

یاور ولی اور حیات کی زندگی اپنی بیٹی عینہ کے ساتھ اب بیٹے زارون کے گرد بھی گھومتی تھی۔

جبکہ رافع اور ذویا میں اب اکثر لڑائی ہوتی تھی، کیونکہ ان کی بیٹی زمرماں سے پنگے لینے کے بعد بابا کی طرف بھاگتی تھی، اور بیٹی کی بے جا حمایت پر ذویا سے لیکچر دے ڈالتی تھی۔

سفیان نے مٹی کو اُردو رٹوا کر اس کی ڈگری اس کے لاکھ ڈراموں کے باوجود بھی مکمل کروائی تھی، تب جا کر وہ اسے اس کے فیورٹ پلیسز پر سیر کروانے لے گیا تھا، وہ اسے بھی بچوں کی طرح ٹریٹ کرتا تھا، اور اس کی اسی توجہ کی وجہ سے اس کے خزے اور ڈرامے بھی بڑھ گئے تھے، مگر سفیان کو سب منظور تھے۔

OWC

OnlineWebChannel.Com

OWC NHN OWC NHN

OWC NHN OWC NHN

السلام علیکم !

ناول ہی ناول" اور "آن لائن ویب چینل آپ کے لیے لایا ایک سنہری موقع

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنے قلم کی آواز کو لوگوں تک پہنچانا چاہتے ہیں، تو اپنی لکھی گئی کوئی بھی تحریر (حمد، نعت، ناول، افسانہ، آرٹیکل، ریسیپی، نظم، غزل، اقوال) یا جو بھی آپ کے ذہن میں ہو اور آپ لکھنا چاہتے ہیں، ہم تک پہنچائیں۔ ناول ہی ناول" اور "آن لائن ویب چینل بنے گا وہ سیڑھی جو

آپ کو آپ کی پسندیدہ ویب سائٹ تک پہنچانے کا ذریعہ بنے گا۔ اگر آپ اپنی تحریریں ناول ہی ناول"

اور "آن لائن ویب چینل کی ویب سائٹ میں دینا چاہتے ہیں تو رابطہ کریں۔ ناول ہی ناول" اور "آن

آن لائن ویب چینل آپ کو آپ کے عین مطابق پلیٹ فارم مہیا کر رہا ہے تو جلدی سے قلم اٹھائیں اور لکھ

ڈالیں جو آپ کے ذہن میں مرکوز ہے۔ شکریہ !

اپنی تحریریں ہمیں اس پتے پر ارسال کریں۔



NovelHiNovel.Com & OnlineWebChannel.Com



NovelHiNovel & OWC Official



NovelHiNovel@Gmail.Com



OnlineWebChannel @Gmail.Com



03155734959

Novel Hi Novel & Online Web Channel

NovelHiNovel.Com

ختم شد

اگلا ناول صرف ناول ہی ناول "اور" آن لائن ویب چینل پر

NovelHiNovel.Com

OnlineWebChannel.Com

السلام علیکم !

ناول ہی ناول " اور " آن لائن ویب چینل آپ کے لیے لایا ایک سنہری موقع

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنے قلم کی آواز کو لوگوں تک پہنچانا چاہتے ہیں، تو اپنی لکھی گئی کوئی بھی تحریر (حمد، نعت، ناول، افسانہ، آرٹیکل، ریسیپی، نظم، غزل، اقوال) یا جو بھی آپ کے ذہن میں ہو اور آپ لکھنا چاہتے ہیں، ہم تک پہنچائیں۔ **ناول ہی ناول** " اور " آن لائن ویب چینل بنے گا وہ سبھی جو آپ کو آپ کی پسندیدہ ویب سائٹ تک پہنچانے کا ذریعہ بنے گا۔ اگر آپ اپنی تحریریں **ناول ہی ناول** " اور " آن لائن ویب چینل کی ویب سائٹ میں دینا چاہتے ہیں تو رابطہ کریں۔ **ناول ہی ناول** " اور " آن لائن ویب چینل آپ کو آپ کے عین مطابق پلیٹ فارم مہیا کر رہا ہے تو جلدی سے قلم اٹھائیں اور لکھ ڈالیں جو آپ کے ذہن میں مرکوز ہے۔ شکریہ !
اپنی تحریریں ہمیں اس پتے پر ارسال کریں۔



NovelHiNovel.Com & OnlineWebChannel.Com



NovelHiNovel & OWC Official



NovelHiNovel@Gmail.Com



OnlineWebChannel @Gmail.Com



03155734959